جلد اوّل

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ ۔ کراچی ۷۵۶۰۰

جلد اول

خطباتُ الرشید

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

مواعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: خطبات الرشید

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

تاریخ طبع مجلد: رمضان ۱۴۲۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضرب مؤمن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دار الاشاعت، اُردو بازار، کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف، دار العلوم، کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱/۱۸۸، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

خطباتُ الرشیدؒ

جلد اوّل

(۱) اِستخارہ واِستشارہ
(۲) ایمان کی کسوٹی
(۳) جہاد اور تبلیغ لازم ملزوم ہیں
(۴) ایٹمی دھماکا
(۵) اِنفاق فی سبیل اللہ
(۶) اللہ کے باغی مسلمان

پیش لفظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا جس شخص نے حضرتِ والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جواب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرتِ والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی زندگیاں پُرسکون ہو گئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین وسکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرتِ والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان مواعظ کو یک جا کتابی شکل میں منظم کر دیا جائے تاکہ ان سے فائدہ اُٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ''خطباتُ الرشید'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی پہلی کڑی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کی اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

تفصیلی فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

استشارہ واستخارہ

صفحہ	عنوان

ایمان کی کسوٹی

صفحہ	عنوان
۷۹	کثرت سے ذکر فکر کا طریقہ
۸۱	دُعاء

جہاد اور تبلیغ لازم وملزوم ہیں

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

ایٹمی دھماکا

عنوان	صفحہ

انفاق فی سبیل اللہ

صفحہ	عنوان

اللہ کے باغی مسلمان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
اے ایمان والو!
اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو (التوبة: ۱۱۹)

استخارہ و استشارہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: استشارہ واستخارہ

بتاریخ: ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

استشارہ واستخارہ

(ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ○ (۳-۱۵۹)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شقوۃ ابن ادم ترکہ استخارۃ اللہ (مجمع المسانید لابن کثیر)

ہر اہم کام کرنے سے پہلے شریعت نے دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے ایک استشارہ یعنی باہم مشورہ، دوسرا اللہ تعالیٰ سے استخارہ۔ شیطان ہر وقت مسلمان کے پیچھے لگا رہتا ہے

اور شریعت کے سیدھے سادے اور بالکل آسان کاموں کو بگاڑ کر پیش کرتا ہے، اس نے دوسرے بہت سے احکام کی طرح مشورہ اور استخارہ کا بھی حلیہ بگاڑ دیا۔ اولاً تو بہت سے لوگ استشارہ واستخارہ کرتے ہی نہیں اور اگر کسی نے کر بھی لیا تو اس میں بہت سی غلطیاں کرتے ہیں، چونکہ شرعاً وعقلاً استخارہ کے مقابلہ میں استشارہ یعنی باہم مشورہ کی اہمیت زیادہ ہے، اس لیے پہلے استشارہ کی اہمیت پھر اس میں پائی جانے والی عام خرابیوں کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں اس کے بعد استخارہ کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

استشارہ کی اہمیت:

استشارہ کی اہمیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنیے:

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ○ (۳-۱۵۹)

’’اور آپ ان صحابہ سے اہم کام میں مشورہ لیا کریں سو جب فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔‘‘

رسول تو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایات لیتا ہے اور فہم وفراست میں بھی رسول سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجود مشورہ کی اہمیت بتانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ ص وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ○ (۴۲-۳۸)

’’اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور ان کے کام باہم

مشورہ سے ہوتے ہیں اور وہ اس سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا سب سے اہم اور اعلیٰ شعبہ زکوٰۃ ہے، مشورہ کی اہمیت بتانے کے لیے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان اسے ذکر فرمایا، اس سورت کا نام ہی ’’شوریٰ‘‘ رکھا یعنی مشورہ کے حکم والی سورت۔

نماز اور زکوٰۃ دو ایسی عبادتیں ہیں جنہیں قرآن وحدیث میں تقریباً ہر جگہ ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس لیے ان دونوں عبادتوں کو ’’قرینان‘‘ بھی کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں دو جگہ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تیسری چیز لا کر اس کی اہمیت بتائی گئی ہے، ایک جگہ تو یہی سورۂ شوریٰ میں ہے، نماز اور زکوٰۃ کے درمیان مشورہ کا ذکر فرمایا۔

لغو کاموں سے بچنے کی اہمیت:

دوسری جگہ سورۂ مومنون کے شروع میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ o (۲۳-۱تا۴)

’’بالتحقیق ان مُسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔‘‘

یہاں اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ جیسی اہم عبادات کے درمیان لغو کاموں سے بچنے پر تنبیہ فرمائی، لغویات سے بچنے کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے اسے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان لائے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کامیاب بندے وہ ہیں جو ہر ایسے کام اور کلام سے بچتے ہیں جس میں نہ دُنیا کا کوئی فائدہ ہو نہ آخرت کا یہی بندے دُنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں۔

بعض لوگ لایعنی گفتگو کرتے ہوئے دل میں سوچ لیتے ہیں کہ ان باتوں میں گو کوئی خاص فائدہ نہیں مگر کوئی نقصان بھی تو نہیں ہم کوئی گناہ کی بات تو نہیں کر رہے ایسی گفتگو میں کیا حرج ہے۔ یاد رکھیے ہر وہ کام جس کے کرنے میں دین یا دُنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس کے کرنے میں نقصان ہی ہے اور وہ کام لایعنی میں داخل ہے اس قیمتی وقت میں آپ اپنے دین یا دُنیا کے فائدہ کا کوئی کام کر سکتے تھے لیکن اس کو لایعنی گفتگو میں ضائع کرکے آپ نے اپنا نقصان کیا۔ یہی چیز شریعت کی اصطلاح میں لغو اور لایعنی کہلاتی ہے جس سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ جیسی اہم عبادات کے درمیان تنبیہ فرمائی۔

استشارہ کی اہمیت کا بیان چل رہا تھا اس بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں بتا چکا ہوں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنیے:

۳ ماسعد احد برایه وما شقی عن مشورة. رواه البيهقی فی شعب الایمان عن سعید بن المسیب مرسلا. (الجامع الصغیر صفحہ ۱۳۱ جلد ۲)

''اپنی انفرادی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا اور مشورہ کے بعد کوئی ناکام نہیں ہوا۔''

۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ کو یہ نصیحت فرمائی:

استشر فان المستشیر معان والمستشار مؤتمن (جامع الاحادیث صفحہ ۲۰۵ جلد ۹ حدیث ۸۸۴۰)

''مشورہ لیا کریں کیونکہ مشورہ لینے والے کی (من جانب اللہ) مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔''

۵ ماخاب من استخار وما ندم من استشار الحدیث. رواه الطبرانی فی الاوسط (صفحہ ۶۶۲۳)

بعض نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر اس کا مضمون ثابت ہے یعنی جو شخص اہم کاموں میں استشارہ واستخارہ کر لیتا ہے وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا نقصان اور ندامت سے بچ جاتا ہے اور اپنے کیے پر نادم نہیں ہوتا۔ بظاہر اس کو نقصان نظر آئے بھی تو کیا انسان، کیا انسان کا علم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نقصان نہیں ہے صرف نظر کا دھوکا ہے۔ انسان کا حقیقی نقصان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نقصان قرار دیں۔ انسان اپنے نفع ونقصان کو نہیں پہچانتا اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس کا نفع کہاں ہے۔ فرمایا جس نے استخارہ کر کے کام کیا وہ کبھی خسارے اور نقصان میں نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس نے اہم کاموں میں مشورہ لے لیا وہ کبھی پریشان نہیں ہوگا۔ مشورہ کی اہمیت کے بارے میں کچھ اور حدیثیں بھی میرے رسالہ ''اطاعتِ امیر'' میں ہیں۔

مشورہ کس سے لینا چاہیے؟

مشورہ ایسے شخص سے لینا ضروری ہے جو صالح اور دین دار ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس کام کے بارے میں آپ مشورہ لینا چاہتے ہیں اس صالح شخص کو اس کام کا کچھ تجربہ بھی ہو۔

صالح کا مطلب:

صالح کا مطلب تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ صالح سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں سے بچتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے خود بھی بچتا ہو دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتا ہو، اگر ڈاڑھی منڈاتا یا کٹاتا ہو تو وہ پرلے درجے کا فاسق ہے، صالح نہیں اسی طرح اگر گھر میں شریعت کے مطابق پردہ نہیں کرواتا، زادوں وادوں سے، دیور، جیٹھ، بہنوئی اور نندوئی وغیرہ سے گھر میں کوئی پردہ نہیں تو وہ دیوث ہے دیوث۔ ایسا شخص کبھی صالح نہیں ہوسکتا۔ خواہ روزانہ ہزار رکعت نفل پڑھے، بیسیوں حج کرے۔ ایسا بے دین شخص مشورے کا اہل نہیں۔

بے دین سے مشورہ کرنے کے نقصان:

بے دین شخص سے مشورہ کرنے میں یہ نقصان ہیں:

① بے دین کی عقل میں ظلمت ہوتی ہے۔

نافرمانی کرتے کرتے بے دین کی عقل میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے نور نہیں رہتا۔ اس کا دل بھی کالا، دماغ بھی کالا۔ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور مصلحتوں کو کیسے پہچانے گا؟ اس سے مشورہ نہ لیا جائے اس کے مشورہ سے نقصان تو ہو سکتا ہے فائدہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

② بے دین شخص مشورہ لینے والے کو جان بوجھ کر غلط مشورہ دے گا۔ آپ کہیں گے کسی کو جان بوجھ کر الٹا مشورہ دینے سے کیا فائدہ؟ تو سنیے:

قصداً غلط مشورہ دینے میں بے دین کے فائدے:

جان بوجھ کر غلط مشورہ دینے میں بے دین کے دو فائدے ہیں:

① اپنا مطلب نکالنا۔

② دوسروں کو پریشان کرنا۔

آپ سے تو اس نے کہہ دیا کہ یہ کام مت کرنا، آپ کے لیے اس میں سخت نقصان ہے مگر آپ کو ہٹا کر وہ کام خود کرلے گا۔ آپ کا فائدہ سوچ کر نہیں بلکہ وہ اپنا مطلب نکالنے کے لیے غلط مشورہ دے گا مثلاً رشتے کے متعلق آپ نے مشورہ لیا وہ رشتہ خود اسے پسند آگیا تو آپ سے کہے گا کہ یہاں شادی ہرگز نہ کیجیے یہ رشتہ مناسب نہیں اگر کرلیا تو سخت نقصان اُٹھائیں گے۔ آپ کو تو یہ کہہ کر وہاں سے ہٹا دیا مگر خود شادی کرلے گا۔ ایسے ہی آپ نے کسی تجارت کا پوچھا تو اس کے ہزاروں نقائص اس مقصد سے گنوا دے گا کہ اگر اس کو پتا چل گیا کہ اس تجارت میں اتنے اتنے فائدے ہیں، اتنی بچت ہے تو یہ فائدہ اُٹھالے گا لہٰذا اس کو ہٹا کر خود یہ فائدے سمیٹ لو۔ ملازمت سے

متعلق مشورہ لیں گے تو وہاں بھی یہی کام کرے گا بہرحال بے دین سے جس کام میں بھی مشورہ لیا جائے وہ دوسرے کے فائدہ سے پہلے اپنا فائدہ سوچے گا۔اس کی کوشش یہ ہوگی کہ ہر جگہ اپنا اُلو سیدھا کرلے۔اگر کسی کام میں بے دین شخص کا اپنا فائدہ نہ ہو تو بھی وہ کسی مُسلمان کے فائدے میں خوش نہیں ہوتا اس کا ذہن ہمیشہ فساد اور بگاڑ کی طرف چلتا ہے اس کا اپنا فائدہ ہو یا نہ ہو بس دوسروں کا نقصان کرکے انہیں پریشان دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو بس اس کی نظر میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کو پریشان کردے۔جب وہ پریشان ہوں گے تو پھر یہ ہنسے گا کہ دیکھو دیکھو میں نے اس کو کیسا بے وقوف بنایا۔مشورہ لینا تو بڑی بات ہے بے دین شخص کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔مشورہ لیں تو کسی دین دار، صالح آدمی سے۔لیکن دین داری کے ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھیں کہ اس صالح شخص کو اس کام کا کچھ تجربہ بھی ہو، اگر آپ نے لاعلمی سے کسی ناتجربہ کار صالح کو تجربہ کار سمجھ کر ان سے مشورہ لیا تو ان پر فرض ہے کہ صاف صاف بتادیں کہ انہیں اس کام کا تجربہ نہیں، اس لیے وہ اس بارے میں مشورہ نہیں دے سکتے، اگر نہیں بتائے گا تو وہ ظاہراً اگرچہ صالح ہے مگر درحقیقت صالح نہیں، لوگ یہ شرطیں نہیں دیکھتے، ہر کس وناکس اور بے دین لوگوں سے مشورے لیتے رہتے ہیں۔

مشورہ لینے والے کی خامیاں:

مستشیر یعنی مشورہ لینے والے میں پائی جانے والی خامیاں بھی سن لیجیے۔مستشیر میں عموماً مندرجہ ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں:

① مشورہ سے پہلے حتمی فیصلہ کرکے برائے نام مشورہ کرتا ہے۔

② صحیح حالات سامنے نہیں رکھتا۔

③ مشیر کے مشورہ کو مشورہ کی بجائے حکم سمجھ لیتا ہے۔

④ مشورہ کے بعد نقصان ہوجائے تو مشیر کو قصوروار سمجھتا ہے۔

اب ان نمبروں کی تفصیل بالترتیب بتاتا ہوں۔

پہلی خامی مشورہ سے پہلے حتمی فیصلہ کرنا:

مستشیر کی پہلی خامی تو یہ ہے کہ جس کام کا مشورہ کرنا چاہتا ہے اس سے متعلق پہلے سے ہی ذہن میں سوچ کر ایک فیصلہ کر چکا ہوتا ہے پھر کسی بزرگ سے مشورہ لیتا ہے، اگر مشورہ اس کے فیصلہ کے مطابق ہو گیا تو نام ہوگا کہ بزرگوں کے مشورے سے کام کرتا ہے، اور اگر اپنے فیصلہ کے خلاف مشورہ ملا تو اس کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنے فیصلہ پر قائم رہتا ہے۔

دوسری خامی مشیر کے سامنے صحیح حالات پیش نہ کرنا:

دوسری خامی یہ کہ مشیر کے سامنے صحیح حالات پیش نہیں کرتا، کسی بزرگ سے یا اپنے بڑے سے مشورہ لیتا ہے تو اس کے سامنے اس کام کی تمام خوبیاں اور اس کے مناقب ایک ایک کر کے گنواتا ہے تاکہ مشیر بھی اس کے حق میں مشورہ دے اور دوسرا پہلو اس کے سامنے رکھتا ہی نہیں کہ اس میں کیا کیا نقصان ہیں؟ بزرگ سے اپنی بات منوا کر لوگوں سے کہتا ہے کہ بزرگ نے یہ مشورہ دیا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ کام نہیں کرنا چاہتا تو بزرگ کے سامنے اس کی ساری خامیاں اور مضرتیں گنوائے گا، دوسرا پہلو چھپا جائے گا اس کے فائدے نہیں بتائے گا۔ مشورہ لینے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس سے مشورہ لینا چاہتے ہیں اس کے سامنے نفع وضرر کے دونوں پہلو کھول کر بیان کر دیں وہ دونوں پہلوؤں پر غور کر کے جو مناسب سمجھے گا اس کا مشورہ دے دے گا۔ آج کل لوگ صحیح حالات نہیں بتاتے اس صورت میں مشورہ کا کیا فائدہ؟ کہیں لڑکی۔ دیکھ لی وہ پسند آ گئی رشتہ سے متعلق مشورہ کرنے گئے تو اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے کہ لڑکی بہت اچھی ہے، والدین بھی بہت اچھے ہیں بلکہ پورا خاندان ہی اچھا ہے، اگر پہلے سے

مشیر کو لڑکی یا اس کے خاندان سے متعلق تھوڑا بہت علم ہو اور وہ کہہ دے کہ ان میں یہ یہ خرابیاں بھی ہیں تو اس کا مشورہ لینے کی بجائے دفاع شروع کر دے گا کہ نہیں نہیں حضور! آپ کو معلوم نہیں، یہ باتیں آپ تک کسی نے غلط پہنچادی ہیں۔ گویا وہ مشیر سے کچھ سمجھنے کی بجائے اسے سمجھانا چاہتا ہے، بسا اوقات مجھ سے کوئی مشورہ لیتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے کہ ہاں ہاں یہی ٹھیک ہے، اس کی باتوں سے ہی پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے اور میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ صرف برائے نام مشورہ لے رہا ہے لوگوں میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کے مشورہ سے کام کیا ہے۔ آج کل لوگوں کی یہ عام عادت بن چکی ہے کہ مشورہ طلب امور میں نفع وضرر کی تفصیل بتانے کی بجائے صرف ایک جانب پیش کرتے ہیں۔

تیسری خامی مشورہ کو حکم سمجھنا:

مستشیر کی تیسری خامی یہ ہے کہ اگر مشیر نے مشورہ دے دیا تو اسے مشورہ کی بجائے حکم سمجھ لیتا ہے۔ مشیر نے تو حالات سن کر صرف مشورہ دے دیا کہ جیسے آپ حالات بتا رہے ہیں ان کے مطابق یہ کام ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ یہ صرف مشورہ ہی تو ہے، اس نے مجبور تھوڑا ہی کیا ہے، حکم تھوڑا ہی دے رہا ہے کہ ضرور کرو، مگر یہ مشورہ لینے کے بعد لوگوں میں بتاتا پھر رہا ہے کہ فلاں نے مجھے کہہ دیا کرلو، فلاں بزرگ نے فرمایا ہے کہ آپ یہ کام کرلیں ان کے فرمانے سے کر رہا ہوں، ارے انہوں نے کہاں فرمایا؟ فرمایا تو آپ نے خود ہی ہے فیصلہ آپ نے خود کیا بزرگ نے تو صرف اتنا ہی کہہ دیا کہ آپ کے بتائے ہوئے حالات سے یہی بہتر معلوم ہوتا ہے لہٰذا کرلیا جائے تو ٹھیک ہے، بزرگ تو زیادہ سے زیادہ اس کام کو بہتر ہی بتائے گا، یہ تھوڑا ہی کہے گا کہ یہ کام فرض ہو گیا، اسے ضرور کرلو مگر یہ لوگوں میں مشہور کرتا ہے کہ فلاں بزرگ کے فرمانے سے کر رہا ہوں، مشورہ کو فرمان بتاتا ہے، اس جھوٹ اور بزرگوں پر افتراء سے بچنا ضروری ہے۔

چوتھی خامی، مشیر کو نقصان کا ذمہ دار سمجھنا:

چوتھی خامی یہ کہ اگر اس کام میں فائدہ ہوگیا تو پھر وہ بزرگ کا نام نہیں لیتا، اس کو چھپا دیتا ہے، صرف اپنی عقل پر ناز کرتا ہے۔ جیسے قارون کہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کمایا ہے اپنی عقل سے کمایا ہے۔ یہی حال آج کل مشورہ لینے والوں کا ہے اگر اس کام میں فائدہ ہوگیا تو جس بزرگ سے مشورہ لیا تھا، اور دعائیں کروائی تھیں وہ اسے یاد نہیں رہتے بلکہ یہاں اپنی قابلیت جتاتا ہے کہ یہ جتنا فائدہ ہوا سب میری عقل وتدبیر کا نتیجہ ہے۔ اور فائدہ کی بجائے خدانخواستہ نقصان ہوگیا تو یہ نقصان پورے کا پورا بزرگ کے کھاتے میں ڈالتا ہے کہ یہ کام ہم نے خود نہیں کیا بلکہ حضرت صاحب سے مشورہ لیا تھا، صرف یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یوں کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے ایسے ہی فرمایا تھا، لہٰذا ہمیں کوئی ملامت نہ کرے، ہم نے خود تھوڑا ہی کہا تھا، وہ تو حضرت کا حکم تھا ان کے فرمانے سے کیا، بس ہر جگہ یہی رٹ کہ یہ حضرت کا فرمان تھا حضرت کے فرمانے سے ہم نے یہ کیا۔

مشیر کی خامیاں:

مشیر میں یہ خامیاں پائی جاتی ہیں:

① بعض لوگوں کو مشورہ دینے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ ہی کسی نہ کسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، بلا طلب ہی مشورے دیتے رہتے ہیں۔ ایسے شخص کو مشورہ نہ دیں جسے طلب ہی نہیں اور اس کے قلب میں آپ کے مشورہ کی کوئی وقعت ہی نہیں۔

② مشورہ قبول کرنے پر اصرار کرنا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں ناراض ہونا۔ یہ بھی بہت سخت غلطی ہے مشورہ کی حقیقت ہی صرف اتنی ہے کہ اپنی رائے ظاہر کردی جائے اور بس، کوئی اسے قبول کرے یا نہ کرے بہر حال ناگواری نہ ہو۔

زندگی کا موقوف علیہ تین خوبیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

اذا کان امراؤکم خیارکم واغنیاؤکم سمحاء کم وامرکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراؤکم شرارکم واغنیاؤکم بخلائکم واموركم الٰی نسائکم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا. رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔

فرمایا کہ حکام کا نیک ہونا، مال داروں کا سخاوت کرنا اور مردوں کا باہم مشورہ کرنا جب تک یہ تین خوبیاں دُنیا میں رہیں گی اس وقت تک تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے یعنی موت سے زندگی بہتر ہے، اس لیے کہ زندگی تو ہے آخرت بنانے کے لیے اور ان اچھے حالات میں آخرت بنتی جائے گی، اور جب دُنیا میں یہ تین خرابیاں پیدا ہو جائیں کہ حکام شریر بن جائیں، مال دار بخل کرنے لگیں اور مرد عورتوں سے مشورے کرنے لگیں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے یعنی زندگی سے موت بہتر ہے اس لیے کہ وہ زندگی جہنم کی طرف لے جارہی ہوگی۔ ان حالات میں آخرت نہیں بنے گی لہٰذا اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ اب اس حدیث میں مذکور ہر خوبی اور خامی کی قدرے تفصیل بتاتا ہوں۔

پہلی خوبی حکام کا نیک ہونا:

پہلی خوبی یہ بیان فرمائی کہ تمہارے حکام نیک ہوں۔ جب تک حکام نیک رہیں گے زندگی اچھی گزرے گی۔ میں یہ بات بار بار دہراتا رہتا ہوں کہ **"اعمالکم عمالکم"** یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی حکام ہوں گے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو ہی حاکم بنادیتے ہیں۔ اس کی تفصیل کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں، اس وقت اتنا وقت نہیں۔

آج لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ حکومت میں بگاڑ دیکھتے ہیں تو حکام کے خلاف جلسے، جلوس، ہنگامے اور چیخ وپکار شروع کردیتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ یہ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے، جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی حکومت ہوگی اگر حکام کی اصلاح چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ملک میں کوئی صحیح حکومت آجائے تو یہ کام ہنگاموں سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، خود اچھے بنیں اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں، بوقت ضرورت جہاد بھی کوشش میں داخل ہے، مکمل دین دار بننے کی برکت سے حکومت بہتر بن سکے گی، (اس سلسلہ میں وعظ ''سیاسی فتنے'' پڑھیں۔ جامع)

دوسری خوبی مال داروں کی سخاوت:

دوسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ تم میں مال دار لوگ سخی ہوں اپنی دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب مال خرچ کریں گے تو جہاد بھی ہوتا رہے گا، کفار اور فساق وفجار پر غلبہ رہے گا، مساکین کی مدد بھی ہوتی رہے گی دین کے دوسرے کام بھی ہوتے رہیں گے۔

تیسری خوبی باہم مشورہ کرنا:

تیسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ تمہارے اہم کام باہم مشورے سے انجام پائیں اور مشورہ مرد آپس میں کریں عورتوں کا اس میں دخل نہ ہو۔ فرمایا:

''وامرکم شوریٰ بینکم''

''بینکم'' میں کئی باتیں آگئیں۔ ایک تو یہ کہ تمہارا مشورہ آپس میں ہو یعنی مُسلمان مُسلمان سے مشورہ کریں کفار سے مشورہ نہ کریں۔ دوسری بات یہ آگئی کہ مشورہ صالحین سے کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب صالح لوگوں سے ہے کہ مشورہ آپس میں کریں بے دین لوگوں سے مشورہ نہ لیں۔ تیسری بات لفظ ''کم'' ہے کہ مرد آپس

میں مشورہ کریں جس سے عورتیں نکل گئیں عورتوں سے مشورے نہ کریں، سو جب تک ایسا کرو گے زمین کی پشت زمین کے پیٹ سے تمہارے لیے بہتر رہے گی، زمین کی پشت پر زندہ رہو یہ مرنے سے بہتر ہے۔ ایسی زندگی بابرکت ہوگی تمہارے لیے ہر کام میں ہر چیز میں برکت ہوگی اور جب تینوں کام الٹے ہو جائیں گے یعنی جب تمہارے حاکم لوگ شریر اور بے دین ہوں اور تمہارے مالدار لوگ بخیل ہوں اور جب تمہارے مشورے عورتوں میں ہونے لگیں تو زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا زندگی سے موت بہتر ہوگی ان حالات میں زمین کے پیٹ میں چلے جاؤ یہ زمین کے اوپر رہنے سے بہتر ہے۔

عورتوں سے مشورہ:

آج کل یہ مرض عام ہو چکا ہے کہ مرد عورتوں سے مشورے کرتے ہیں۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے معاملات تو مکمل طور پر عورتوں کے سپرد ہیں۔ لڑکے کی شادی کرنا ہو یا لڑکی کی یہ کام تو ہے ہی عورتوں کے سپرد۔ پھر اگر انہیں سمجھایا جائے، شرم دلائی جائے تو بعض لوگ جواب دیتے ہیں کہ بہو جو گھر میں آئے گی اسے رہنا تو ہماری بیوی کے ساتھ ہے لہٰذا بہو کا انتخاب بھی یہ خود ہی کرے۔ اپنے مزاج کی بہو گھر میں لائے تا کہ کل کوئی جھگڑا نہ ہو اور آپس میں نباہ ہو جائے، یہ کہہ کر رشتہ کرنے کا سارا اختیار بیگم صاحبہ کے سپرد کر دیا مگر یہ نہ سوچا کہ بیگم صاحبہ کی عقل بھی ناقص اس کا دین بھی ناقص پھر اسے حب مال اور حب جاہ کا مرض بھی لگا ہوا ہے۔ عورتوں میں یہ چار بیماریاں عام ہیں یا یہ کہیں کہ بیماری تو ایک ہی ہے اور وہ ہے ''حب دُنیا'' اور یہ اس کی چار شاخیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں میں عقل اور دین کی کمی ہوتی ہے'' (متفق علیہ)

خواتین کے لیے نسخہ تسکین:

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ نہ لینے کے بارے میں اور اور رشتے کرنے میں

خواتین کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت نہیں محسوس کرنی چاہیے جیسے جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور خواتین کو بھی اس کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر میں اپنی خفت نہیں محسوس کرتیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عقل میں بھی مردوں کو فوقیت دی ہے، قوت جسمانیہ اور قوت قلبیہ کی طرح قوت عقلیہ میں بھی خواتین کا کوئی اختیار اور کوئی قصور نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحت وحکمت اسی میں ہے، خواتین کو یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہیے۔

رشتے کا انتخاب مرد خود کریں:

مردوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں مشورہ کریں عورتوں کے تابع نہ ہوں، نہ ان سے مشورہ لیں مگر آج کل رشتوں کے مشورے عورتوں سے کیے جاتے ہیں بلکہ رشتہ طے ہی عورتیں کرتی ہیں۔ دلیل کیا ہے کہ بہو گھر آکر رہے گی تو ساس کے ساتھ ہی، جب انہیں ایک ساتھ رہنا ہے اور زندگی اکٹھے گذارنی ہے تو بہو کا انتخاب بھی ساس ہی کرے۔ خوب! پہلے گھر میں ایک کم عقل تھی اب دو ہو گئیں "محبۂ دُنیا" "دُنیا کی بندی" پہلے ایک تھی اب دوسری بھی آگئی "یک نہ شد دو شد" کم عقلوں کے ووٹ جتنے زیادہ ہوں گے ان کی تعداد جتنی بڑھے گی گھر میں فتنہ وفساد بھی اتنا ہی بڑھے گا۔ بہو کا انتخاب جب ساس کے ہاتھ میں آگیا تو وہ اپنے جیسی ہی ڈھونڈ کر لائے گی۔ باقی رہا یہ اشکال کہ ساس کو اگر اختیار نہیں دیتے اس کی مرضی کے بغیر ہی بہو لاتے ہیں تو ساس بہو کا نباہ کیسے ہوگا؟ آخر رہنا تو دونوں کو اکٹھے ہی ہے۔ اس منطق میں ذرہ برابر بھی وزن نہیں اس کا منشأ صرف مردوں کی بے عقلی ہے ان کے ذہنوں اور اعصاب پر چونکہ عورت ہی سوار ہے اس لیے عورت سے دبے رہتے ہیں اور ان کو اس قسم کی باتیں سوجھتی ہیں۔

اکبر دبے نہ تھے کبھی برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی نوج سے

اس "شہیدِ بیگم" کی عقل پر اگر بیگم کا تسلط نہ ہوتا اور بیگم کا جادو اس پر نہ چل گیا ہوتا تو ایک موٹی سی بات سوچتا کہ جب بہو کے انتخاب کا مکمل اختیار بیگم کو دے دیا اور وہ بہو بھی اپنی پسند کی گھر میں لے آئی تو اس کے باوجود دونوں میں لڑائی کیوں رہتی ہے؟ کیا آپ نے کبھی یہ بات سوچی؟ مرد بالکل اُلو بنے ہوئے ہیں، گھر کا پورا نظم عورتیں چلا رہی ہیں، رشتے بھی ان کی مرضی سے ہو رہے ہیں، بیگم صاحبہ چھانٹ چھانٹ کر اپنی مرضی کی بہو گھر میں لاتی ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں کی بنتی نہیں، ہمیشہ لڑائی رہتی ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سب کچھ بے دینی کا نتیجہ ہے اگر مرد عورتوں کے تابع بننے کی بجائے خود سوچ سمجھ کر رشتے کریں اور رشتہ کا معیار دینداری کو بنائیں، بہو بنانے کے لیے دین دار صالحہ کا انتخاب کریں تو گھروں میں کبھی بھی لڑائی کی نوبت نہ آئے مگر اب گھر گھر لڑائی ہے ساس کہتی ہے: "میں جب بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی اور اب جب میں ساس بنی تو بہو اچھی نہ ملی۔" واہ شیطان کی نانی! کیا کہنے تیرے تقدس اور تیری بزرگی کے۔ خود کو ایسی بزرگ اور ولیۃ اللہ سمجھ رہی ہے کہ جیسے عمر بھر کبھی اس سے کوئی قصور صادر ہوا ہی نہیں۔ جب بہو بن کر آئی تو ساس شریر تھی، ساس بہو کی لڑائی میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا، سارا قصور ساس کا تھا وہ اچھی نہیں ملی اور جب بوڑھی ہوگئی اور بہو گھر میں لائی تو اب بہو اچھی نہیں ملی، اب جو بہو سے لڑائی رہتی ہے تو اس میں سارا قصور بہو کا ہے۔ یہ دونوں صورتوں میں ولیۃ اللہ ہے اس کی ساس اور بہو دونوں مجرم، یہ اکیلی درمیان میں پارسا۔ جن لوگوں نے اپنے اہم معاملات بالخصوص رشتوں اور خریداری کے معاملات عورتوں کے سپرد کر رکھے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ بہو جب گھر آئے تو لڑائی جھگڑا نہ ہو مگر آخر پھر بھی لڑائی جھگڑے سے جان کیوں نہیں چھوٹتی؟ گھر گھر لڑائیاں، مار پٹائی پھر طلاقوں پر طلاقیں کیوں ہو رہی ہیں؟ یہ سب کچھ

برداشت کررہے ہیں؟ اگر سوچیں تو پتا چلے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل نہیں کررہے۔ اگر سیدھے سیدھے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر، ان کے احکام پر عمل کریں تو کام بنے۔ مگر آج کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد تو ہے ہی نہیں، سمجھتے ہیں کہ شیطان کی ہدایت پر عمل کریں گے تو کام بنے گا۔

لڑکی دیکھنے عورتیں جائیں:

رشتہ کا مسئلہ یوں تو مرد خود طے کریں مگر چونکہ مرد لڑکی کو دیکھ نہیں سکتے لہٰذا یہ کام عورتیں کریں۔ کچھ سمجھ دار عورتیں جا کر لڑکی کی شکل وصورت کو دیکھ لیں اور دوسرے کوائف معلوم کرلیں۔[1] لڑکی دیکھنے کے بعد آگے فیصلہ مردوں پر چھوڑ دیں بالخصوص لڑکی کے عقائد اور اس کے دینی حالات مرد خود معلوم کریں یوں شادیوں میں خیر وبرکت ہوگی۔ گھروں میں امن وسکون اور محبت ومودت کی فضا ہوگی، لڑائی جھگڑے مٹ جائیں گے طلاقوں کی نوبت نہیں آئے گی۔ مگر یہ کام کرے کون؟ یہ کام تو ہے اللہ کے بندوں کا اور آج کل کے مرد ٹھہرے عورتوں کے بندے۔ یہ عورتوں کی بندگی سے کیسے آزاد ہوں؟ انہوں نے عورتوں کی بندگی اختیار کی اور عورتیں ہیں دُنیا کی بندیاں۔

عورتوں کے بَندے:

اس موضوع پر پہلے بھی ایک بار بیان کیا تھا اور کیسٹ تیار ہوئی تھی اس کا عنوان تھا ''عورتوں کے بَندے'' ایک عورت نے مجھے فون پر بتایا کہ میں یہاں کتاب گھر کے سامنے سے گذری تو اس کیسٹ پر نظر پڑگئی، انسان کے دل ودماغ میں جو بات گھسی ہوئی ہوتی ہے اسے آنکھوں سے وہی نظر آتی ہے، کیسٹ پر تو لکھا تھا ''عورتوں کے بَندے'' یعنی ان کے تابع اور غلام، مگر یہ سمجھی، ''عورتوں کے بُندے'' یعنی عورتوں کی

۱- منگنی کے وقت لڑکے کو لڑکی دکھانا جائز نہیں، اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۸ اور کیسٹ ''لڑکی دکھانا'' میں ہے۔

بالیاں، خوش ہو کر اس نے وہ کیسٹ خرید لی۔ جب گھر جا کر سنی تو معلوم ہوا کہ ''بندے'' نہیں ''بندے'' ہے، یہ اس نے خود بتایا۔ خیر! غنیمت ہے اس بہانے کیسٹ سن تو لی، اللہ تعالیٰ حبِ دُنیا کے مرض سے نجات عطاء فرمائیں۔

عورتوں میں حبِ مال و جاہ:

عورتوں میں حبِ مال اور حبِ جاہ کی بیماری تو ظاہر ہے۔ ان کے پاس کپڑے دیکھیں تو جوڑوں کے جوڑے اور اتنی کثرت سے کہ مہینوں بلکہ سالوں کبھی پہننے کی نوبت ہی نہیں آتی، کبھی پہنتی بھی ہیں تو دکھانے کے لیے جب بھی کسی تقریب میں جمع ہوتی ہیں تو کپڑے ہی دیکھتی دکھاتی رہتی ہیں گویا ان کا اجتماع ہی کپڑوں کی نمائش کے لیے ہوتا ہے۔ یہی حال زیوروں کا ہے۔ ایک دوسرے کے زیور دیکھ دیکھ کر نئے نئے نمونے بنواتی رہتی ہیں اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ شوہر کو اُلّو بنا دیتی ہیں، کیسے؟ اس کی تفصیل آج نہیں بتاتا پھر کبھی بتادوں گا، شوہر سمجھتا ہے کہ یہ ولیۃ اللہ ہے بس اس جیسی دانا اور سائنس دان اس دُنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ایک مطالبہ شوہر سے یہ بھی ہوتا ہے، صرف ہوتا ہی نہیں بلکہ منوالیتی ہے کہ اپنی پوری آمدن میرے ہاتھ میں دو۔ اپنے والدین کو، بہنوں کو، دوسرے رشتہ داروں کو کچھ دینا چاہو تو خود مت دو بلکہ میرے ہاتھ میں لا کر دو میں دوں گی۔ جتنی آمدن ہے وہ لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا کرو، خازنہ بلکہ ملکہ مجھے بنادو۔ باقی خرکار کے گدھے تم خود بنے رہو، سارا دن کماتے رہو اور کما کما کر میرے پاس لاتے رہو پھر جو کچھ کسی کو دینا ہو یا جہاں جہاں خرچ کرنا ہو وہ میں کروں گی تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے ذمہ بس یہی ایک کام ہے کہ صبح سے شام تک کماتے رہو۔ بات لمبی نہ ہو جائے یہیں اسے ختم کرتا ہوں۔

عورتوں کی خریداری:

ایک اور بات یاد آگئی اور اچھے موقع پر یاد آگئی۔ یاد کیا آگئی اللہ تعالیٰ یاد دلا دیتے

ہیں تاکہ سننے والوں کا فائدہ ہوجائے۔اس ہفتے کئی لوگوں نے ٹیلی فون پر ایک بات پوچھی کہ آج کل مردوں کو کپڑا خریدنا تو آتا ہی نہیں اس لیے اگر خواتین کپڑا خریدنے کے لیے پردے کے ساتھ بازار چلی جائیں اور وہاں ایک طرف ہی باپردہ بیٹھی رہیں یا گاڑی سے ہی نہ نکلیں اس کے اندر ہی بیٹھی رہیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے دکان سے کپڑے لالاکرانہیں دکھادیے جائیں اور وہ خرید لیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ اگر مرد خرید کر لاتے ہیں تو کپڑا بالکل بے کار ہوتا ہے اور بہت مہنگا بھی۔ وہ پیسہ ضائع کر کے آجاتے ہیں۔ان کو کسی چیز کا تجربہ نہیں کچھ خریدنا نہیں آتا۔دو تین روز قبل جوتے کے بارے میں بھی پوچھا گیا کہ کسی عورت کو جوتا خریدنا ہو تو کیا کرے؟ جوتوں کی دکان پر جائے بغیر چارہ نہیں، اگر گھر بیٹھے جوتا منگوالیں تو ایک تو وہ پاؤں سے چھوٹا بڑا ہوسکتا ہے، اسے تبدیل کروانے کے لیے بار بار دکان کے چکر لگانے پڑیں گے۔دوسرے یہ کہ اگر پورے ناپ کا ہو تو پسند ناپسند کا مسئلہ باقی رہتا ہے، اس لیے اگر پردے میں عورت بازار چلی جائے اور پورے ناپ اور اپنی پسند کا جوتا خرید لائے تو کیا یہ درست ہے؟ اس کا جواب اچھی طرح سمجھ لیں۔دین دار لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال آتے ہوں گے۔رات ایک قاری صاحب نے ٹیلیفون پر یہ مسئلہ پوچھا۔صرف قاری صاحب ہی نہیں ماشاء اللہ! عالم بھی ہیں اور حاجی بھی اور دارالافتاء سے بھی ان کا تعلق ہے، اس لیے میں نے ان کی رعایت کی ٹیلیفون پر بات کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت تین منٹ دیتا ہوں مگر ان کو زیادہ وقت دے دیا کہ اچھی طرح سمجھ جائیں۔اگر عالم سمجھ جائے تو پوری دُنیا ٹھیک ہوجائے۔جو باتیں ان کو سمجھائیں وہی آپ کو بھی سمجھانا چاہتا ہوں یہ کیسٹ بھی محفوظ کرلیں اور زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں، اب نمبروار یہ باتیں سن لیجیے:

① عورتوں کا یہ فیصلہ کہ مرد کچھ جانتے ہی نہیں، کپڑا خریدنا یا جوتا خریدنا تو عورتوں کا کام ہے۔ان کا یہ فیصلہ درحقیقت ایک دوسرے فیصلے کے تابع ہے جو پہلے ہی ہوچکا

ہوتا ہے اور وہ یہ کہ شوہر بیوی کا اس پر اتفاق اور اجماع ہوتا ہے کہ شوہر بے وقوف ہے اور بیوی عقل مند۔ یہ فیصلہ پہلے ہی آپس میں ہو جاتا ہے بلکہ جیسے ہی لال جوڑا پہنا کر گھر لائے اسی وقت یہ فیصلہ ہو گیا کہ بیگم صاحبہ بہت عقل مند ہیں اور شوہر صاحب بہت بے وقوف، اس نسبت سے میں نے ان کو خطاب یہ دیا ہے کہ وہ ''سلطانہ'' ہے اور یہ ''اُلّو'' پہلے دن سے ہی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور دونوں اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ بیگم صاحبہ سلطانہ ہیں اور یہ اُلّو، انہیں کچھ معلوم نہیں، کسی چیز کا تجربہ نہیں، بازار جا کر پیسے ضائع کر کے آ جاتے ہیں۔ لہٰذا پہلی بات یہ کہ یہ اجماعی فیصلہ جو دماغوں میں راسخ ہو چکا ہے اسے بدلیں۔ آپ کا یہ فیصلہ بالکل غلط ہے اور ایسی سوچ فطرت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں، ان کی عقل اور قوت فیصلہ عورتوں سے زیادہ ہے۔'' مگر آپ کے دماغ پر عورت سوار ہے، آپ نے پہلے سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ عورت کی عقل زیادہ ہے۔ یہ بات دماغ سے نکال دیں۔ آپ بازار جا کر خریداری کر کے دیکھیں آہستہ آہستہ آپ کو پتا چل جائے گا کہ آپ میں عقل و شعور عورت سے زیادہ ہے مگر آپ اس کے لیے تیار تو ہوں، بیگم نے تو یہ سبق پڑھا رکھا ہے اور ذہن میں بٹھا دیا ہے کہ آپ میں خریداری کا شعور نہیں یہ کام ہم ہی کر سکتے ہیں۔ یہ غلط بات ذہن سے نکال دیں یہ کئی خرابیوں کی جڑ ہے۔

② جیسا کیسا کپڑا آپ خرید کر بیگم کے حوالہ کر دیں، اگر اس نے قبول کر لیا تو ٹھیک ورنہ اس کے سامنے جلا دیں اور یہ کہیں کہ یہ تو گیا اب دوسرا نہیں آئے گا۔ یہ بیگمات کے دماغ درست کرنے کا بہت مجرب نسخہ ہے۔ میرے بتانے سے پہلے ہی بعض لوگوں نے اس کو آزما کر دیکھا ہے ایک شخص کا دارالافتاء سے کچھ تعلق تو ہے مگر بہت زیادہ آمد و رفت نہیں بحمد اللہ تعالیٰ انہیں دور ہی سے دارالافتاء کا مصالحہ لگ گیا، انہوں نے مجھے فون پر بتایا کہ ''میں نے کپڑا بازار سے خرید کر بیگم صاحبہ کے سامنے رکھا تو وہ کہتی ہیں کہ آپ کیسا کپڑا لائے ہیں یہ تو ٹھیک نہیں، میں نے اس کے سامنے رکھ کر جلا دیا اور

یہ بھی بتادیا کہ خبردار! اب دوسرا کپڑا بھی نہیں آئے گا۔‘‘ اس نسخہ پر کوئی ایک بار عمل کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سب بیگمات کے دماغ صحیح ہوجائیں گے، ان کے دماغ تو خود خراب کیے ہیں ان کے سامنے اُلّو بن کر۔

③ بیگم کو بازار نہ لے جائیں بلکہ خود دکان سے مختلف قسم کے کپڑے لے کر گھر لے جائیں اور اس کو دکھادیں کہ کون سا پسند ہے؟ اگر کوئی دکان دار واقف ہے تو وہ آپ کو زیادہ کپڑا دے دے گا اور اگر واقف نہیں ہے تو نمونہ تو تھوڑا تھوڑا دے ہی دے گا، نمونہ جا کر دکھادیں پھر پسند کروا کر وہ لے دیں، یہ طریقہ بھی دراصل صحیح نہیں، اس میں بھی آپ کو چکر کاٹنے پڑیں گے۔ بیگم صاحبہ آپ کو اتنے چکر دلوائیں گی کہ کولھو کے بیل سے بھی زیادہ، آپ کو ’’گھن چکر‘‘ بنادیں گی۔ دو تین قسم کا کپڑا لے جا کر آپ نے دکھایا مگر وہ کہیں گی یہ نہیں چاہیے بلکہ اس کا تو پھول ایسا ہونا چاہیے اور رنگ بھی ایسا ایسا چاہیے، کپڑے کی زمین ایسی ہونی چاہیے، یہ پھول ذرا سا بڑا ہوگیا۔ پھر جاؤ اور چھوٹے پھول والا لاؤ، پھر جاؤ، پھر جاؤ۔ ایک کپڑا خریدنے کے لیے بیس چکر لگوائیں گی، یہ تو میں نے بتادیا کہ بیگمات کو بازار لے جانے کی بجائے یہ بھی ایک طریقہ ہوسکتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ گھروں میں کپڑے لا لا کر دکھا دکھا کر دن بھر چکر کاٹتے رہیں، ایک دکان کی طرف دوسرا گھر کی طرف، پھر دکان کی طرف پھر گھر کی طرف بس سارا دن انہی چکروں میں رہ جائیں، یہ طریقہ بھی صحیح نہیں، صحیح طریقہ وہی ہے جو پہلے بتا چکا ہوں، ایک طریقہ اور ہے وہ بھی سن لیجیے۔

④ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے اپنے خاندان میں بلکہ سب نیک گھرانوں میں یہ طریقہ دیکھتے آرہے ہیں۔ نیک گھرانوں کی کیا خصوصیت، عام گھرانوں میں بھی جو زیادہ متقی پارسا نہیں تھے عورتوں کے کپڑے وغیرہ خریدنے کا بچپن سے یہی دستور دیکھتے آئے ہیں۔ اس کے خلاف کرتے بہت کم دیکھا یا سنا۔ جو لوگ اس کے خلاف کرتے اور عورتوں کو بازار لے جاتے تھے ان سے متعلق عام تأثر یہی تھا کہ یہ تو بڑے

دیوث، بے دین اور بدمعاش قسم کے لوگ ہیں۔ سب لوگ ان کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے کہ دیکھو یہ کیسے آوارہ لوگ ہیں، عورتوں کو بازار میں لیے پھرتے ہیں۔ خریداری کا یہ جو طریقہ بتا رہا ہوں یہ صرف دین دار گھرانوں کا ہی امتیاز نہیں بلکہ اکثر مُسلمانوں میں رائج تھا اور جو اس کے خلاف کرتے تھے انہیں دیوث بے دین اور آوارہ تصور کیا جاتا تھا۔

اب سنیے وہ طریقہ:

بیوی کپڑے کے بارے میں چھ باتیں بتادے:

① کپڑے کی قسم، مثال کے طور پر جارجٹ کپڑا چاہیے، جارج بھی ہو جٹ بھی ہو، دونوں باتیں ہوں۔ جارج کو جٹ سے ملانے کے لیے درمیان والی جیم کو حذف کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بیگم صاحبہ ''جارج'' ہیں اور شوہر ''جٹ''

② رنگ مثلاً لال رنگ چاہیے۔

③ پھولدار ہو یا سادہ۔

④ پھول کا رنگ کیا ہو اور کپڑے کی زمین کا رنگ کیا ہو۔

⑤ پھول بڑا ہو یا چھوٹا یا درمیانہ۔

⑥ کتنے میٹر۔

جب وہ یہ سب باتیں بتادے تو آپ بازار جا کر دیکھیں اس قسم کا کپڑا اگر مل گیا تو لا کر دے دیجیے اور نہیں ملا تو بتا دیجیے کہ بیگم صاحبہ! سلطانہ صاحبہ! جیسے آپ نے فرمائش کی تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی ہاں اس سے ملتا جلتا ایک کپڑا مل گیا ہے، اس کی کترن لایا ہوں۔ بس ایک بار لیجائیے اگر سلطانہ صاحبہ راضی ہو گئیں تو ٹھیک ہیں اور اگر دوبارہ کہا کہ نہیں یہ تو پسند نہیں تو کہہ دیجیے بس یہی کپڑا تھا جو تمہیں دکھا دیا اور ہے ہی نہیں اگر یہ پسند نہیں آتا تو اس سے اچھے کپڑے کی امید چھوڑ دو، ہاں! معمولی لٹھا لا کر دے دیں گے وہ پہن لو کوئی بات نہیں۔

جوتے کی خریداری کا مسئلہ تو بہت ہی آسان ہے۔ جوتوں کے نمبر تو چلے ہوئے ہیں، نمبروں سے جوتے کی پیائش کا پتا چل جاتا ہے مختلف کمپنیوں کے نمبروں میں جو فرق ہے وہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ فلاں کمپنی کا نمبر کچھ بڑا ہوتا ہے فلاں کا کچھ چھوٹا بس جوتے کا نمبر معلوم کرلیں اور کچھ نمونہ بھی، گھر میں کس نمبر کا جوتا استعمال ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہوتا ہے۔ مزید احتیاطاً پوچھ بھی لیں، پھر کسی دھاگے سے جوتے کا تلا ناپ لیں۔ دھاگا بازار لے جائیں، دکان دار سے کہیں کہ فلاں کمپنی کا فلاں نمبر کا اور ایسے ایسے نمونے کا جوتا چاہیے۔ نکلوا کر دیکھ لیں پھر اس کا تلا بھی دھاگے سے ناپ لیں ساتھ دکان دار سے یہ بھی کہہ دیں کہ اگر ذرا چھوٹا بڑا ہوا تو پھر آکر تبدیل کروالیں گے۔ بدلنے پر تو دکان دار راضی ہوجاتے ہیں بلکہ کچھ تعلق ہو تو واپس کرنے پر بھی راضی ہوجاتے ہیں ورنہ بدلنے پر تو سب ہی راضی ہوجاتے ہیں۔

میرا ذاتی معمول:

میرا اپنا بھی یہی معمول رہا جب تک میں بازار میں جاتا تھا اہلیہ اور بچوں کے کپڑے خود خرید کر لاتا تھا، اور یہی طریقہ اختیار کرتا کہ اہلیہ سے پوچھ لیا کیا چاہیے اور کس قسم کی چیز چاہیے اولاً تو ہمارے ہاں بحمد اللہ تعالیٰ زیادہ کپڑے منگواتے ہی نہیں جتنے کی ضرورت ہوتی ہے بس اس سے زیادہ نہیں منگواتے اور جب ضرورت پیش آئی تو بتادیا کہ ایسا ایسا کپڑا اتنے میٹر چاہیے۔ بس گئے اور لے آئے، پوری زندگی میں کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے کہا ہو کہ یہ کپڑا صحیح نہیں بدل کر دوسرا لائیے۔ زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا اور اب جب باہر جانا چھوڑ دیا ہے کام کرنے والے دوسرے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ نے دیدیے ہیں تو کسی سے ایک بار کہہ دیا کہ ایسا ایسا کپڑا چاہیے، ایسا رنگ اور ایسا پھول ہو یا بغیر پھول کے چاہیے، وہ لے آئے بس قصہ ختم۔ بار بار تو کیا ایک بار بھی واپس کرکے دوسرا نہیں لینا پڑا۔

جوتا خریدنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ نمبر بتادیا کہ فلاں کمپنی کا جوتا ہو اور اس نمبر کا، احتیاطاً مزید کچھ سمجھا دیا کہ نرم ہو یا سخت اور یہ کہ لیتے ہوئے دکان دار سے کہہ دیں کہ چھوٹا بڑا ہوگیا تو تبدیل کرلیں گے۔

بچپن سے جب سے ہم نے ہوش سنبھالا عورتوں کے لیے خریداری کا یہی طریقہ دیکھتے آئے ہیں اور اس میں دین داروں یا اہل تقویٰ اور اہل احتیاط کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ بلاامتیاز سب لوگوں میں یہی دیکھا اور یہی سنا، اگر کہیں یہ بات سننے میں آئی کہ فلاں شخص اپنی بیوی کو دکان پر لے گیا تو لوگ اس کو دیوث، بدمعاش اور آوارہ کہتے تھے لیکن آج کل یہ قصہ ہوگیا ہے کہ اچھے اچھے عالم اچھے اچھے صوفی اور شیخ وقت بھی بیگمات کو گاڑیوں میں بٹھا کر بازار لے جاتے ہیں وہاں پر بیگم صاحبہ تو گاڑی میں بیٹھی رہتی ہیں، اور یہ تھان دکھا دکھا کر اس کی پسند معلوم کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دکان دار ہمارا واقف ہے اپنا دوست ہے اس لیے بیگم صاحبہ کو دکان کے اندر لے جاتے ہیں ان کو ذرا ایک طرف کونے میں بٹھا کر دکھاتے ہیں پھر وہ پسند کرتی ہیں، یہ اُلّو اس کا خادم بن کر خوش ہو رہا ہے کبھی کوئی تھان اُٹھایا کبھی کوئی تھان۔ وہ سلطانہ نمبر لگاتی جاتی ہیں یہ نہیں دوسرا لاؤ، دوسرا نہیں تیسرا لاؤ، یہ بھی واپس کرو اور لاؤ، اس میں پتی ٹھیک نہیں، اس کا رنگ ٹھیک نہیں، بیگمات نے سوار رہنے کے لیے ان کو ایسا اُلّو بنادیا ہے کہ جب چاہیں سر پر کر چھلی چلادیں اور یہ اُف بھی نہ کرسکیں۔

شوہر کو تابع کرنے کا نسخہ:

نئے زمانے کے ساتھ نئی عورتوں نے شوہر کو تابع کرنے کا بہت عجیب التاثیر نسخہ ایجاد کیا ہے، بحمد اللہ میں زمانے کے حالات سے بخوبی واقف ہوں، نسخہ ایسا ایجاد کیا ہے کہ شوہر ذرہ برابر بھی کہیں ادھر ادھر ہلنے نہ پائے، کسی بات پر اُف تک نہ کرسکے، مکمل طور پر تابع بن کر رہے، اپنی مرضی کو بیوی کی مرضی میں فناء کردے، شوہر کو مسخر کرنے کے

اس نسخہ کیمیا تاثیر کے دو جز ہیں:

① شادی ہوتے ہی بیوی فوراً یہ مطالبہ کرے کہ آیئے سیر کو چلیں۔

بیگم کا پہلا مطالبہ یہی ہوتا ہے باہر نکلیں اور سیر کو چلیں۔ وہ شوہروں کو پاگل تو سمجھتی ہی ہیں اس لیے ہر مطالبہ منوا لیتی ہیں۔

ایک لڑکے کی شادی ہوئی تو بیگم نے زندگی بھر اپنے تابع بلکہ گدھا بنا کر رکھنے کے لیے پہلا مطالبہ یہی رکھ دیا کہ سیر کو چلیں۔ دولہا صاحب نے یہ قصہ مجھے خود بتایا کہ شادی ہوتے ہی وہ سیر پر اصرار کرنے لگی۔ پھر سیر کے لیے جائیں بھی کہاں؟ ''ہاکس بے'' حماقت دیکھیں کہ فون پر خود بتایا کہ ''میں بیگم صاحبہ کو لے کر ہاکس بے جا رہا تھا، گاڑی بہت تیز چلا رہا تھا بیگم صاحبہ ساتھ والی نشست پر بیٹھی تھیں، (بغل میں سلطانہ بیٹھی ہے اور ساتھ سلطانہ کا ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہے) گاڑی بہت تیزی میں جا رہی تھی بیگم نے (عشق کی مستی میں) ایک دم اسٹیرنگ پکڑ کر ایک طرف گھما دیا۔ آگے کھڈا تھا گاڑی دور تک کھڈے میں لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ اس نے کئی قلابازیاں کھائیں اور میاں بیوی دونوں کو چوٹیں آئیں۔

یہ باتیں وہ خود بتا رہا ہے۔ اب کیا سمجھایا جائے ایسی قوم کو؟ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر احمق ہیں۔

② پہلی ہی بار صحبت کے بعد اپنے پیشاب کی بوتل شوہر کو تھما دیتی ہیں اور حکم دیتی ہیں: ''چلو! لیبارٹری سے ٹیسٹ کروا کر لاؤ کہ حمل ٹھہر گیا یا نہیں۔'' شوہر صاحب اُلو بنے ہوئے ہیں بیگم کے پیشاب کی بوتل اُٹھائے لیبارٹریوں کے چکر لگا رہے ہیں، پھر الٹرا ساؤنڈ کے چکر چلاتی ہیں، چکروں پر چکر۔

یہ ہیں بیویوں کے بندے! بیویاں جیسے چاہیں ان کو استعمال کریں۔ یہ باتیں یاد رکھیں۔ بعض لوگوں کی شادیاں ہونے والی ہیں انہیں پہلے سے حالات کا مقابلہ کرنے، دُنیا و آخرت کی رُسوائی سے بچنے، پریشانیوں میں مبتلا ہونے اور پوری زندگی تباہ کرنے

سے بچانے کے لیے تیار کر رہا ہوں جن کی شادیاں ہو چکی ہیں ان پر تو یہ حالت گذر ہی چکی ہوگی، جن کی شادیاں نہیں ہوئیں ان پر یہ وقت آنے والا ہے وہ سوچ لیں اور تیار رہیں۔

استشارہ کے بیان کے ضمن میں عورتوں سے متعلق یہ مفصل بیان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

استخارہ کی اہمیت:

اب استخارہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنیے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو استخارہ اتنی اہمیت سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے:

① **عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلها کما یعلمنا سورۃ من القرآن، الحدیث** (ترمذی ص ۱۰۹ ج ۱)

② **من شقوۃ ابن آدم ترکه استخارۃ اللہ** (مجمع المسانید لابن کثیر ج ۵ رقم ۳۲۴۱ والترغیب والترهیب ص ۴۷۹ ج ۲)

''اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرنا انسان کے لیے بدبختی کی بات ہے۔''

③ **ماخاب من استخار و ماندم من استشار**[1] (طبرانی)

استخارہ کے خود ساختہ طریقے اور ان کے مفاسد:

اس زمانے کے مُسلمانوں نے استخارہ کے کئی ایسے طریقے خود گھڑ لیے ہیں جن کا طریقہ مسنونہ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کا طریقہ بیان فرمایا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول

۱۔ اس روایت کی تحقیق استشارہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔

کے ذریعے بندوں تک پہنچایا مگر بندوں نے یہ قدر کی کہ اسے پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے کئی طریقے ایجاد کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو استخارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی اُمّت کو سکھایا اور ایسے اہتمام سے سکھایا جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

مگر آج کے مُسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقے کے مقابلہ میں اپنی پسند کے مختلف طریقے گھڑ لیے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر اعتماد نہیں۔

ایک مولوی صاحب نے مجلس میں استخارہ کے ایک ایسے ہی طریقہ کی تعریف شروع کر دی، کہنے لگے کہ بہت ہی زبردست قسم کا استخارہ ہے۔ دو رکعت نفل کی نیت باندھیں پھر سورہ فاتحہ پڑھیں جب "**اهدنا الصراط المستقيم**" پر پہنچیں تو اسی کو بار بار لوٹاتے رہیں، آگے مت پڑھیں۔ اگر وہ کام آپ کے حق میں مفید ہوگا تو پڑھتے پڑھتے آپ خود بخود دائیں جانب کو گھوم جائیں گے اور اگر مضر ہوگا تو بائیں جانب کو گھوم جائیں گے۔ بس آپ کا استخارہ ہوگیا۔ میں نے کہا مولانا صاحب! آپ جس استخارہ کو بہت ہی زبردست کہہ رہے ہیں اس میں ایک نہیں کئی خرابیاں ہیں:

پہلی خرابی، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ:

اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں خود ساختہ طریقہ اختیار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے علم پر اپنے علم کو ترجیح دینا ہے، یہ تو کفر ہے۔

دوسری خرابی، ترک سنت:

شیطان مُسلمان سے سنت چھڑوا کر اس کے مقابلہ میں جو بات دل میں ڈالتا ہے شیطان کے بندوں کے نزدیک تو وہ زبردست ہی ہوتی ہے اس میں کیا شک ہے۔ مگر

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے اس کی حیثیت ایک تنکے کے برابر بھی نہیں:

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا (۴-۷۶)

''بے شک شیطان کی تدبیر بہت ہی ضعیف ہے۔''

شیطان جو بات دل میں ڈالتا ہے ساتھ یہ بھی سمجھاتا ہے کہ یہ بہت ہی زبردست بات ہے۔ اتنی زبردست کہ رحمٰن کی بات سے بھی مقدم ہے۔ اس کے سامنے رحمٰن کی معاذ اللہ! کوئی حیثیت نہیں اس لیے اس کو پلے باندھ لو۔

تیسری خرابی، نماز کی بربادی:

مسئلہ تو یہ ہے کہ ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' کو اگر جان بوجھ کر دوبار پڑھ لیا جائے تو گناہ بھی ہوگا اور نماز بھی واجب الاعادہ ہوگی۔ ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' جب ایک بار پڑھ لیا تو آگے پڑھنا واجب ہے پھر فاتحہ کے بعد متصل سورہ کا ملانا واجب ہے اگر یہ استخارہ کرنے والا جان بوجھ کر اس آیت کو دُہرائے گا تو اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی لہٰذا یہ دو رکعتیں بعد میں لوٹائے اور جان بوجھ کر نماز خراب کرنے کا جو گناہ ہوا اس سے توبہ بھی کرے۔ جو شخص گناہ کا کام کر کے یہ امید رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس میں خیر عطاء فرمائیں گے وہ خود سوچے کہ اللہ کی نافرمانی میں خیر کہاں سے آگئی؟

چوتھی خرابی، نماز سے مذاق:

اس کا شروع ہی سے ارادہ ہے کہ دو رکعت نفل نہیں پڑھ رہا بلکہ ایسے ہی نیت باندھ کر نماز کی صورت بنائی ہے تو یہ نماز جیسی اہم عبادت کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ یہ شخص نماز پڑھنا نہیں چاہتا صرف ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' بار بار پڑھنے کے لیے نماز کی صورت بنا کر کھڑا ہو گیا ہے نماز پڑھنا مقصد نہیں اور اگر واقعۃً نماز ہی کی نیت باندھی تو چونکہ دائیں بائیں گھومنے سے نماز ٹوٹ جائے گی لہٰذا نماز شروع کر کے توڑنے کا گناہ الگ رہا، نہ بھی گھومتا تو بھی نماز واجب الاعادہ تو ہو ہی گئی تھی مگر یہ گھوم کر نماز کو بالکل ہی توڑ دیتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر ان مولوی صاحب نے یا کسی دوسرے صوفی صاحب نے اس کا تجربہ بھی کیا ہو اور وہ واقعۃً گھوم جاتے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ گھومنے کی بات کر رہے ہیں اگر یہ صاحب آسمان پر ہی کیوں نہ چڑھ جائیں تو جو بات شریعت کے خلاف ہے اسے ہم بہرحال خلاف شرع ہی کہیں گے اور یہی کہیں گے کہ اس میں گناہ ہے اس میں برکت نہیں ہو سکتی۔ دجال کیسے کیسے کرتب دکھائے گا مگر ان شعبدہ بازیوں سے وہ اللہ تھوڑا ہی بن جائے گا دجال کا دجال ہی رہے گا۔ کوئی کرتب یا شعبدہ دکھا دینا سچائی کا معیار نہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" پڑھتے پڑھتے صوفی صاحب واقعۃً گھوم جاتے ہیں تو بھی اس سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ یہ استخارے کا صحیح طریقہ ہے اور اس میں برکت ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ شیطان کا بتایا ہوا ہے تو شیطان سے کیا بعید ہے کہ وہ الوہیت اور قدرت جتانے کے لیے صوفی صاحب کو کندھوں سے پکڑ کر گھما دیتا ہو۔ گردن سے پکڑ کر کبھی دائیں جانب گھما دیا ہو کبھی بائیں جانب تاکہ شیطان کی بات پکی ہو جائے۔ شیطان کے لیے گھمانا کیا مشکل ہے۔ اس نے گھما دیا اور یہ صوفی صاحب بھی خوش ہو گئے کہ کام بن گیا۔

تیسری بات یہ کہ جب وہ کھڑے ہو کر مسلسل "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی رٹ لگاتا رہے گا تو گھنٹہ دو گھنٹہ گزرنے پر ویسے ہی دماغ چکرا جائے گا اور کبھی دائیں جانب چکر کھانے لگے گا کبھی بائیں جانب اور اس تھکاوٹ کے چکر کو ہی استخارہ کی کرامت سمجھنے لگے گا۔

چوتھی بات یہ کہ جو چیز انسان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا نفسیاتی اثر بھی ہوتا ہے۔ جب اس کے ذہن میں پہلے ہی سے یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ استخارہ کی برکت سے مجھے ایک طرف چکر آئے گا اور میں گھوم جاؤں گا تو اس تخیل کے اثر سے وہ خود بخود گھوم سکتا ہے۔

یہ تو ایک استخارہ بتادیا اور بھی اس قسم کے کئی استخارے اور مختلف اعمال ہیں جو جاہل صوفیوں نے گھر بیٹھے بنالیے ہیں۔ لوگوں کو بھی اتباع شریعت کی بجائے انہی اعمال میں مزا آتا ہے۔

ایک بات یہ بھی سمجھ لیجیے کہ میں جو غلط بات اور بدعات پر ٹوکتے ہوئے کبھی صوفیوں کا نام لے دیتا ہوں ان سے مراد آج کل کے بگڑے ہوئے جاہل اور مبتدع صوفی ہیں، صحیح صوفی تو اللہ والے ہوتے ہیں۔

اس وقت صرف ایک استخارے کا حال بتایا ہے مزید نہیں بتاتا کہیں آپ لوگ سیکھ جائیں اور گھروں میں جا کر شروع کردیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے استخارے پر عمل کیا کریں۔ شیطان ایسا ہوشیار ہے ایسا ہوشیار کہ اگر کوئی اللہ کا کام شروع کرنے لگے تو اولاً تو کرنے ہی نہیں دیتا اور اپنی طرف مائل کرتا ہے کہ میرا کام کرو اور اگر کوئی اللہ کا کام شروع بھی کرلے تو یہ مردود اس کام کو خالص نہیں رہنے دیتا اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ پیوند ضرور لگا دیتا ہے۔

استخارہ کا طریقۂ مسنونہ:

سنت کے مطابق استخارہ کا سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد استخارہ کی دعاء پڑھیں بس۔ دعاء کے جتنے الفاظ ہیں وہی اس سے مطلوب و مقصود ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری عاجلہ واجلہ فاصرفہ عنی

واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ.

عربی الفاظ زبان سے اداء کرتے وقت ان کے معنیٰ ومطلب بھی ذہن میں رکھیں بالخصوص آخری جملوں کے معنیٰ کہ یا اللہ! یہ کام جس کے لیے میں استخارہ کررہا ہوں تیرے علم میں میرے دین کے لیے دُنیا کے لیے حال میں بھی مستقبل میں بھی تیرے علم میں اگر نافع ہے تو میرے لیے مقدر فرما، آسان فرما اور اس میں برکت عطاء فرما اور اگر یہ کام میری دُنیا میں یا میرے دین میں مضر ہے۔ تو تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے، یعنی کرنا چاہوں تو بھی نہ ہو، اسباب سوخت فرما دے، کام نہ ہوسکے، اور جہاں کہیں بھی خیر ہو میرے لیے مقدر فرما پھر مجھے اس پر رضا عطاء فرما۔ بس استخارہ کی حقیقت اتنی سی ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر دعاء مانگ لی، پھر آگے جو کچھ ہوگا اسی میں خیر ہے۔ کام ہوگیا تو خیر نہیں ہوا تو خیر۔ جدھر کو دل کی توجہ جائے اور جس کے اسباب پیدا ہورہے ہوں یقین کرلیں کہ یہی میرے لیے بہتر ہے، اور اگر دل کی توجہ ہٹ گئی یا اسباب پیدا نہیں ہوئے یا اسباب موجود تھے مگر استخارہ کے بعد ختم ہوگئے کام نہیں ہوسکا تو اطمینان رکھے اللہ پر یقین رکھے کہ اس میں میری بہتری ہوگی۔ اپنی طبیعت بہت چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ میرے نفع ونقصان کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں اس طرح سوچنے سے اطمینان ہوجائے گا، اگر دل کا رجحان کسی جانب نہ ہو تو صرف اسباب کے پیش نظر جو فیصلہ بھی کرلے گا اسی میں خیر ہوگی، اگر استخارہ کے بعد کوئی نقصان ہوگیا تو یہ عقیدہ رکھے کہ استخارہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا نقصان پہنچا کر کسی بڑے نقصان سے بچالیا۔ استخارہ کی دعاء میں دین کا ذکر پہلے ہے اور دُنیا کا بعد میں اس لیے کہ مسلمان کا اصل مقصد دین ہے دُنیا تو دین کے تابع ہے۔

استخارہ میں پیوند کاری:

اب دیکھیے یہ کس قدر آسان کام ہے مگر اس میں بھی شیطان نے کئی پیوند لگادیے

ہیں۔ پہلا پیوند یہ کہ دو رکعت پڑھ کر کسی سے بات کیے بغیر سو جاؤ۔ سونا ضروری ہے ورنہ استخارہ بے سود رہے گا۔ دوسرا پیوند یہ لگایا کہ لیٹو بھی دائیں کروٹ پر۔ تیسرا یہ کہ قبلہ رو لیٹو۔ چوتھا پیوند یہ لگایا کہ لیٹنے کے بعد خواب کا انتظار کرو، استخارہ کے دوران خواب نظر آئے گا۔ پانچواں پیوند یہ لگایا کہ اگر خواب میں فلاں رنگ نظر آئے تو وہ کام بہتر ہوتا ہے، فلاں نظر آئے تو وہ بہتر نہیں۔ چھٹا پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں کوئی بزرگ آئے گا بزرگ کا انتظار کیجیے کہ وہ خواب میں آکر سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بزرگ کون ہوگا، کیسا ہوگا؟ اگر شیطان ہی بزرگ بن کر خواب میں آجائے تو اس کو کیسے پتا چلے گا کہ یہ شیطان ہے یا کوئی بزرگ؟

یاد رکھیے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی حدیث سے ثابت نہیں۔ بس یہ باتیں لکھنے والوں نے کتابوں میں بغیر تحقیق کے لکھ دی ہیں، اللہ تعالیٰ ان لکھنے والے مصنفین پر رحم فرمائیں۔

کسی دوسرے سے استخارہ کروانا:

استخارہ کے باب میں لوگ ایک اور غلطی بھی کرتے ہیں اس کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ خود استخارہ کرنے کی بجائے دوسروں سے کرواتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت یہ ہے کہ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے۔ دوسروں سے کروانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لوگ یہ سوچ کر کہ ہم تو گناہ گار لوگ ہیں ہمارے استخارہ کا کیا اعتبار؟ اس لیے خود استخارہ کرنے کی بجائے فلاں بزرگ اور عالم سے یا کسی نیک آدمی سے کرواتے ہیں کہ اس میں برکت ہوگی، لوگوں کا یہ زعم اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار۔

رشتوں کے لیے استخارہ:

رشتہ کا معاملہ عام معاملات سے الگ ہے، یہ صرف اولاد کا کام نہیں بلکہ اس کے

والدین کا کام بھی ہے۔ صحیح رشتہ کا انتخاب والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے اوران کو سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں رشتہ کریں اس لیے بہتر یہ ہے کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہو وہ خود بھی استخارہ کرلیں اور اگر ان کے والدین زندہ ہوں تو وہ بھی کرلیں۔

گناہ گار استخارہ کیسے کریں؟

لوگوں کا یہ خیال کہ گناہ گار استخارہ نہیں کر سکتے دو وجہ سے باطل اور غلط ہے:

پہلی وجہ یہ کہ گناہوں سے بچنا آپ کے اختیار میں ہے۔ مسلمان ہوکر کیوں گناہ گار ہیں؟ گناہ صادر ہوگیا تو صدق دل سے توبہ کرلیجیے، بس گناہوں سے پاک ہوگئے، گناہ گار نہ رہے۔ نیک لوگوں کے زمرے میں شامل ہوگئے۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا، اب اللہ کی اس رحمت کی قدر کریں اور آئندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کریں۔

دوسری وجہ یہ کہ استخارہ کے لیے شریعت نے تو کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ استخارہ گناہ گار انسان نہ کرے کوئی ولی اللہ کرے، جو شرط شریعت نے نہیں لگائی آپ اپنی طرف سے کیوں بڑھاتے ہیں؟ شریعت کی طرف سے تو صرف یہ حکم ہے کہ جس کی حاجت ہو وہ استخارہ کرے خواہ وہ گناہ گار ہو یا نیک۔ جیسا بھی ہو خود کرے، پھر اس وقت کے جیسے عوام ہیں ویسے ہی ماشاء اللہ! بزرگ ہیں۔ عوام یہ کہتے ہیں کہ استخارہ کرنا بزرگوں کا کام ہے تو بزرگ بھی یہ سمجھنے لگے کہ ہاں یہ صحیح کہہ رہے ہیں، استخارہ کرنا ہمارا ہی کام ہے عوام کا کام نہیں، عوام کو غلطی پر تنبیہ کرنے کی بجائے خود غلطی میں شریک ہوگئے۔ ان کے پاس جو بھی چلا جائے یہ پہلے سے تیار بیٹھے ہیں کہ ہاں لائیں! آپ کا استخارہ ہم نکال دیں گے، استخارہ کرنے کو ''استخارہ نکالنا'' کہتے ہیں۔ سو جیسے آج کل کے عوام ہیں ویسے ہی ان کے بزرگ، جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ اس غلط روش کی

اصلاح فرض ہے۔

استخارہ کروانے کی خرابیاں:

کسی دوسرے سے استخارہ کروانے میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:

پہلی خرابی، شریعت کی مخالفت:

بزعم خود بزرگ ہو کر حکم شریعت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

دوسری خرابی، بزرگی کی بدنامی:

لوگوں نے بزرگوں کو بیگار کے طور پر استعمال کرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔ وہ بزرگوں سے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کوئی کام نہیں بس بے کار بیٹھے ہیں لہٰذا ان سے بیگار لو۔ اگر صحیح معنوں میں کوئی بزرگ ہو تو وہ دوسروں کے ہاتھوں اس طرح استعمال نہیں ہوگا۔ بلکہ کوئی بے کار سمجھ کر استخارہ کروانے آئے بھی تو وہ یہ جواب دے گا کہ میں تمہارے استخاروں کے لیے پیدا نہیں ہوا اپنے استخارے خود کرو۔

تیسری خرابی، من گھڑت استخارے:

یہ بزرگ عجیب عجیب استخارے نکالتے ہیں، اس کی کچھ تفصیل پہلے (عنوان ''استخارے کے خودساختہ طریقے اوران کے مفاسد'' کے تحت) بیان ہوگئی ہے۔ آج کل کے نام نہاد بزرگ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے استخارے واللہ اعلم کہاں سے نکالتے ہیں۔ پھر مخصوص طریقے سے اپنا کچھ حساب لگاتے ہیں پھر حساب کے نتیجے میں جو بات سامنے آتی ہے اسے پوچھنے والے پر لازم قرار دے دیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ نکال لیا ہے بس اب ایسے کرو اور ایسے کرو اس کے خلاف ہرگز نہیں کرنا ورنہ سخت نقصان ہوگا۔ حتیٰ کہ دُنیا میں بزرگ کہلانے والے بعض ایسے بھی ہیں جو کہ دلائل شرعیہ کے مقابلہ میں ناجائز کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اگر کوئی سمجھائے

کہ بزرگ صاحب یہ تو ناجائز کام ہے تو جواب دیتے ہیں کہ بس ہم نے استخارہ نکال لیا ہے گویا کسی کنویں یا دریا سے نکالا ہے، بہت محنت سے کھینچ کر نکالا ہے اس لیے اسی کام میں برکت ہوگی۔ آپ کتنا ہی سمجھائیں کہ آپ کا یہ فعل شریعت کی رُو سے قطعاً ناجائز اور حرام ہے مگران کا ایک ہی جواب ہوگا کہ بس اب ہم نے استخارہ نکال لیا ہے اسی ناجائز کام میں برکت ہے۔ گویا آخری فیصلہ ان کا استخارہ ہے جو شریعت پر بھی مقدم ہے۔ بزرگوں کے بھیس میں ایسے بھیڑیے بھی موجود ہیں۔

خلاصۂ بیان:

جس کلام یا کام مین دین یا دُنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو اس سے بچیں، لغویات سے بچنے کی قرآن وحدیث میں بہت تاکید آئی ہے، اس بیان میں ضمناً اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت آگئی ہے، حدیث میں بھی لغویات میں پڑنے سے سخت ممانعت آئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اہم کام باہم مشورہ سے کیا کریں اور اس تفصیل کے مطابق کریں جو بیان کی گئی۔

تیسری بات یہ کہ خریداری کے لیے خواتین کو گھروں سے باہر نہ نکالیں، بلکہ یہ کام خود کیا کریں۔

چوتھی بات یہ کہ استخارہ میں ان خرابیوں سے بچیں جن کی تفصیل بتائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی معرفت ومحبت عطاء فرما کر اتنی عقل عطاء فرمادیں کہ چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

ایمان کی کسوٹی

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: ایمان کی کسوٹی

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

ایمان کی کسوٹی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

(رواہ البخاری ومسلم واحمد والنسائی وابن ماجہ)

’’تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔‘‘

عشق حقیقی کیا ہے؟

اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہونا، ان دونوں کے ایک ہی معنی

ہیں، سو ایمان کے یہ معنی ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہو، اس لیے ''آمنا'' (ہم ایمان لائے) کے معنی ہیں عشقنا'' یا اللہ! ہم تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہو گئے' ایمان اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ عشق نہیں تو ایمان نہیں۔ اگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت درجۂ عشق میں ہو تو ایمان کا دعویٰ قبول ہوگا ورنہ نہیں۔

اس کے بعد یہ سمجھ لیجیے کہ عشق کسے کہتے ہیں؟ فرمایا ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن
دل بدست دیگرے دادن وحیران بودن

عاشقی یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہے اس کا بندہ یعنی غلام بن جائے اور غلام بننے کے معنی کیا ہیں؟ اپنا دل نکال کر محبوب کے ہاتھ میں پکڑا دینا اور اس کی رضا جوئی کے لیے حیران وسرگرداں رہنا۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے دل کی تمام خواہشات، تمام تمنائیں، تمام آرزوئیں محبوب کے تابع کر دینا، اس کی مرضی کے خلاف سب خواہشات اور تمناؤں کو اس پر قربان کر دینا، فرمایا ؎

عشق آن شعلہ است کو چون برفروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق کا شعلہ جب بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے سوا تمام دنیا حتیٰ کہ خود عاشق کو بھی جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ یعنی عاشق کی نظر میں تمام دنیا نیست ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اپنے نفس کی خواہشات بھی قربان کر دے گا۔ ہر وقت یہی دھن رہے گی کہ محبوب کی رضا کس میں ہے؟

عشق حقیقی کا معیار:

اب عشق ومحبت کے معیار سے متعلق قرآن کریم کا فیصلہ سنیے:

الٓمّٓO اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَO وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَO (۲۹:۱تا۳)

''کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنے کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔''

یہ سورۂ عنکبوت کی پہلی آیت ہے، بیسویں پارے میں ہے اس آیت کو یاد کرلیں اور اس کے مفہوم کو ذہن نشین کر کے روزانہ کم از کم ایک بار اس کو ضرور پڑھ لیا کریں یا اس کا ترجمہ ہی دیکھ لیا کریں۔

یہ سوچا کریں کہ ہم نے آمنا کہا تو کیا بدوں امتحان لیے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیں گے؟ پہلے بتا چکا ہوں کہ آمنا کے معنی ہیں عشقنا، بس ہم نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا دعویٰ کیا اور فوراً بلا امتحان ہی قبول ہو گیا؟ ہرگز نہیں جن پر ایمان کا دعویٰ ہے وہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ بدوں امتحان لیے ہم ہرگز ایمان کا دعویٰ قبول نہ کریں گے، شروع ہی سے پہلی امتوں سے ہمارا یہ دستور اور قانون چلا آرہا ہے کہ جس نے ایمان کا دعویٰ کیا ہمارے ساتھ عشق و محبت کا دم بھرا ہم نے اس کا امتحان لے کر سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر دیا۔ کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے دنیا کو دکھا دیا، ان کو امتحان لینے کی ضرورت نہیں وہ تو بلا امتحان ہی سینوں کے راز تک جانتے ہیں ان پر سب کچھ عیاں ہے صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے امتحان لیتے ہیں دنیا میں بعض کو عزت دینے کے لیے اور بعض کو ذلیل کرنے کے لیے امتحان لیتے ہیں، دنیا والے دیکھ لیں کہ یہ جو عشق و محبت کا دعویٰ کر رہا ہے اس میں سچا ہے یا جھوٹ اور غلط کہہ رہا ہے۔

اس دستورِ الٰہی سے متعلق کبھی آپ نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا کیا امتحان لیا اور اس امتحان میں ہم کیسے رہے ہیں؟ مسلمان کے گھر پیدا ہو گئے، نام مسلمان کا رکھ دیا پھر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کے نعرے بھی لگانے لگے مگر امتحان کوئی بھی نہیں دیا۔ یا ہر امتحان میں ناکام ہی ہوتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ دعویٰ کیسے قبول ہوگا؟

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ○ (۳-۱۴۲)

”کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔“

اور فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ (۹:۱۶)

”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصی دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔“

اور فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ o (۲:۲۱۴)

''کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ تم کو ابھی ان لوگوں جیسی مشقت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب آئے گی یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ کی امداد قریب ہے۔''

یہ آیات جہاد کے بارے میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المجاهد من جاهد نفسه (رواہ البیہقی)

''کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

جہاد کی روح یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اپنے مالک کی رضا کی خاطر نفسانی خواہشات کو قربان کر دے۔ کفار کے ساتھ جہاد سے مقصود دین کی حفاظت ہے اس لیے جہاد کی روح یہی ہے۔

محبت کی کسوٹی:

یہ کیسے معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پوری دنیا کی بنسبت زیادہ محبت ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کر لینا بہت آسان ہے اس کا معیار اور کسوٹی سمجھ لیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کے بانگ دہل دعووں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نعروں کو اس معیار اور کسوٹی پر رکھ کر فیصلہ کر لیجیے کہ آپ کو کس کے ساتھ زیادہ محبت ہے وہ معیار یہ ہے کہ جب دو محبوبوں کا حکم آپس میں متضاد ہو ایک محبوب کا حکم ایک طریقہ کا ہے اور دوسرے محبوب کا حکم اس کے خلاف ہے یعنی ایک پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے کے خلاف ہوتا ہے اور دوسرے پر عمل کرتے ہیں تو پہلے کے خلاف ہوتا ہے دونوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ ایک محبوب کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو دوسرا محبوب

ناراض ہوتا ہے اور دوسرے کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو پہلا ناراض ہوتا ہے ایسے موقع پر انسان جس کے حکم کی تعمیل کرے گا اور جس کی رضا کو مقدم رکھے گا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کی رضا کو اہمیت نہیں دے گا وہ خواہ راضی رہے یا ناراض اس کی کوئی قدر نہیں کرتا، یہ اس کی دلیل اور علامت ہے کہ ان نے جس کا حکم مقدم رکھا اور اس کی رضا کے مقابلہ میں دوسرے کی رضا کی کوئی پروانہیں کی اس کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے، یہ بات کوئی زیادہ گہری نہیں کہ آسانی سے سمجھ میں نہ آئے بہت ہی عام فہم بات ہے ہر انسان سمجھ سکتا ہے صرف سمجھنے ہی کی بات نہیں بلکہ ہر انسان پر یہ کیفیت گزر رہی ہے ان حالات سے ہر انسان دوچار ہوتا ہے اور شب وروز اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے، کسی ایک نے کچھ کہا اور دوسرے نے اس کے خلاف کرنے کو کہا تو اس کو جس کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اس کی بات مانتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جس کے ساتھ محبت نہیں یا نسبۃً کم محبت ہے وہ ناراض ہو جائے تو کوئی پروانہیں۔

ذرا اپنے قلب کو اس معیار پر لایئے، تجسس کیجیے، ٹٹولیے اور پھر انصاف سے بتایئے کہ کیا واقعۃً آپ کو پوری دنیا کی بنسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلہ میں بیوی کا تقاضا کچھ اور ہے، والدین کا، بھائیوں کا، بہنوں کا، دوسرے اعزہ، اقارب، احباب اور حکام کے مطالبے کچھ اور ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آپ کے نفس کے مطالبے کچھ اور ہیں، یہ نفس کے تقاضے اور مطالبات سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ (۱۲-۵۳)

”بے شک نفس برائی کا بہت بڑا حاکم ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے (وہی اس کے شر سے بچ سکتا ہے)۔“

یا اللہ! تیرے برگزیدہ بندے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول اور اس وقت

ان کے قلب میں جو کیفیت تھی اس کے صدقے سے تو ہماری حالت پر رحم فرما اور نفس کے شر سے ہماری حفاظت فرما۔

ان حالات میں اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ محبت اور ایمان کا دعویٰ قابل قبول ہوگا ورنہ نہیں، بیوی، اولاد، والدین، عزیز و اقارب، اپنا پورا کنبہ اور حکام بلکہ پوری دنیا راضی ہے یا ناراض کچھ بھی ہو جائے ہر حال میں دل کا تقاضا یہ رہے، طلب یہ رہے، تڑپ یہ رہے اور فکر اس بات کی رہے کہ کہیں محبوب حقیقی ناراض نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر دنیا بھر کی رضا کو قربان کردے اور کسی کی ناراضی کی کوئی پروانہ کرے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جاناناں چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کرٗ یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اسی طرح دل میں جو گناہوں کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک طرف اور اس کے مقابلہ میں نفس کا حکم دوسری طرف، نفس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ کبھی ان گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ ایک جانب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں اور دوسری جانب نفس کے تقاضے ہیں۔ اس موقع پر اگر آپ نفس کا تقاضا پورا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں گناہ کا تقاضا پورا نہ کرنے میں نفس کو خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو آپ محبوب حقیقی کی رضا کی خاطر اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لیے اس تکلیف اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں، محبوب کو

راضی رکھنے کے لیے مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ محبت اور ایمان کا دعویٰ صحیح ہے۔

مسلمان کی باغیانہ صورت:

نفس کے تقاضے تین قسم کے ہیں:

پہلی قسم ظاہری گناہوں کے تقاضے، مثلاً شراب، جوا، بدکاری، بدنظری، سودی لین دین، ناجائز ملازمت، بینک اور بیمہ وغیرہ کی ملازمتیں، رشوت، ناجائز کاروبار، گانا بجانا، رقص وسرود، مجسمہ سازی، فوٹو گرافی، تصویریں رکھنا، جھوٹ، غیبت، الزام، بہتان، مکاری، عیاری، عورتوں میں بے پردگی اور عریانی وغیرہ ان ظاہری گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ شکل وصورت ہی باغیوں جیسی بنالے یعنی ڈاڑھی منڈائے یا کٹائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جن بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب آیا اور ان کو نیست ونابود کردیا گیا ان بداعمالیوں کی فہرست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کٹانا، مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا اور گانا بجانا بھی شمار فرمایا ہے۔ یہ حدیث تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔ عام لوگ ڈاڑھی رکھنا صرف سنت سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا وجوباً حکم فرمایا ہے چھوٹی ڈاڑھی کافی نہیں، بڑھانے کا حکم فرمایا ہے اسی لیے ڈاڑھی بڑھانے کے وجوب پر چاروں مذاہب کا اجماع ہے حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس پر مستقل رسالہ (ڈاڑھی کی شرعی اہمیت) ہے جس میں احادیث اور چاروں ائمہ کی فقہ سے ڈاڑھی بڑھانے کا وجوب ثابت کیا ہے۔

① یہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت ہے کسی حکومت میں خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اس کو معاف کیا جاسکتا ہے مگر باغی کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا اور اس کی سزا صرف موت ہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل امتی معافیً الا المجاھرین (رواہ البخاری ومسلم)

''میری پوری امت کو معافی مل سکتی ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو نہیں۔''

اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو اس کے لیے موت کی سزا نہیں۔ مگر رمضان میں علانیہ کھائے پیے تو حکومت پر فرض ہے کہ اس کو قتل کرے کہ یہ علانیہ شریعت کی بغاوت اور اسلام کی توہین کررہا ہے۔

② دوسرے سب گناہ وقتی طور پر وجود میں آتے ہیں مگر ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے کا گناہ چوبیس گھنٹے چہرے پر پیوست ہے، گھر میں ہو یا باہر، مسجد میں ہو یا بازار میں، سوتا ہو یا جاگتا، حتیٰ کہ نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی حالت میں بھی یہ گناہ چہرے پر نظر آتا ہے۔ غور کیجیے کہ جس گناہ سے سونے کی حالت میں اور نماز کی حالت میں بھی پیچھا نہ چھوٹے، وہ کتنا خطرناک ہے اور کس قدر عاقبت کو برباد کرنے والا ہے۔

③ اس گناہ کو ہلکا سمجھا جانے لگا ہے بلکہ بہت سے تو اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھنا یا ہلکا سمجھنا کفر ہے۔

④ جس گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے یا ہلکا سمجھا جائے اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

⑤ مردانہ صورت کو کانٹ چھانٹ کر زنانہ صورت بنانا درحقیقت مرد پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اعراض اور اس پر ناراضی کا اظہار ہے۔

⑥ مردمی کی علامت اُڑا کر زنانہ صورت بنانے سے نفسیاتی طور پر قوت باہ اور شجاعتِ قلب اور عقل وغیرہ جیسی صفات جن میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے ان سب پر اثر پڑنا لازم ہے۔ نفسیاتی فلسفہ پوری دنیا کا مسلم اور مشاہد ہے، اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں اور کمالات کو ضائع کرنا سخت گناہ اور بہت بڑی ناشکری ہے۔

ان لوگوں کی جرأت پر تعجب ہے کہ یہی باغیانہ صورت لے کر حرمین شریفین بھی پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر میں اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضری اور صورت دشمنوں کی۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے نہیں ڈرتے، عرفات

میں بھی یہی صورت لے کر جاتے ہیں۔ باغیانہ صورت اور پھر امید رحمت؟ کتنے بڑے دھوکے میں ہیں قرآن کریم میں اس کو غرور فرمایا گیا ہے۔ عربی میں غرور دھوکے کو کہتے ہیں یہی حال عورتوں کی بے پردگی کا ہے وہاں جا کر بھی پردہ نہیں کرتیں۔ بلکہ اور زیادہ بے پردہ ہو جاتی ہیں۔

عورتوں کی بے پردگی، گانا بجانا اور تصویر یہ ایسے گناہ ہیں کہ تمام گناہوں اور معاشرے کی تمام خرابیوں کی بنیاد ہیں، ہر قسم کی بے حیائی، بدکاری اور فحاشی کی جڑ ہیں اور دنیا وآخرت دونوں کی تباہی کا سامان ہیں۔ دنیا کے عقلاء کا فیصلہ ہے کہ گانا زنا کا منتر ہے اور شیطان کا پھندا ہے جس کے ذریعہ وہ زنا میں مبتلا کرتا ہے۔

نفس کے ایسے تقاضوں کے وقت یہ سوچا جائے کہ اگر ہم اپنے نفس کی بات مان لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان نہیں مانتے بلکہ ان کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ غلط ہے۔

دل کے گناہ زیادہ خطرناک ہیں:

دوسری قسم باطنی گناہوں کے تقاضے، یہ پہلی قسم کی بنسبت زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے کہ ظاہری گناہوں میں مبتلا شخص خود کو گناہ گار سمجھتا ہے اور دیکھنے والے بھی اس کو برا سمجھتے ہیں شاید دوسروں کی ملامت کے خوف سے اور اپنی عزت بچانے کی خاطر باز آجائے یا کسی حد تک بریک لگ جائے، اس کے برعکس باطنی گناہ یعنی حب مال، حب جاہ، عجب، کبر، حسد، ریاء وغیرہ رذائل میں مبتلا خود کو گناہ گار نہیں سمجھتا۔ یہ رذائل اس لیے بھی زیادہ خطرناک ہیں کہ یہ دل کے گناہ ہیں اور پورے جسم کی صلاح وفساد قلب کی صلاح وفساد پر موقوف ہے، علاوہ ازیں ان کے زیادہ خطرناک ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی اصلاح بہت مشکل ہے میں نے ایک بار ذرا نظر اٹھائی تھی اور بدوں

نام لیے گن کر بتا دیا تھا کہ اس مجلس میں کتنے لوگ فلاں باطنی مرض میں مبتلا ہیں، اس روز تو تشخیص کے لیے قصداً نظر ڈالی تھی اور آج تو بلا قصد ہی نظر آ رہے ہیں بہت سے لوگ ایسے نظر آ رہے ہیں جو عجب و کبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے غصہ بہت کرتے ہیں غصہ عجب و کبر کی علامت ہے۔

میرے بڑے لڑکے کو بچپن میں تنفس کا مرض تھا ایک ڈاکٹر کا علاج چل رہا تھا کچھ وقت کے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ بچہ مجھے دکھائیں، میں لے گیا۔ ڈاکٹر بلا دیکھے نسخہ لکھنے لگا میں سمجھا کہ بھول گئے، اس لیے میں نے یاد دلایا کہ آپ نے بچہ دیکھنے کو کہا تھا، ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے دیکھ لیا ہے صرف چہرہ پر سرسری نظر ڈال کر مرض کی کیفیت معلوم کر لی۔

جس طرح قالب یعنی جسم کا ڈاکٹر چہرے سے مرض کا کھوج لگا لیتا ہے اسی طرح قلب کا ڈاکٹر یعنی باطنی گناہوں کا معالج صرف چہرہ دیکھ کر اس کے امراضِ قلب کی کیفیات معلوم کر لیتا ہے بلکہ ہزاروں میل دور سے کسی کی تحریر دیکھ کر اس کے امراضِ قلب کی نشاندہی کر دیتا ہے۔

ماشاء اللہ! آج کی مجلس میں عجب و کبر اور غضب کے مریض بہت سے نظر آ رہے ہیں، میں مرض پر ''ماشاء اللہ'' نہیں کہہ رہا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ماشاء اللہ سب نے ہسپتال میں داخلہ لے رکھا ہے اللہ تعالیٰ اجتماعِ قلوب کی برکت سے اس مرض سے نجات عطاء فرمائیں، بہت ہی مہلک مرض ہے یا اللہ! تیری خاطر جمع ہونے والے ان دلوں کی برکت سے اس مہلک مرض سے نجات عطاء فرما، حفاظت فرما، دستگیری فرما۔

ایسے رذائلِ باطنہ میں مبتلا لوگوں کا ظاہر تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا حضرت خضر ہی تشریف فرما ہیں مگر باطن میں وہ خباثت کہ العیاذ باللہ! ایسے لوگوں کے بارے میں میرا ایک شعر ہے۔

میں سمجھا تھا جسے خضر رہ دین میں زاہد
نقاب الٹا تو در پردہ وہ ابلیس لعیں نکلا

میں شاعر نہیں مگر کبھی کوئی شعر موزوں ہو جاتا ہے، کسی زمانے میں شعر گوئی کا کچھ شوق تھا ایک صالح عالم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ میرے بارے میں فرمارہے تھے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (۶۹:۳۶)

''اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے لیے شایاں بھی نہیں۔''

میں نے اس کو علوم قرآن عطاء ہونے کی بشارت سمجھا، دعاء کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کے مطابق مجھے علوم قرآن کے ساتھ قرآن کی لذت، حلاوت اور قرآن پر عمل کی سعادت عطا فرمائیں اور اس خواب کو حقیقت بنادیں، اس وقت سے میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا مگر پھر بھی کبھی کبھار کوئی پر معنی شعر موزوں ہو جاتا ہے یہ شعر بھی اسی سلسلہ کا ہے۔

میں سمجھا تھا جسے خضر رہ دین مبیں زاہد
نقاب الٹا تو در پردہ وہ ابلیس لعیں نکلا

دراصل یہ شعر جن بسویشور کی دیندار انجمن سے متعلق کہا تھا اس انجمن کا مفصل تعارف میرے رسالہ ''بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا'' میں ہے پہلے یہ رسالہ مستقل شائع ہوا تھا، اب اس کو ''احسن الفتاویٰ جلد اول'' کا جزء بنادیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی حکومت:

نفس اور شیطان کے تیسری قسم کے تقاضے، گناہ کو عبادت کر کے پیش کرنا ان کو بدعات کہا جاتا ہے، جو عبادت اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتائی اس کو ثواب سمجھ کر کرنا دین میں مداخلت ہے ایسی چیزوں کو دین میں داخل کر دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اس کو متوازی حکومت قائم کرنا کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین کے

مقابلہ میں آ کر نفس کہتا ہے کہ یہ دین ناقص ہے اس کی تکمیل کے لیے کچھ ہمارے قوانین بھی ساتھ ملالو بلکہ یوں سمجھا تا ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کے مقابلہ میں ہمارے قوانین زیادہ موکد ہیں ہماری حکومت کو ان کی حکومت کے برابر ہی نہیں بلکہ اونچی سمجھو، چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے مرنے پر جو بدعات اور ایصال ثواب کے غلط طریقے مروج ہیں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ نماز روزے سے بھی بڑھ کر، آپ بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے جو نماز نہیں پڑھتے مگر تیجا، چالیسواں ضرور کریں گے، نفس وشیطان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقابل نہیں بلکہ اس سے بڑھا کر رکھو ہماری حکومت کو اللہ تعالیٰ کی حکومت سے بلند رکھو۔

اس وقت تیجا، چالیسواں وغیرہ پر تردید اور ایصال ثواب کے صحیح طریقوں کا بیان مقصود نہیں یہ تو میں اکثر بتاتا ہی رہتا ہوں[1] اس مجلس میں تو صرف نفس کے تقاضوں کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں ایک ظاہری گناہوں کا تقاضا، اور دوسری باطنی گناہوں کا تقاضا، یہ پہلی قسم کی بنسبت زیادہ خطرناک ہے، تیسری قسم گناہوں کو عبادت بنانے کا تقاضا کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے ترمیم کرو، یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔

غور کیجیے کہ ان تین قسم کے تقاضوں میں سے اگر کوئی تقاضا نفس میں پیدا ہوتا ہے تو اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے اس تقاضے کو فنا کرتے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں یا اپنے نفس کے حکم پر؟ اگر آپ اس مجاہدہ اور نفس کے ساتھ مقابلہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور اس کے

۱- اس کی تفصیل حضرت اقدس کے وعظ "طریقۂ تعزیت وایصال ثواب" اور بدعات مروجہ ورسوم باطلہ" میں ہے۔

مقابلے میں نفس کے تقاضوں کو فنا کر دیتے ہیں تو ٹھیک ہے اور آپ کا ایمان کا دعویٰ قبول ہے مگر ایسا نہیں ہو رہا، جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نفس کا حکم ہوا، نفس کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ اصول اور آپ کی بتائی ہوئی کسوٹی اور معیار کے مطابق قابل قبول نہیں۔

دعوائے ایمان کا معیار:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (۲:۱۶۵)

فرمایا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کو غیر اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہے کہ جتنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیے اور جو ایمان والے ہیں ان کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقسیم فرما دی کہ بس دو قسمیں ہیں بیچ میں کچھ نہیں صرف دو ہی قسمیں ہیں بعض وہ ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بنسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ ان کو پوری دنیا کی بنسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے وہی تفصیل جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک اور آپ کے ساتھ محبت کے بارے میں بیان کی ہے اسی تفصیل کے مطابق یہاں بھی سارا مضمون اپنے طور پر دہرا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں بیوی ہو، شوہر ہو، والدین ہوں، عزیز و اقارب ہوں، استاذ ہوں، حاکم ہو، دنیا کا کوئی بھی فرد ہے اور سب سے بڑا دشمن آپ کا نفس ہے ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں آ جائے تو اس وقت آپ کیا کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں تو آپ کا ایمان کا دعویٰ صحیح ہے

کیونکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے جس کو واقعۃً اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی وہ اسی کا کہنا مانے گا اور اگر ایسا نہیں ہو رہا تو ایمان کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔ اس وقت بھی سوچ لیں اور یہاں سے اٹھنے کے بعد بھی سوچیں۔ سوچنے ہی سے کام چلتا ہے بغیر سوچے کام نہیں چلے گا سوچنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد بھی طلب کرتے رہا کریں میں ایک مختصری دعاء بتا دیتا ہوں۔ **اللھم انا نستعینک علی طاعتک** یاد کر لیجیے ہر نماز کے بعد بالخصوص یہ دعاء تین بار مانگ لیا کریں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جیسے اور دعائیں مانگتے ہیں ان کے ساتھ تین بار یہ دعاء بھی مانگ لیا کریں، مانگا کریں پڑھا نہ کریں آج کل لوگ دعائیں مانگتے نہیں پڑھتے ہیں، پڑھنے اور مانگنے میں فرق ہے، پڑھتا تو طوطا بھی ہے، طوطے کو آپ الفاظ یاد کرا دیں وہ پڑھتا رہے گا حالانکہ وہ بے سمجھ ہے اس کو کچھ معلوم نہیں کہ اس کا کیا مقصد ہے؟ طوطے کی طرح اگر کوئی دعاء پڑھتا رہے تو یہ مانگنا نہیں، دعاء کا مطلب یہ ہے کہ دل کو حاضر کر کے خوب متوجہ ہو کر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہیں، احکم الحاکمین کے سامنے ہیں، خوب لجاجت کے ساتھ مانگیں، کیا مانگیں؟ اس وقت جو الفاظ آپ کو بتانے کے لیے کہوں گا ان میں سب حاضرین دعاء کی نیت کر لیں، سب مانگیں، کیا؟ یا اللہ! ہم تیری اطاعت پر تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، جب تک تیری دستگیری نہیں ہوگی ہمارے اندر ہمت پیدا نہیں ہو سکتی، ہم کمزور ہیں، ضعیف ہیں، ناتواں ہیں، ہمارے مقابلہ میں نفس و شیطان اور معاشرہ و ماحول غالب ہے۔ یا اللہ! ان کے مقابلہ میں تیری اطاعت پر، تیری نافرمانیوں سے بچنے پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں تو ہمارے عجز اور ضعف پر رحم فرما، اعانت فرما، مدد فرما، تیری دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔‘‘

عقل مند کون، عمر رسیدہ یا رضا رسیدہ؟

ایک نوجوان نے خط میں اپنے والد کی شکایات لکھی ہیں شراب وغیرہ فواحش

منکرات میں مبتلا ہے، لکھا ہے کہ اس کو بچپن ہی سے نماز کا شوق ہے مگر جب والد کو معلوم ہوا کہ یہ نماز پڑھتا ہے تو عیسائی استاذ سے کہہ دیا کہ اس کو نماز سے روک دو، پڑھانے کے لیے عیسائی استاذ رکھا ہوا تھا، یہ پھر بھی چھپ چھپا کر نماز پڑھتا رہا۔ جب ڈاڑھی کے بال نمودار ہوئے تو ڈاڑھی رکھ لی، اس پر گھر والے، والد اور پورا کنبہ بگڑ گیا کہ یہ کیا حماقت کررہے ہو۔ اب بتایئے کہ جن لوگوں کو نماز سے نفرت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہو اور معاذ اللہ اس کو حماقت سمجھتے ہوں ان کا ایمان باقی کہاں رہا، اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ دُعاء **اللھم انا نستعینک علی طاعتک** کا معمول بنالیں۔ یا اللہ! جب تیری طرف سے اعانت نہیں ہوگی، تیری مدد شامل نہیں ہوگی، تیری دستگیری نہیں ہوگی ہم کچھ نہیں کرسکتے، لوگ کہتے ہیں کہ والد کی عقل بچے سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے کہ وہ عمر رسیدہ ہے اور عمر بڑھنے سے عقل بڑھتی ہے، مگر یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ایک بچے کی اٹھان عبادت میں ہورہی ہے، اس کا نشو ونما مالک کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی میں ہورہا ہے، اور والد کی عقل یہ کہہ رہی ہے کہ نماز پڑھنا اور مسلمان کی صورت بنانا حماقت ہے، اس کو اسلام سے انتہائی نفرت اور بچے کو اسلام سے عشق ومحبت اور دین دار بننے کا شوق ورغبت اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

مقام عبرت!

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (۳۰-۱۹)

''اور وہ جان دار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جان دار سے باہر لاتا ہے۔''

آج کل اللہ تعالیٰ کی اس شان کا یوں بھی مظاہرہ ہورہا ہے کہ مردوں سے زندہ پیدا ہورہے ہیں اور زندوں سے مردے، عبرت کا مقام ہے، بہت ہی عبرت کا مقام ہے،

دیکھا جارہا ہے کہ علماء، صلحاء، اولیاء اور بزرگوں کی اولاد بے دین بن رہی ہے اور فساق وفجار، بے دینوں اور شرابیوں کی اولاد صالح بن رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمارہے ہیں کہ نیکی کی توفیق کسی کے قبضہ کی بات نہیں یہ صرف ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے، اگر کسی کو نیکی کی توفیق مل گئی اور وہ اس کو اپنا کمال سمجھنے لگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ توفیق سلب فرمالیں، سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے، اس لیے یہ دُعاء یاد کرلیں ہمیشہ یہ دُعاء کرتے رہیں کہ یا اللہ! ہم تیری اطاعت پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں، سب سے بڑی اطاعت گناہوں سے بچنا ہے، یا اللہ! گناہوں کو چھوڑنے میں، نافرمانیوں سے بچنے میں، تیری رضا حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، تمام معاملات میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، تو ہماری دستگیری فرما۔

نفسانی تقاضوں سے بچنے کا نسخہ:

غرض یہ کہ نفسانی تقاضوں سے بچنے کی دُعاء بھی کرتے رہیں اور یہ سوچا کریں کہ کہیں مالک ناراض نہ ہوجائے، ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے کہ کہیں مالک ناراض نہ ہوجائے، قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ ایمان وہی قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، اور محبت کا یہ معیار بھی معلوم ہوگیا کہ جب دو محبوبوں کا مقابلہ ہو اس وقت جس محبوب کے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں آپ کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے، روزانہ اس معیار پر لاکر اپنے نفس کو دیکھتے رہنا چاہیے، محاسبہ کرتے رہیں، سوچتے رہیں کہ کیا واقعۃً آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے نفس کے تقاضوں کو قربان کررہے ہیں، اگر ایسا ہورہا ہے تو یہ ایمان قبول ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیجیے، اور اگر اس کے برعکس آپ نفس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں، نفس کا حکم مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دیتے ہیں، تو یہ ایمان قابل قبول نہیں، اس کو صحیح کرنے کی کوشش کیجیے۔

ہمت پیدا کرنے کے نسخے:

جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں غیر کا حکم آئے تو اس کو ٹھکرا دینے کی ہمت پیدا کرنے کے کچھ نسخے بتاتا ہوں، موقع پر انسان کوشش کرتا ہے اور نسخے استعمال کر لیتا ہے تو بہت فائدہ ہوتا ہے، گناہوں سے بچنے کے بعض بہت مفید نسخے میرے وعظ ''ترکِ گناہ اور حفاظتِ نظر'' میں چھپ چکے ہیں ان کو ضرور دیکھیں، آج کی مجلس میں چونکہ محبت کا بیان چل رہا ہے اس لیے آج اس کے مطابق کچھ منظوم نسخے بتاتا ہوں، شعر میں زیادہ اثر ہوتا ہے اس لیے منظوم نسخے بتاتا ہوں۔

① حضرت مجذوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

جہاں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی آنے لگے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اپنا حکم صادر کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا شروع کر دیجیے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

اے میرے محبوب حقیقی! اگر مجھ سے ساری دنیا راضی ہو مگر تو ناراض ہو تو سب بے کار ہے، اور اگر تو راضی ہو جائے تو ساری دنیا کی ناراضی کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

② حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ شعر پڑھا کریں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مد نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

جب کوئی انسان یا اپنا نفس گناہ کا حکم دے، یہ اشعار پڑھ لیا کریں، بار بار پڑھا کریں، نفس سے کہیے ارے کم بخت! تو خواہ راضی رہے یا ناراض، تجھے تکلیف ہو یا راحت بہرحال تیرا کہنا ہرگز نہ مانوں گا، میرے لیے اپنے مالک کی رضا مقدم ہے، اپنی آخرت مقدم ہے، تیرا کہنا ہرگز نہ مانوں گا، اپنے مالک کا کہنا مانوں گا، اس کی رضا مقدم ہے، تیری وجہ سے میں مالک کو ناراض کر کے جہنم قبول نہیں کرسکتا، تجھے خوش کرنے کے لیے، تیری لذت کی خاطر، ذرا سی دیر کی لذت کے لیے میں جہنم کی آگ کیسے قبول کروں؟ میں ایسا احمق نہیں! اس طرح نفس کے ساتھ باتیں کیا کریں۔ جب تک آپ اپنے نفس کے محاسبہ کی عادت نہیں ڈالیں گے اصلاح نہیں ہوسکتی، سن لیجیے بڑا اکسیر نسخہ ہے، نفس سے کہیے کہ ارے کم بخت! تو کیسے برے تقاضے کر رہا ہے، بڑا پلید ہے، بڑا خبیث ہے، میں تیری خاطر مالک کو ناراض کروں، تیری خاطر جنت کی نعمتیں چھوڑ دوں، تیری خاطر جہنم میں جاؤں، جا خبیث، میں تیری خاطر اپنی عاقبت برباد نہیں کرسکتا۔

آپ کی نظر ہمیشہ اغیار پر رہتی ہے، ہمیشہ اغیار کے عیوب تلاش کرتے رہتے ہیں، اپنے نفس کو اپنا دشمن قرار دے کر اس کے ساتھ کبھی باتیں نہیں کرتے اور کبھی اس کا محاسبہ نہیں کرتے، اسی لیے تو نفس ہمیشہ غالب رہتا ہے، نفس کو دشمن قرار دے کر اس کو للکارا کریں جیسے دشمن کو للکارا جاتا ہے جب جا کر یہ درست ہوگا۔

ایک بزرگ بیٹھے ہوئے یوں کہہ رہے تھے ”نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ، تیرا کہنا کیوں مانوں؟“ حاکم کے یہاں شکایت کردی گئی کہ یہ شخص کفر بک رہا ہے حاکم نے طلب کر کے دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ میں تو اپنے نفس سے باتیں کر رہا تھا، نفس کسی برائی کا تقاضا کر رہا تھا اس لیے میں اس کو کہہ رہا تھا کہ ”نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ، تیرا کہنا کیوں مانوں؟“ جو میرا مالک ہے، میں جس کا بندہ ہوں میں تو اس کی رضا کی طلب اور اسی کے حکم کی تعمیل کی فکر میں رہوں گا، اس کے مقابلہ میں تیرا کہنا کیسے مانوں؟

③ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔

دعینی عنک یا سعدی دعینی
وبینی عن فوادی ثم بینی
وما سرت یدای بجید خود
وما دل الخرائک یزدھینی

مزینات دنیا سے یوں مخاطب ہیں:

''مجھے چھوڑ دو! مجھے چھوڑ دو! میرے دل سے دور ہٹ جاؤ! پھر کہتا ہوں دل سے دور ہٹ جاؤ!! تمہاری رنگ رلیاں مجھے مائل نہیں کرسکتیں۔''

میں یہ اشعار نسخۂ اصلاح نفس کے طور پر پڑھتا ہوں، بہت عجیب اور بڑے مزیدار اشعار ہیں، بڑے مؤثر ہیں، غیر اللہ کو دل سے چھانٹ کر رکھ دیتے ہیں، بس لا الہ الا اللہ کی ایک تعبیر ہے، لوگوں نے اس کلمہ کو بہت ہی معمولی سمجھ رکھا ہے بس زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور قصہ ختم ہوگیا، جتنی تفاسیر اور جتنے بیانات ہیں سب لا الہ الا اللہ پر مبنی ہیں، بس ایک کلمہ کی حقیقت سمجھ میں آجائے اور وہ دل میں اتر جائے تو بیڑا پار ہے، دنیا کی تمام محسنات، مزینات، نفسانی خواہشات اور گناہوں کے تقاضے، گناہوں کی دعوت دینے والے عزیز و اقارب، ماحول، معاشرہ اور دنیا بھر کے تمام خبیث انسان و شیاطین جو گناہ کی دعوت دیتے ہیں خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی، خواہ وہ شیاطین انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اور سب سے بڑا رئیس اور سب سے زیادہ خبیث اپنا نفس، ان سب لشکروں کو اپنے سامنے تصور کریں، ان لشکروں کی کمان کون کر رہا ہے؟ اپنا نفس، یہ سب کا کمانڈر ہے، ان سب کو سامنے رکھ کر ان کو مخاطب کریں اور یوں کہیں ''اے دنیا بھر کی لذتوں کی دعوت دینے والو! ہٹ جاؤ میرے دل سے ہٹ جاؤ، دور ہو جاؤ، میرے دل سے دور ہو جاؤ میرے دل میں تمہاری کوئی جگہ نہیں، یہ دل صرف اسی محبوب

کے لیے ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، پھر کہتا ہوں میرے دل میں دور ہو جاؤ، پھر کہتا ہوں دور ہو جاؤ، اس دل میں تمہاری کوئی گنجائش نہیں۔"

④ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عجیب شعر ہے ۔

دور باش افکار باطل، دور باش اغیار دل
سج رہا ہے ماہ خوباں کے لیے دربار دل

اس میں "اغیار دل" کا لفظ بڑا وجد آفریں ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کی لذت حاصل ہو جائے، یہ دربار دل تو صرف ایک ہی محبوب کے لیے سج رہا ہے، باقی جتنے ہیں وہ سب کے سب اغیار دل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی وفکر آخرت کے سوا جتنے افکار ہیں وہ سب کے سب افکار باطلہ ہیں۔ ان افکار باطل اور اغیار دل سے کہا جاتا ہے کہ میرے دل سے دور ہو جاؤ، ہٹ جاؤ، یہاں محبوب حقیقی کے سوا کسی کی کوئی گنجائش نہیں۔

⑤ ایک اور شعر بتاتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت اغیار کی محبت پر غالب آجائے گی ۔

ہمہ شہر پرز خوبان منم وخیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگاہے

⑥ متنبی نے بہت خوب کہا ہے ۔

عذل العواذل حول قلبی التائہ
وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

محبوب کی محبت دل کو چیر کر اس کی گہرائی میں سیاہ نقطہ تک پہنچ گئی ہے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی وہاں تک رسائی نہیں بلکہ وہ قلب کے اوپر ہی رہتی ہے، اس لیے اس محبت پر کسی کی ملامت کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

عشق ومحبت کے اشعار کا غیر منقطع سلسلہ سامنے ہے مگر مغرب کی اذان کا وقت ہو چکا ہے اس لیے ختم کرتا ہوں۔

ذکروفکر نسخۂ اکسیر ہے:

⑦ آخر میں ایک اور نسخۂ اکسیر کیمیا تاثیر سن لیجیے وہ ہے ذکروفکر کی کثرت، ذکراللہ کی یہ حالت ہونی چاہیے ؎

دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا
میرا دور زندگی ہے، یہ جو دور جام ہے

فکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور احسانات کا مراقبہ کیا کریں، یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، کمالات، تصرفات اور احسانات کو سوچا کریں، ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ o وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (۵۹:۱۸-۱۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے کا وہی نسخہ بیان فرمایا ہے جو میں نے ابھی بتایا ہے یعنی کثرت ذکروفکر۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور **اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ** میں فکرومراقبہ کا نسخہ بتایا گیا ہے، یعنی یہ سوچا کریں کہ مرنے کے بعد جہاں پہنچنا ہے وہاں کے لیے ہم نے کیا تیار کیا ہے؟ جنت میں لے جانے والے نیک اعمال یا خدانخواستہ جہنم میں پھینکنے والے گناہ اور بداعمالیاں؟ اور یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے تمام اعمال کی سب خبر ہے بلکہ وہ تو دلوں کے خیالات کو بھی جانتے ہیں، دوسری آیت **وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ** الخ میں کثرت ذکر کا نسخہ بیان فرمایا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اس کے وبال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیے یعنی ایسی برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو گئے کہ اپنی دنیا و آخرت دونوں تباہ کر بیٹھے، اپنے نفس کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بہتری کی فکر نہ کرے بلکہ تباہی اور بربادی کے

اسباب اختیار کرے، آگے فرماتے ہیں کہ یہی لوگ فاسق ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے سے انسان گناہوں میں مبتلا ہو کر فاسق و فاجر بن جاتا ہے، اس لیے گناہ اور فسق سے بچنے کا ذریعہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائے نہیں، اور نہ بھلانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کثرت سے یاد کرے، ذکر اللہ میں مشغول رہے، ایک اور بات سمجھ لیجیے فرمایا کہ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلانے والے نہ بنو، یعنی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو بھلا دے اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ بھلانے والوں جیسے نہ بنو، اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو بھلانے والوں جیسے بننے سے روکا جا رہا ہے تو خود بھلا دینے کا کیا انجام ہوگا؟

کثرت سے ذکر و فکر کا طریقہ:

حاصل یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کا یہ نسخہ بیان فرمایا کہ کثرت ذکر و فکر کا اہتمام کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک آدھ گھنٹہ دل کو حاضر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور رات میں سونے سے قبل کچھ دیر دنیا کی فنائیت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور حساب و کتاب کا سوچا کریں، ان دونوں چیزوں پر مداومت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں ذکر و فکر کی وہ لذت حاصل ہوگی کہ اس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے
ازاں بہ کہ چتر شاہی ہمہ وقت ہائے ہوئے

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وفات سے قبل بہت جوش کے ساتھ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے، اس کا تکرار کر رہے تھے۔

اے مرے محبوب میرے دل ربا
مجھ کو آغوش محبت میں بٹھا

ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے ہو چکے تھے، ان سے جان نکل چکی تھی خود فرماتے تھے کہ میرے ہاتھ پاؤں سے جان نکل چکی ہے۔ مگر یہ شعر اس قدر بلند آواز کے ساتھ جوش سے پڑھ رہے تھے کہ دیکھنے والے حیران تھے، سبحان اللہ! کیسی مبارک موت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی مبارک اور مزیدار موت کی سعادت عطاء فرمائیں۔

مزے کا وقت ہے اے موت اس دم آ تو بہتر ہے
نظر میں میری منظر ہے تو دل میں میرے دل بر ہے

یہ کثرت ذکر و فکر کی برکت ہے۔

دنیا سے جب ہو رخصت یا رب غلام تیرا
دل میں دھیان تیرا لب پر ہو نام تیرا

☆......☆......☆

مجھے دوست چھوڑ دیں سب، کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی، مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

☆......☆......☆

اب تو چھوڑے سے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا
مجھ کو سراپا ذکر بنا دے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بُنِ مو سے ذکر تیرا اے میرے خدا

☆......☆......☆

جب تک قلب رہے پہلو میں، جب تک تن میں جان رہے
لب پر تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں پراں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن غافل تجھ سے ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

ان نسخوں کو استعمال کرتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔

دُعاء:

یا اللہ! تیری خاطر اس اجتماع کی برکت سے، حاضری کی جو توفیق تو نے عطاء فرمائی تیری اس رحمت کے صدقے سے، جس مبارک مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں اس کی برکت سے، اس مبارک دن (جمعہ) اور مبارک وقت (قبل مغرب) اور مبارک مقام (مسجد) اور یہ مبارک مہینہ (ربیع الاول) جو تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے استحضار وازدیاد کا مہینہ ہے اس کی برکت سے، یا اللہ! تیرے وہ بندے جو حقوق محبت ادا کررہے ہیں، ان کی محبت اوران کے قلوب کی کیفیات کی برکت سے، یا اللہ! ہمیں محبت کے بتائے گئے نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرما، اور ہمارے لیے ان نسخوں کو موثر بنا، ہمارے قلوب کو غیر کی محبت سے پاک اور صاف فرما کر اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور فرما، محبت کا وہ درجہ عطاء فرما کر اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور فرما، محبت کا وہ درجہ عطاء فرما جو تیری نافرمانیوں سے بچالے اور تیری اطاعت پر مجبور کردے، وہ محبت عطاء فرما جو تیرے یہاں قبول ہو اور تجھے پسند ہو، یا اللہ! نفس اور شیطان کے وساوس سے حفاظت فرما، ہم کمزور ہیں ہماری دستگیری فرما۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ○ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ○ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو (۸۲-۱۰تا۱۲)

جہاد اور تبلیغ لازم ملزوم ہیں

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: جہاد اور تبلیغ لازم و ملزوم ہیں

بمقام: تبلیغی مرکز میں شب جمعہ کا بیان

بتاریخ: ۶ر شوال ۱۴۱۲ھ

بوقت: بعد نماز مغرب

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

میران شاہ

افغان سرحد کے قریب پاکستان کا آخری شہر میران شاہ ہے، اسے میرم شاہ بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ سرزمین جہاد اگرچہ یہاں سے کچھ دور ہے تاہم جہاد اور شہداء کی برکات کے جھونکے بخوبی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

یہاں مجاہدین کے تنظیمی دفاتر، عظیم دینی مدارس کے علاوہ جنگی اہم مراکز، روسی وافغانی کمیونسٹ جنگی قیدیوں کے لیے طویل وعریض جیلیں بھی ہیں۔

یہیں سے مجاہدین افغانستان نے چودہ سالہ جہاد کی کمان کی۔ جہاد افغانستان کے حوالے سے اس شہر کو رہتی دنیا تک کبھی نہ بھلایا جاسکے گا۔

یہیں ''مجاہدین'' کا دفتر ہے جہاں حضرت اقدس نے جہاد میں شرکت کی غرض سے ارض جہاد و سرزمین شہداء افغانستان جاتے وقت قیام فرمایا ؏

از سبب سازیش من حیران شدم

۵؍شوال ۱۴۱۲ھ کو عصر کے بعد مجاہدین سے فرمایا کہ چہل قدمی کو دل چاہ رہا ہے، دفتر سے باہر تشریف لائے علماء کرام اور مجاہدین کافی تعداد میں ہم راہ تھے۔ کھلی فضاء، خوشگوار موسم، سرزمین جہاد کی سمت سے آنے والی ٹھنڈی میٹھی ہوا محبوب حقیقی کی طرف متوجہ کرکے "فالملقیت ذکرا" کا نمونہ پیش کررہی تھی، شہداء کی برکات سے مالا مال یہ دل کش ہوا حضرت اقدس کی بہتر سالہ کبرسنی اور کمزوری کو آیندہ کٹھن اور دشوار سفر کے لیے قوت بخش رہی تھی۔

وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا جب حضرت اقدس علماء کرام، مجاہدین وخدام کے بیچ جذبۂ جہاد سے سرشار ہوکر مجاہدین افغانستان کے حیران کن واقعات جرأت وبہادری سے لطف اندوز ہوتے ہوئے محو سیر تھے اور مجاہدین کے مسلح جانباز دائیں بائیں، آگے پیچھے مجاہدانہ ومحافظانہ روش میں مگن۔ اس دوران مجاہدین کی جرأت وشجاعت کے کارنامے سن کر بہت جوش سے یہ اشعار پڑھے:

اگر اظہار استبداد کے معنی بغاوت ہے
اگر بیزاریٔ بیداد کے معنی بغاوت ہے
اگر اک فطرت آزاد کے معنی بغاوت ہے
تو پھر میں ایک باغی ہوں مرا مذہب بغاوت ہے

ایک موقع پر آپ سے یہ چند اشعار سنے تو دل پر وجد طاری ہوگیا اور خون جوش مارنے لگا ؎

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

☆......☆......☆

دنیا میں ٹھکانے دو ہی ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تخت جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا

دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ جذبات کی ترجمانی اور پھر سنانے والے کا سوز اور سولہ لاکھ شہداء کے خون سے لہو رنگ افغانستان کی سرزمین۔ دل کو وجد میں تو آنا ہی تھا۔

چلیے آپ بھی گنگنایئے ؎

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا
دنیا میں ٹھکانے دو ہی ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تخت جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا

سامنے میران شاہ کے تبلیغی مرکز کی مسجد نظر آئی، مغرب کا وقت ہو رہا تھا، مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے، جہاں شب جمعہ کی وجہ سے کافی تعداد میں لوگ جمع تھے، حضرت اقدس کے وہاں پہنچتے ہی مرکز کے ذمہ دار حضرات نے گھیر لیا اور بڑے اصرار کے ساتھ درخواست کی:

''حضرت اقدس مغرب کے بعد بیان فرمائیں۔''

حضرت اقدس کے لیے بیان سے یہ اعذار مانع تھے:

''ضعف دماغ واعصاب، سفر کی تھکاوٹ، دوروز سے کئی مجالس میں بیان کا تسلسل، آرام فرمانے کا کوئی موقع نہ ملنا۔''

ایسے موانع کے باوجود ان حضرات کے بار بار اصرار پر حضرت اقدس نے بیان کا وعدہ فرمالیا، مغرب کے بعد حضرت اقدس نے جہاد وقتال کی فضیلت واہمیت پر بہت مفصل اور زوردار خطاب فرمایا، ایسے علمی نکات بیان فرمائے کہ بقول مولانا محمد فاروق کشمیری:

''مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی، میں تو خوشی سے رونے لگا۔''

آپ نے جہاد وقتال کی اہمیت اور اس کے مقاصد ومنافع کو آیات قرآنیہ سے مبرہن کر کے پیش فرمایا اور مجاہد کے مال میں برکت کے بارہ میں صحیح بخاری میں مذکورہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قصہ تفصیل سے بیان فرمایا۔

بعض تبلیغی بھائیوں نے کہا:

''آج معلوم ہوا کہ وعظ کہنا تو صرف حضرات علماء کرام ہی کا کام ہے، دلائل سے بات سمجھ میں آتی ہے اور دلوں میں اترتی ہے۔''

آپ کا یہ خطاب بہت عجیب نوعیت کا تھا، اس خطاب نے وزیرستان کے علماء میں ہلچل پیدا کردی، چنانچہ اگلے ہی دن وزیرستان کے علماء کا ایک نمائندہ وفد حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ علماء سے خطاب کے لیے کوئی وقت عنایت فرمائیں تو دور دور سے بھی تمام علماء شریک ہوں گے، حضرت اقدس نے واپسی پر وقت

دینے کا وعدہ فرمالیا، اس وفد کے بعض علماء کرام نے حضرت اقدس سے مزید علمی وعملی استفادہ کے لیے "دارالافتاء والارشاد" کراچی میں داخلہ کی درخواست کی۔

تبلیغی مرکز میں تاریخی بیان

قارئین بیان پڑھنے سے پہلے چند امور ذہن نشین کرلیں:

① یہ بیان وزیرستان کے طویل وعریض علاقہ کے تبلیغی مرکز میں ہوا۔

② سامعین تبلیغی احباب تھے جو شب جمعہ کی وجہ سے بڑی تعداد میں دور سے آئے تھے۔

③ یہ بیان خود تبلیغی مرکز کے ذمہ دار حضرات کے اصرار پر ہوا۔

④ بیان کا موضوع تھا تبلیغ اور جہاد۔

⑤ بیان کرنے والی ایسی ہستی ہے جن کے تقویٰ، دیانت، فتویٰ، علم وعمل کو موافقین ومخالفین سب یکساں طور پر مانتے ہیں۔

دوست دشمن سب ترے مجذوب قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زباں سے کوئی قائل دل میں ہے

جس قدر ان پانچ لڑیوں کو ملا کر رکھیں گے اسی قدر بیان کی اہمیت دلوں میں اترتی چلی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تقدیم کے یہ چند صفحات حضرت اقدس کے سفرنامہ جہاد افغانستان (انوار الرشید جلد۴) سے بحذف واختصار ماخوذ ہیں۔ واللہ الموفق۔

عبدالرحیم
دارالافتاء والارشاد
ناظم آباد۔کراچی
۹/جمادی الثانیہ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

ایمان، قتال اور تبلیغ لازم و ملزوم

(تبلیغی مرکز میں شبِ جمعہ کا تاریخی بیان)

(۶ رشوال ۱۴۱۲ھ بعد نمازِ مغرب)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ (۵-۶۷)

میں بہت ہی مختصر وقت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں زیادہ فرصت نہیں، جلدی ختم کرنے کی کوشش کروں گا، مختصر بات کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے، لمبے مضمون میں تو یہ ہو جاتا ہے کہ چلے ایک طرف نکل گئے دوسری طرف، جس کی وجہ سے کبھی اصل مقصود اور مدعیٰ سے توجہ ہٹ جاتی ہے، مگر جہاں بات ہی مختصر ہو تو اسے دھیان سے سننا اور پھر سمجھنا اختصار کی وجہ سے بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح بات کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں،

مجھے بھی اور تمام سننے والوں کو عمل صحیح کی توفیق عطاء فرمائیں (اس موقع پر حضرت والا نے خدام سے فرمایا: ''جب آدھا گھنٹہ ہوجائے تو مجھے بتادیں'')

جو آیت میں نے اس وقت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں:

یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ

''اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے جو احکام آپ پر نازل کیے جارہے ہیں ان سب احکام کو پوری دنیا میں پھیلائیں۔''

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

''اگر آپ نے میرے احکام پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش نہ کی تو سمجھ لیں کہ آپ نے اللہ کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔''

اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کو دنیا تک نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنے منصب اور ذمہ داری کو نہیں پہچانا، فرض منصبی اداء نہیں کیا۔

اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لوگوں کا خوف آڑے آجائے، کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق تک پہنچاتا ہے لوگ اس کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ بعض تو ویسے ہی ایذائیں پہنچاتے ہیں اور بہت سے جان ہی کے دشمن ہوجاتے ہیں ہر وقت جان لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ اللہ کے احکام پہنچانے میں لگ جائیں گے تو اس کا یہ وعدہ ہے:

وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (۵-۶۷)

اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے ظلم، شر اور ان کی ایذاؤں سے بچائیں گے، اللہ آپ کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اللہ ہو اور وہ اللہ ہی کے احکام پہنچائے پھر بھی اللہ اس کی مدد نہ کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ''**وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ**'' آپ بے خوف و خطر ہوکر میرے احکام دنیا تک پہنچائیں۔

اس تفصیل کو پیش نظر رکھ کو غور کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کی کس قدر تاکید کی گئی ہے اور کوشش نہ کرنے پر تنبیہ بھی۔ تو کیا اگر امت اس کام کو چھوڑ دے یا غفلت کرے تو اس کے لیے کوئی وعید نہ ہوگی؟ کیوں نہیں، بلکہ امت کے لیے تو اور سخت وعید ہوگی۔

تبلیغ کی اہمیت:

اہمیت کتنی ہے اس بارے میں ایک چھوٹی سی صورت بتاتا ہوں:

وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (۱۰۳-۱ تا ۳)

جس نے چار کام نہیں کیے وہ دنیا میں بھی خسارہ میں ہے اور آخرت میں بھی، کامیابی ایسے شخص کے قریب بھی نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ کا اسلوب بیان دیکھیے فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ

زمانہ کے حالات کو دیکھو، زمانہ شاہد ہے کہ جس نے ان چار کاموں میں سے کوئی ایک بھی چھوڑا کامیاب نہیں ہوا، مشاہدہ اور تجربہ سے جو بات عقل میں آتی ہے وہ دلائل سے اس طرح نہیں آسکتی۔

اپنے زمانہ کے حالات تو ہر شخص دیکھ رہا ہے، دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ کون لوگ سکون سے ہیں اور کون وہ ہیں جو دن رات پریشان ہیں، جن کو سکون نصیب نہیں۔

لیکن ذرا گزشتہ زمانہ پر بھی نظر ڈالیے، امم سابقہ اور اس امت کے ادوار ماضیہ میں اللہ تعالیٰ کا دستور کیا رہا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے آپ کا ذہن فوراً تاریخ کی طرف جائے گا مگر مسلمان کے لیے تمام تواریخ سے بڑھ کر کلام اللہ ہے، اس کے مقابلہ میں کوئی تاریخی قصہ آ ہی نہیں سکتا، لہٰذا مسلمان گزشتہ زمانوں کے صحیح حالات معلوم کرنے کے

لیے بھی قرآن سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید میں احکام تو بہت تھوڑے سے ہیں، عبرت کی باتیں زیادہ ہیں، قرآن مجید نے پہلے زمانوں کے حالات کا نقشہ بڑی وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ مثلاً دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی کس کس طریقہ سے حفاظت اور کیسے کیسے مدد فرمائی، کیسی کیسی عزتوں سے نوازا، نافرمانوں کو کیسے کیسے ذلیل و رسوا کر کے آنے والی نسلوں کے لیے رہتی دنیا تک عبرت بنایا۔

قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں، اگر یہ تاریخی کتاب ہوتی تو اس میں کہیں تکرار نہ ہوتا، یہ تو دل بنانے والی کتاب ہے دل بنانے والی..... اور دل جب بنتا ہے کہ ایسی چیزیں بار بار دہرائی جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمائے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مقابلہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آزر سے، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی اپنی قوموں سے کیسے کیسے مقابلے ہوئے، آخر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح دشمنانِ اسلام پر غلبہ عطاء فرمایا اور دشمنوں کو کیسے ذلیل و خوار، مقہور، مردود، مطعون و مطرود فرمایا پھر ان قصوں کو بار بار دہرایا تاکہ دلوں میں اتر جائیں۔

اپنے زمانہ کے حالات کے مشاہدہ اور گزشتہ قرون کے مفصل حالات قرآن مجید میں دیکھنے کے بعد یہ بات خوب محقق ہو جاتی ہے کہ جس شخص نے ان چار کاموں میں سے کسی ایک کام کو بھی چھوڑ دیا وہی خسارہ میں رہا۔

اب مختصراً پہلے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنیے پھر مختصراً ان چار چیزوں کا بیان:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کے لیے جب کوئی حکم نازل فرماتے ہیں تو اسے مختلف انداز سے مؤکد اور پکا کر دیتے ہیں تاکہ بندے اہتمام سے عمل کریں ورنہ

چھوٹے سے چھوٹا حاکم بھی اپنا حکم بتاتے وقت ایسی تاکیدیں نہیں کرتا، وہ تو کہتا ہے کہ ہم حاکم ہیں، ایک بار کہہ دیا حکم سنا دیا بس، کوئی عمل کرے تو ٹھیک ورنہ سزا دیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہونے کے باوجود یوں نہیں فرمارہے کہ میرا یہ حکم ہے اس پر عمل کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ جاؤ جہنم میں، بلکہ قسمیں کھا کھا کر خوب تاکید سے حکم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندوں سے کتنی ہے اس کا صحیح اندازہ اہل علم واہل معرفت ہی لگا سکتے ہیں، جب بھی کوئی حکم نازل فرماتے ہیں تو ان کی رحمت جوش میں آجاتی ہے، ایک تاکید نہیں تاکیدوں پر تاکیدیں پھر اس پر عمل کرنے کو آسان کرنے کے لیے تدبیروں پر تدبیریں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس مضمون میں دیکھ لیجیے کتنی تاکیدیں ہیں، سب سے پہلے یہ کہ کسی حکم کا منجانب اللہ ہونا ہی بہت بڑی تاکید ہے، پھر وہ حکم جو قرآن میں ہو یہ دوسری تاکید، پھر اس مضمون کو قسم کھا کر بیان فرمانا تیسری تاکید، پھر کلمہ ''ان'' چوتھی تاکید، ''لفی خسر'' میں لام پانچویں تاکید، جملہ اسمیہ چھٹی تاکید، یعنی یہ بات بلاشک وشبہہ قطعی یقینی مؤکد ومحقق ہے کہ جس نے ان چار کاموں کو نہیں کیا یا ان میں سے بعض کو نہیں کیا تو وہ نقصان ہی نقصان خسارہ ہی خسارہ میں ہے۔

سمجھانے کے دو انداز ہوتے ہیں، باپ کا بیٹے کو سمجھانا، دوسرا حاکم کا رعیت کو سمجھانا ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے، حاکم تو ایک بار اعلان کرکے قانون جاری کردیتا ہے سب کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے قوانین کا علم چند وکلاء اور قانون دانوں ہی کو ہوتا ہے۔

اس کے برعکس باپ بیٹے کو سمجھانے بیٹھتا ہے تو اس کی تقریر ختم ہونے کو نہیں آتی، بیٹا دیکھو، بیٹا دیکھو، بیٹا دیکھو، ارے میرے پیارے بیٹے! سمجھ جاؤ، سمجھ جاؤ، سمجھ جاؤ، تباہی سے بچ جاؤ، تمہیں نصیحت کررہا ہوں، یوں کہتا ہی چلا جاتا ہے۔

بندوں پر اللہ کی رحمت اور شفقت والدین کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ جب

والدین بیٹے کو سمجھاتے نہیں تھکتے تو اللہ کیسے ایک بار کہہ کر چھوڑ دے، اس لیے بار بار سمجھاتے ہی چلے جاتے ہیں۔ فرمایا:

وَالْعَصْرِo اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍo

میرے بندو! ارے میرے بندو! ارے میرے بندو! میں تمہیں جہنم سے بچانا چاہتا ہوں یقین کرلوان **الانسان لفی خسر** میں یہ حلفیہ کہہ رہا ہوں انسان بہت بڑے خسارے میں ہے۔

غور کیجیے اللہ، اللہ ہو کر قسم اٹھا رہا ہے۔ **خسر** میں تنوین تعظیم کے لیے ہے یعنی انسان بہت بڑے خسارے میں ہے۔

البتہ جو شخص یہ چار کام کرے تو وہ نقصان اور خسارہ سے بچ سکتا ہے۔ عذاب سے بچنے کے لیے چاروں کام کرنا لازم ہے اگر ان میں ایک بھی چھوڑ دیا تو عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

وہ چار کام یہ ہیں:

(۱) **اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** اپنے عقائد درست کرو، عقائد درست نہ ہوں تو اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔ مشرکین مکہ بڑے بڑے نیک اعمال کرتے تھے مگر عقائد شرکیہ تھے، جہنم کا ایندھن بنے۔ آج کل لوگ عقائد درست کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے یہ بڑی غفلت اور دھوکہ ہے۔ یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جنت کی امیدوں پر ساری عمر سجدے پہ سجدہ کر کر کے ماتھے پر محراب بن گیا مگر پھینکے گئے پھر بھی جہنم میں۔

(۲) **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ**، اپنے اعمال درست کرو، تمام امور میں اللہ کی اطاعت کرو خواہ کرنے کے ہوں یا چھوڑنے کے۔ کرنے کی چیزوں کو اوامر اور چھوڑنے کی چیزوں کو نواہی کہتے ہیں۔

(۳) **وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ**، آپس میں ایک دوسرے کو صحیح عقائد کی تبلیغ کرو۔

(۴) **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ**، دین پر استقامت، منکرات کو چھوڑنا، اللہ کی نافرمانیوں

سے بچنا یہ چیزیں بھی ایک دوسرے تک پہنچاؤ اور ان کی تبلیغ کرو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے عقائد و اعمال کو تو درست کرے مگر دوسروں کو عقائد و اعمال کی تبلیغ نہ کرے تو وہ اپنے خیال میں کتنا ہی بڑا عابد و زاہد ہو، رات دن ذکر اللہ میں لگا رہتا ہو ہر وقت تسبیح پھیرتا رہتا ہو، ہر وقت بڑی بڑی عبادات کرتا رہتا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

(اس موقع پر حضرت والا نے وقت دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ چھ منٹ باقی ہیں اس پر فرمایا:)

تمہید ہی میں وقت گذر گیا، اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے گھڑیوں کو بند کر دیں اور دعاء کر لیں کہ اللہ وہ بات کہلوا دے جو میں کہنا چاہتا ہوں، میں بھی اپنی رفتار تیز کرتا ہوں اور دعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق کہلوا دیں۔

تبلیغ اور مقصد تبلیغ:

اب سنیے کہ تبلیغ کے معنی کیا ہیں اور اس سے مقصد کیا ہوتا ہے یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

تبلیغ کا مقصد تو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ تبلیغ کا مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ کے عذاب سے بچا کر اس کی مغفرت و رحمت میں لانا، دنیا و آخرت کی جہنم سے بچا کر دونوں جہاں کی جنت کا مستحق بنا دینا ہے۔

تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ مذکورِ بالا مقصد حاصل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنا۔ پھر اس کوشش کے مختلف طریقے اور ذرائع ہیں۔ نمبروار سمجھ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون کون سے طریقے تبلیغ کی حدود میں داخل ہیں۔

① قرآن مجید کے الفاظ کی تعلیم دینا۔ یہ بھی تبلیغ ہے اگرچہ اس پر قناعت کرنا کافی نہیں تاہم ہے بہرحال تبلیغ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو قرآن کیسے باقی رہے گا، اس

کے احکام کو کون سمجھے گا اور کون عمل کرے گا؟

(۲) قرآن مجید کے احکام کی تعلیم دینا خواہ ترجمہ و تفسیر پڑھانے کی صورت میں ہو یا احادیث نبویہ پڑھانے کی صورت میں۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث سے نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، معاملات، معاشرات کے جو احکام مستنبط فرمائے ہیں، حلال و حرام، پاکی ناپاکی کی جو تفاصیل لکھی ہیں ان کو آگے پہنچانا بھی تبلیغ میں داخل ہے اگر سب لوگ یہ کام چھوڑ دیں تو سب مجرم ٹھہریں گے۔

(۳) احکام شرعیہ معلوم کرنے والوں کو صحیح صحیح جواب دینا۔ جیسے قوانینِ حکومت جاننے کے لیے لوگ ماہرینِ قانون کی طرف رجوع کرتے ہیں اسی طرح قوانین شریعت جاننے والے کچھ ماہر لوگ ہوتے ہیں جو مفتی کہلاتے ہیں یہ حضرات بوقت ضرورت مسائل شرعیہ میں لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

کسی کو کسی بھی وقت کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز، اس غلطی کے ہوتے ہوئے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، کسب معاش کے لاتعداد ذرائع میں سے کون سا جائز ہے اور کون سا ناجائز غرضیکہ ہر شخص ہر مسئلہ میں ان حضرات سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہے، اگر یہ حضرات نہ ہوں تو لوگوں کے دین و ایمان کا کیا بنے گا؟ کیا مسلمان باقی رہ سکیں گے؟ یہ کام بھی تبلیغ ہے۔

ذرا سوچیے اگر شریعت کے قوانین جاننے والا کوئی نہ رہے تو احکام بتائے گا کون؟ اور آپ پوچھیں گے کس سے۔ اس لیے یہ بھی تبلیغ ہے بلکہ تبلیغ کا نہایت اہم و اعظم شعبہ ہے۔

(۴) عوام میں چل پھر کر ان کو دین کی طرف متوجہ کرنا اور ان کے دلوں میں دین کی محبت پیدا کرنا۔

جو لوگ علماء سے وابستہ ہو گئے۔ دینی مدارس سے منسلک ہو گئے۔ اپنی زندگیاں

دین کے لیے وقف کردیں وہ اللہ کی رحمت میں آگئے مگر عوام جن کو اس طرف توجہ نہیں طلب وفکر ہی نہیں کہ دنیوی دھندے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم کر کے ان پر عمل کریں انہیں کون توجہ دلائے؟ اس کے لیے جماعتیں نکلیں، انفرادی و اجتماعی کوششیں ہوں لوگوں میں دین کی محبت، طلب وفکر پیدا کی جائے، بتایا جائے کہ اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ کا قانون ہے، اس طرح ان کے قلوب میں اللہ کی محبت، عظمت و فکر آخرت پیدا ہوگی اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا آسان ہو جائے گا، محبت وعظمت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو محبوب کے حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کر دیتی ہیں۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کہیں میرے کسی قول یا فعل سے محبوب ناراض نہ ہو جائے، محبوب روٹھ نہ جائے، ارے کہیں میرا محبوب ناراض نہ ہو جائے۔

اگر عوام کو ادھر متوجہ نہ کیا گیا تو علماء کرام کی دینی خدمات تدریس، تالیف، افتاء سب بے کار ہو جائیں گی، اگر کارخانہ مال تیار کرتا رہے مگر گاہک ہیں ہی نہیں تو بتائیے کارخانہ کے نگرانوں، انجینئروں اور مزدوروں کی محنت رائیگاں گئی یا نہیں؟ اس لیے ایسی جماعت ضروری ہے جو عوام کے دلوں میں فکر وطلب پیدا کرے، گھروں میں جا جا کر ان کو نکال نکال کر ان میں فکر پیدا کرے، یہ بھی تبلیغ کی صورت ہے۔

یہ سارے طریقے جواب تک میں نے بتائے ہیں اس حالت میں ہیں جب کہ اسلام کے خلاف طاغوتی طاقتیں کفار کی قوتیں اسلام کے راستہ میں حائل نہ ہوں، کسی بھی طریقہ سے اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر کفار کی طاقت زور پکڑ جائے اور طاقت کے بل بوتے پر اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو کبھی تو صراحۃً رکاوٹ بنتے ہیں اور کبھی صراحۃً تو اجازت دیتے ہیں مگر ان کے حالات اور ان کی سیاست ایسی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے، کہیں دنیا مسلمان نہ ہو جائے، جب کفر اسلام کو دبانا چاہے تو وہاں تبلیغ کی ایک اور قسم بھی اختیار کرنا پڑے گی یعنی تلوار سے تبلیغ، جس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اتنا قتال

کریں، اتنا قتال کریں اتنا جہاد کریں اور اس قدر کریں کہ کفر کی کمر ٹوٹ جائے۔ جب تک کفر کی کمر ٹوٹ نہیں جاتی کفار کو قتل کرتے چلے جاؤ، ان کو تہ تیغ کرتے چلے جاؤ۔

قرآن مجید بار بار کہہ رہا ہے۔ اگر میں ایک ایک آیت پڑھوں تو اس پر ساری رات صرف ہوسکتی ہے۔

قرآن کی صریح نصوص ہیں کہ اس وقت کفر کی جتنی بھی طاقتیں تھیں سب کے لیے یہ حکم تھا:

''انہیں قتل کرو، قتل کرو، قتل کرو، اڑاتے چلے جاؤ گردنیں اڑاؤ گردنیں۔''

قرآن مجید میں تو یہاں تک الفاظ ہیں:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍo (۸-۱۲)

میں جب اس آیت پر سے گزرتا ہوں تو اللہ کی قسم دل چاہتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں گردنیں، اللہ کے حکم سے ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

سنیے میرا اللہ کیا فرما رہا ہے:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ

اللہ کی رحمت دیکھیے یہ بھی خود ہی بتا رہے ہیں کہ تلوار کہاں مارو؟ ان کفار کی گردنوں پر تلوار لگاؤ گردنوں پر، ہاتھ پاؤں کٹنے سے کام تمام نہیں ہوگا۔

وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍo

اگر گردن تمہارے قبضہ میں نہ آئے تو جوڑوں پر لگاؤ جوڑوں پر۔ تلواروں سے جوڑوں کی خبر لو ہاتھوں کے جوڑ، گھٹنوں کے جوڑ، غرض ایک ایک کر کے جوڑوں کا نشانہ لو اس سے گردن اُڑانا بھی آسان ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں جہاد پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دس سالہ مدنی دور اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی جہاد سے پُر ہے۔ قتال اسی امت میں نہیں سابقہ امتوں میں بھی قتال وجہاد بالسیف تھا،

مگر یہ سب اس صورت میں ہے جب زبانی تبلیغ کافی نہ ہو۔

غرض یہ کہ تبلیغ کے یہ ذرائع بھی جاری رہیں جو میں نے بتائے، ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا جائز نہیں، ایک شعبہ کو چھوڑیں گے تو دین مکمل نہیں ہوسکتا، اس کے ساتھ یہ بھی کہ کفار کی طاقتیں ابھریں تو تلوار سے ان کی خبر لو۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (۵۷-۲۵)

اس آیت میں لوہے کو پیدا کرنے کی حکمت بیان فرمائی ہے، لوہے کی عظمت تو دیکھیے اللہ تعالیٰ اسے آسمانی کتابوں سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جیسے ہم نے آسمان سے کتاب نازل کی اسی طرح ''لوہا'' بھی نازل کیا، حالانکہ لوہا زمین سے نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت بتانے کے لیے یہ فرمایا ہے۔ اندازہ لگائیں اللہ کے ہاں اسلحہ کی کتنی عظمت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسلحہ بھی نازل فرمایا۔ کیوں؟

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

اس میں کفار کے لیے بہت سخت دہشت اور دبدبہ ہے۔ اسلحہ سے میرے دشمنوں کو ڈراتے دھمکاتے رہو۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸-۶۰)

کافروں کے مقابلہ کے لیے اسلحہ اور دوسری ہر قسم کی تیاری پر اپنی پوری قوت صرف کردو، بہتر سے بہتر عمدہ ہتھیار تیار کرو، اسلحہ کا مظاہرہ کیا کرو، دشمنانِ اسلام کو دکھادو کہ ہمارے پاس کتنا اسلحہ ہے۔

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

کافروں کو تہس نہس کرنے کے لیے ہتھیار بنانے پر جب اپنی پوری طاقت خرچ کردو گے تو محض اس تیاری ہی سے تمہاری ہیبت اور دہشت کافروں پر بیٹھ جائے گی جو میرے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔

جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا انداز کتنا مؤثر ہے کہ یہ بدبخت صرف میرے دین ہی کے دشمن نہیں تمہاری جان، عزت، مال کے بھی دشمن ہیں، اور جب اسلحہ کے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو فرمایا:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲-۱۹۱)

اللہ کی زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کردو۔ چھوڑ دو دہانے توپوں کے۔

ترکِ جہاد کی اصل وجہ:

آخری ضروری بات تو رہ ہی گئی وہ بھی سن لیجیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ (۹-۳۸)

اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایک مرض پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے، اسلحہ کے ذریعہ کفار کو نہیں دباتے، ان کی گردنیں نہیں کاٹتے، مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں اس کی اصل وجہ حبِ دنیا کا مرض ہے، گھروں سے کیوں نہیں نکلتے اس لیے کہ دنیا محبوب ہے۔ مال کی محبت نے انہیں تباہ کر دیا ہے۔ حب دنیا کے شعبے بہت ہیں، جہاد فی سبیل اللہ سے خطرۂ جان رکاوٹ ہے تو یہ بھی حب دنیا ہے۔ جاہ و منصب مانع ہیں تو یہ بھی حب دنیا، مال و اولاد درمیان میں حائل ہیں تو یہ بھی دنیائے مردار کا شعبہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں جہاد و قتال کے لیے نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین سے لگے جاتے ہو؟ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو، قتال کرو کفار کے مقابلہ میں صف بندی کرو، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ تو تم زمین سے کیوں چمٹے جاتے ہو، آخر کیوں؟

اس لیے کہ دنیا کی محبت سے بزدلی دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ کہیں ہم مر نہ جائیں اگر مرگئے تو ہماری اولاد، جائیداد، تجارت کا کیا بنے گا؟ یہ چیزیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ سے، آخرت سے، اسلام اور مسلمانوں کے دفاع سے غافل کر رکھا ہے۔

علاج مرض:

یہ تو ہوا مرض جو جہاد میں نکلنے نہیں دیتا، اب اس کا علاج سنیے، اللہ تعالی نے اسی آیت کے آخر میں علاج بھی بتادیا ہے۔ فرماتے ہیں:

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ

یہ سوچا کرو کہ جو چیز تمہیں جہاد سے روک رہی ہے وہ عارضی ہے، فانی ہے۔ سب سے زیادہ جان آڑے آسکتی ہے سو یہ بھی بہرحال ایک نہ ایک دن نکلنے والی ہے۔

فرمایا:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ

(۴-۷۸)

اللہ کی راہ میں نکلو، جان لینے دینے کے لیے تیار رہو اور اگر تمہیں موت سے خوف آنے لگے تو پھر یہ سوچو کہ اللہ کی راہ میں نہ نکلے تو کیا موت نہیں آئے گی؟ مروگے، بہر صورت مروگے، بہر حال مروگے، بہر حال مروگے، وہ لے جا کر چھوڑے گا، لے جا کر چھوڑے گا۔ جب ملک الموت آئے گا تو خواہ کتنی منتیں سماجتیں خوشامدیں کرلیں، ارے یار چھوڑ دے، مہربانی کر چھوڑ دے، ایک منٹ ہی کے لیے چھوڑ دے، صرف ایک منٹ کے لیے، وہ نہیں چھوڑے گا۔ بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں چھپ جاؤ ملک الموت پہنچ کر رہے گا۔

جب موت سے کوئی مفر نہیں تو پھر اللہ کے راستہ ہی میں کیوں نہ آئے؟ شہادت ڈرنے کی نہیں گلے لگانے کی چیز ہے۔ اس کی تمنا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمائی:

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم اُحییٰ ثم اُقتل ثم اُحییٰ ثم اُقتل ثم اُحییٰ ثم اُقتل (رواہ البخاری ومسلم)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں۔''

شہادت کے وقت ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہوتی، شہادت کی موت بستر کی موت سے کہیں اعلیٰ وارفع واسہل ہے۔ یہ مضمون بہت لمبا ہے دیر ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کوئی اور عالم کبھی آپ کو بتا دے۔

غرض یہ کہ شہادت سے شیطان کے بندے ڈرتے ہیں، رحمٰن کا بندہ تو اس کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہر وقت بے چین رہتا ہے۔

جان دی، دی ہوئی انہی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سوچیں کہ جان دی کس نے؟ اللہ ہی کی تو دی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی چیز اللہ کو واپس کر دی تو آپ نے کیا کمال کر دیا۔

جان دی، دی ہوئی انہی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی بڑی بشارتیں ہیں کہ اللہ نے تمہاری جان کو خرید لیا، جس کا خریدار اللہ بن جائے اس کے لیے اس سے بڑی کیا بشارت ہو سکتی ہے۔ پھر اس کے عوض میں جنت عطاء فرماتے ہیں اس سے بڑی اور کیا دل جوئی ہو سکتی ہے۔ کتنی زبردست تجارت ہے، کتنی بڑی تجارت ہے!

جن کو یہ خطرہ ہے کہ جہاد میں چلے گئے تو مر جائیں گے ایسے لوگ کہیں ایسی جگہ چلے جائیں جس کا ملک الموت کو پتہ نہ چلے۔

جس زمانہ میں پاکستان اور ہندوستان کی جنگ چھڑی ہوئی تھی بعض لوگ فون پر بار بار پوچھتے تھے:

''گولے برس رہے ہیں تو کیا ہم باہر چلے جائیں؟''

میں جواب میں کہتا تھا:

''ہاں ٹھیک ہے، ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ملک الموت نہ پہنچ سکے اور اگر ملک الموت سے چھپنے کی جگہ نظر نہیں آتی تو بھاگنے سے کیا فائدہ؟ جب مرنا ہی ہے تو شہادت کی موت کے لیے کیوں تیار نہیں ہوتے؟''

یہ تو علاج ہوا ان کا جو جہاد میں جان کے خوف سے نہیں نکلتے۔

بعض ایسے ہیں جو جہاد میں مال خرچ کرنے سے ڈرتے ہیں، یا جہاد میں اس ڈر سے حصہ نہیں لیتے کہ ان کی تجارت اور کاروبار کا کیا بنے گا۔

ایسے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے صرف ایک قصہ بتانے پر اکتفاء کرتا ہوں، مضمون بہت طویل ہے، ساری آیات واحادیث تو کیا ان کا عشر عشیر بھی اس مختصر سے وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے بڑا عجیب اور بہت عبرت انگیز قصہ بتاتا ہوں:

جہاد سے مال میں برکت:

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد میں بہت حصہ لیتے تھے، ہمہ وقت کفار سے برسرپیکار رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مشغول رہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہوئے، آپ نے پوری زندگی کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کیا ساری عمر جہاد میں لگا دی۔ لوگ بڑی بڑی مقدار میں آپ کے پاس امانتیں رکھواتے تو آپ فرماتے:

''اگر تمہاری امانتیں میرے پاس ناگہانی آفت سے ضائع ہوگئیں تو تمہارا نقصان ہوگا (کیونکہ امین امانت کے ضائع ہونے پر ضامن نہیں ہوگا الا یہ کہ اس کی غفلت ثابت ہوجائے) لہٰذا امانت کی بجائے تم یہ مال مجھے بطور قرض دے دو تا کہ یہ مال تمہیں بہر صورت واپس مل جائے۔''

ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

''بیٹے! معلوم ہوتا ہے کہ میں عنقریب ہی شہید ہوجاؤں گا میرے ذمہ لوگوں کا قرض ہے، قرض میں نے کسی سے مانگا نہیں، لوگ امانتیں لاتے میں انہی کے فائدے کے لیے ان کو قرض کا مشورہ دیتا، نتیجہ یہ کہ اب میرے ذمہ قرض بہت زیادہ ہوگیا ہے۔ میری شہادت کے بعد اعلان کر دینا کہ قرض خواہ اپنا قرض وصول کرلیں، اور میرا ترکہ کافی نہ ہو تو زبیر کے مولیٰ سے مدد مانگنا۔''

عربی میں مولیٰ کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں: ''معاہدہ کرنے والا۔'' عرب میں آپس میں معاہدہ کا عام رواج تھا۔ دو شخص آپس میں معاہدہ کرلیتے کہ ان میں سے جو پہلے مرے گا دوسرا اس کے تمام حقوق اداء کرے گا۔ اسی دستور کے مطابق صاحبزادے یہ سمجھے کہ ابا نے کسی سے معاہدہ کیا ہے جس سے مدد لینے کو فرمارہے ہیں اس لیے پوچھا:

''ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میرا مولیٰ میرا اللہ ہے اگر ترکہ سے قرض پورا نہ ہو تو میرے اللہ سے مدد مانگنا۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادہ سے پوچھا:

''آپ کے ابا پر کتنا قرض ہے؟''

جواب دیا: ''ایک لاکھ درہم''

دراصل قرض بائیس لاکھ درہم تھا، ایک درہم ۳،۴۰۲ گرام چاندی کا ہوتا ہے۔ بائیس لاکھ کا حساب خود لگا لیجیے تا کہ آیندہ قصہ سے اندازہ لگا سکیں کہ مجاہد کے مال میں برکت کس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل بڑھانے ان کی راہ میں جہاد کا جذبہ پیدا کرنے اور ایمان تازہ کرنے کی نیت سے حساب لگائیں گے تو اس کا اجر ملے گا۔

قرض بائیس لاکھ تھا مگر صاحبزادہ صاحب قرض چھپانا چاہتے تھے اس لیے ایک لاکھ بتایا اور اس میں جھوٹ بھی نہیں کیونکہ بائیس لاکھ تھا تو ایک لاکھ بھی تھا، لاکھ سے زائد کی نفی نہیں کی۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا:

''آپ کے ابا کا ترکہ تو اس کے لیے ناکافی ہے۔''

غور کیجیے کہ اصل قرض بائیس لاکھ درہم ہے اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترکہ کو ایک لاکھ کے لیے بھی ناکافی سمجھ رہے ہیں۔

مگر اللہ کی قدرت دیکھیے، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت عطاء فرمائی کہ بائیس لاکھ درہم قرض اداء کرنے کے بعد بھی بچ گیا، اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا، ایک تہائی سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت اداء کی گئی، دو تہائی میں سے آٹھواں حصہ بیویوں کو دیا گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں یہ حضرات بیویاں اس لیے زیادہ رکھتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ فوج پیدا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو اسی نیت سے سو بیویاں رکھیں (یہ ان کی شریعت میں جائز تھا)

جب چار بیویوں پر بائیس لاکھ درہم قرض اداء کرنے کے بعد بقیہ مال کی دو تہائی کا ۱/۸ تقسیم کیا گیا تو ہر ایک حصہ میں بارہ بارہ لاکھ درہم آئے، اس حساب سے کل ترکہ

پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم بنتا ہے۔

خود حساب لگالیں، حساب حب دنیا کی وجہ سے ہو تو مذموم ہے اور اس پر وعید بھی ہے۔

الذی جمع مالا وعددہ:

کچھ لوگ اللہ کی محبت پر مال کی محبت غالب رکھتے ہیں جس کی علامت یہ ہے کہ دن رات مال و دولت کا حساب لگاتے رہتے ہیں اتنے سو ہو گئے اب اتنے ہزار ہو گئے، لیکن اگر یہ حساب اللہ تعالیٰ پر توکل، اعتماد اور محبت بڑھانے کے لیے ہو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ دیکھنا مقصد ہو کہ مجاہد کے مال میں کیسی برکت ہوئی تو یہ محمود ہے، حساب لگائیں مختصراً یوں سمجھ لیں۔

چار بیویوں کا حصہ: ۴×۱۲ = ۴۸ لاکھ درہم

سب وارثوں کے حصص کا مجموعہ: ۴۸×۸ = ۳۸۴،

وصیت: ۳۸۴÷۲ = ۳۸۴

قرض: ۲۲ لاکھ درہم،

۵۹۸ = ۲۲+۱۹۲+۳۸۴

پانچ سو اٹھانوے لاکھ درہم یعنی پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم۔

جس ترکہ سے ایک لاکھ درہم اداء کرنا مشکل تھا اس میں جہاد کی برکت سے وہ ترقی ہوئی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

امام بخاری اور قصہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

محدثین جس مسئلہ پر عنوان قائم فرماتے ہیں وہ بہت اہم ہوتا ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قصہ پر یہ عنوان رکھا ہے:

باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا

”مجاہد کے مال میں برکت اس کی زندگی میں بھی اور اس کی موت کے بعد بھی۔“

چند روز قبل اللہ تعالیٰ نے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ اس مجموعہ مال کی اصل مال سے نسبت کا حساب کیا جائے تاکہ مال میں ترقی کا اندازہ ہو۔

میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ چھ سو گنا اضافہ ہوا ہے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''اس کے بعد جب بھی کبھی کوئی حاجت پیش آتی تو میں یوں دعاء کرتا:

''اے زبیر کے مولیٰ! میری حاجت پوری کردے۔ تو وہ فوراً پوری ہوجاتی۔''

جو انسان صحیح معنی میں اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجات غیب سے اس طرح پوری فرمادیتے ہیں کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

من کان للہ کان اللہ لہ

''جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔''

پھر دفع مصائب و بلیات کے لیے تعویذات، عملیات، ٹونے ٹوٹکوں کی ضرورت نہیں رہتی:

مَایَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ(۴-۱۴۷)

''اگر تم شکر گزار اور ایمان دار بن جاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا''؟

یا اللہ! ہم سب کو اپنے بندے بنالے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح تیرے دشمنوں کی گردنیں اڑانے اور اس مقصد کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے سچے جذبات عطاء فرما۔

یہ تو جہاد میں وقت لگانے پر مال میں برکت کا بیان تھا اب جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت سنیے:

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ٥ (۲-۲۶۱)

''کم از کم سات سو گنا بڑھانے کا وعدہ ہے، اتنا تو ملے گا ہی، اور مزید یہ کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ چاہیں بڑھا دیں زیادہ کی کوئی حد معین نہیں۔''

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ

اس آیت میں اگرچہ آخرت کے اجر کا بیان ہے مگر دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جہاد میں جان اور مال لگانے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ تف وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۹-۱۱۱)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنے ان بندوں کی فہرست میں شامل فرمالیں جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے جو اس کی راہ میں قتال کرتے کرتے اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے کرتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔

وصل اللھم وبارک وسلم علٰی عبدک ورسولک محمد وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین

الحاق

اس بیان میں حضرتِ اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ وقت کی قلت کی وجہ سے آیاتِ قتال میں سے دو تین ہی پڑھ سکے بعد میں فرمایا:

''ویسے تو قرآن آیاتِ قتال سے بھرا پڑا ہے کئی کئی رکوع مسلسل اور بعض سورتیں مستقل قتال کے موضوع پر ہیں تاہم ان میں سے نمونہ کے طور پر بیان کے آخر میں بعنوان ''الحاق'' آیاتِ ذیل کا اضافہ کر دیں۔''

بندہ نے ان آیات کا ترجمہ بیان القرآن سے لیا ہے، کہیں کہیں بغرض تفہیم و تسہیل معمولی ترمیم کر دی ہے۔

عبدالرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت کہو:

① وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (۲-۱۵۴)

''اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔''

دفاعی جہاد کا حکم:

② وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ (۲-۱۹۰)

''اور مسلح جہاد کرو اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں۔''

کفار کو جہاں پاؤ قتل کرو، فتنہ کفر قتل سے کہیں زیادہ سخت تر ہے:

③ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ (۲-۱۹۱)

''اور قتل کرو ان کو جہاں ان کو پاؤ اور ان کو نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے اور شرارت قتل سے سخت تر ہے۔''

کافروں کا علاج:

④ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲-۱۹۱)

''پس اگر وہ (کفار) تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو، کافروں کا علاج ہی یہی ہے۔''

جہاد فرض ہے:

⑤ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (۲-۲۱۶)

''ایمان والو! تم پر قتال (طبعاً) ناگوار ہونے کے باوجود فرض کیا گیا۔''

جہاد رحمت ہے اور ترک جہاد فساد ہے:

⑥ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲-۲۵۱)

''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں (یعنی اگر مصلحین کو مفسدین پر غالب نہ کرتے رہتے) تو سرزمین فساد سے پُر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر۔''

مجاہدین گناہوں سے بچیں تو دشمن ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا:

⑦ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (۳-۱۲۰)

''اور تم ثابت قدم رہے اور (گناہوں سے) بچتے رہے تو ان (کفار) کی تدبیریں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی۔''

فتح وکامرانی کی شرط:

⑧ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۳-۱۳۹)

''اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مؤمن رہے۔''

جہاد کیے بغیر جنت میں داخلہ کا گمان غلط ہے:

⑨ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۳-۱۴۲)

''ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ

نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ان کو دیکھا جو (جہاد میں) ثابت قدم رہے ہوں۔"

اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت سمجھو:

⑩ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ (۳-۱۶۹)

"اور جو اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔"

مسلمانو! اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو:

⑪ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۙ (۴-۷۱)

"اے ایمان والو! اپنے دفاع کو مضبوط رکھو پھر نکلو (کفار سے قتال کے لیے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر"

مجاہد ہر حال میں کامیاب:

⑫ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ (۴-۷۴)

"اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آجائے ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔"

مظلوموں کی خاطر جہاد کیوں نہیں کرتے:

⑬ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

لَدُنْکَ نَصِیْرًا o (۴-۷۵)

''اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں اور کچھ بچے ہیں جو دعاء کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لیے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کر دے اور غیب سے کسی حامی کو بھیج دے۔''

اولیاء شیطان سے قتال کرو:

⑭ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا o (۴-۷۶)

''تو شیطان کے ساتھیوں سے مسلح جہاد کرو، یقیناً شیطانی تدبیر بڑی لچر ہوتی ہے۔''

ایمان کی علامت جہاد ہے:

⑮ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ (۴-۷۶)

''ایمان والے تو اللہ کی راہ میں مسلح قتال کرتے ہیں۔''

جہاد سے طبعی خوف کا علاج:

⑯ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا o (۴-۷۷)

''پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بعض آدمی لوگوں سے (طبعاً) ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی

زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو اور تھوڑی مہلت دے دی ہوتی (چونکہ یہ عرض کرنا بطور انکار واعتراض کے نہیں تھا اس لیے گناہ نہیں ہوا) آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا نفع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لیے جو اللہ کی نافرمانی سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔"

موت سے ڈرنے کا علاج:

⑰ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (۴-۷۸)

"تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آئے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنفس نفیس جہاد کرنے کا حکم:

⑱ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا (۴-۸۴)

"پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجیے، آپ اپنے ہی ذمہ دار ہیں اور مومنین کو ترغیب دیجیے (جہاد کی) (اس سے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں۔"

اسلحہ سے غفلت برتنا کفار کی تمنا پوری کرنا ہے:

⑲ وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً (۴-۱۰۲)

''یہ کفار چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ و اسباب سے غفلت اختیار کر لو پھر یک بارگی تم پر سخت حملہ کر دیں۔''

میدان جہاد میں پشت دکھانے کی حرمت:

(۲۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (۸-۱۵،۱۶)

''اے ایمان والو! جب تم کفار سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا، اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔''

جہاد مسلمانوں کو زندگی بخشنے والا عمل ہے:

(۲۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (۸-۲۴)

''مسلمانو! تم اللہ اور رسول کے حکم بجالایا کرو جبکہ رسول تمہیں تمہاری زندگی بخش چیز (جہاد) کی طرف بلاتے ہوں۔''

ترکِ جہاد کا وبال تارکین کے علاوہ دوسرے معصوم لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے:

(۲۲) وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (۸-۲۵)

’’اور ایسے فتنہ (یعنی ترک جہاد کے وبال) سے بچو جو اپنی لپیٹ میں صرف ان لوگوں کو نہیں لے گا جنہوں نے وہ گناہ (ترک جہاد) کیا (بلکہ دوسرے معصوم بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی اس کی زد میں آئیں گی) اور تم یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دیتے ہیں۔‘‘

فتنہ وفساد کے خاتمہ تک جہاد جاری رکھو:

(۴۳) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۸-۳۹)

’’اور تم ان کفار سے اس حد تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔‘‘

جہاد میں ڈٹے رہنے اور کثرت ذکر اللہ کا حکم:

(۴۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۸-۴۵)

’’اے مسلمانو! جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔‘‘

شہید کے اعمال صالحہ تا قیامت برابر جاری رہتے ہیں:

(۴۵) وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (۴۷-۴)

’’اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ (جہاد میں) شہید ہو گئے اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا یعنی موت سے ان کے اعمال عام مردوں کی طرح بند نہیں ہوں گے بلکہ تا قیامت جاری رہیں گے۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریض علی القتال کا حکم:

(۴۶) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (۸-۶۵)

''اے نبی! مسلمانوں کو قتال پر ابھاریے۔''

کفار کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین کی ہر قسم کی امداد فرض ہے:

﴿۲۷﴾ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ (۸-۷۲)

''اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا فرض ہے۔''

جہاد کرنے والے ہی پکے مومن ہیں:

﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌo (۸-۷۴)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق اداء کرنے والے ہیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے۔''

کفر کے سرداروں سے قتال کرو:

﴿۲۹﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَo (۹-۱۲)

''اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو ان کفر کے سرداروں سے جہاد کرو اس قصد سے کہ یہ باز آجائیں ان کی قسمیں نہیں رہیں۔''

دل میں ایمان ہے تو کافروں سے مت ڈرو:

﴿۳۰﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۹-۱۳)

''تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی، کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

جہاد کفار کی ذلت اور مسلمانوں کے غیظ قلوب کے لیے شفاء:

(۳۱) قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ (۹-۱۴،۱۵)

''تم ان سے لڑو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفاء دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ وغضب کو دور کرے گا۔''

جہاد کیے بغیر دین داری کے امتحان میں کامیاب ہونے کا خیال غلط ہے:

(۳۲) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ (۹-۱۶)

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ، رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہیں بنایا۔''

مجاہدین کا رتبہ سب سے بڑا ہے:

(۳۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝ يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِيۡهَا نَعِيۡمٌ مُّقِيۡمٌ ۝ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝ (۹-۲۰ تا ۲۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔“

اموال و اولاد اور کاروبار جہاد سے رکاوٹ بن جائیں تو قہر الٰہی کا انتظار کرو:

(۳۳) قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝ (۹-۲۴)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔“

جب تک کفار ماتحت نہ ہو جائیں قتال جاری رکھو:

(۳۵) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۹-۲۹)

”قتال کرو تم ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کو مانتے ہیں...... یہاں تک کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کر لیں۔“

مشرکین سے قتال کا حکم:

(۳۶) وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (۹-۳۶)

”اور لڑو تم مشرکوں سے سب سے جیسا کہ وہ تم سے سب سے لڑتے ہیں۔“

جہاد میں نہ نکلنے والا حب دنیا کا مریض ہے:

(۳۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۹-۳۸)

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے جہاد میں نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین کو لگے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی؟ سو دنیوی زندگی کا متاع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔“

جہاد میں نہ نکلنے پر عذاب الٰہی:

(۳۸) اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۹-۳۹)

”اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کرے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے

اور اللہ کو تو ہر چیز پر قدرت ہے۔“

ہر حال میں نکلو:

(۳۹) اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (۹-۴۱)

”نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔“

استطاعت نہ ہونے کا بہانہ سفید جھوٹ ہے:

(۴۰) لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ (۹-۴۲)

”اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور (جہاد میں) آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

مومن جہاد سے جان نہیں چراتا:

(۴۱) لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۝ (۹-۴۴)

”جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں رخصت نہ مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔“

جہاد سے جان چرانا منافقین کا شیوہ ہے:

﴿۴۲﴾ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ۝(۹-۴۵)

''البتہ آپ سے (جہاد میں نہ جانے کی) رخصت وہ لوگ مانگیں گے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔''

جو جہاد کا واقعی ارادہ رکھتا ہو تو وہ جہاد کی تیاری ضرور کرتا ہے:

﴿۴۳﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً وَّلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْۢبِعَاثَھُمْ فَثَبَّطَھُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ۝(۹-۴۶)

''اور اگر وہ (واقعۃً جہاد میں) چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ تیاری کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کو توفیق نہیں دی اور یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں دھرے رہو۔''

اے نبی! کفار اور منافقین سے سخت جہاد کریں:

﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ؕ (۹-۷۳)

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے۔''

جہاد میں نہ جانے پر خوش ہونا اور گرمی سردی کے بہانے منافقوں کے حربے ہیں:

﴿۴۵﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِھِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَکَرِھُوْۤا اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ کَانُوْا یَفْقَھُوْنَ۝(۹-۸۱)

''یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے (جہاد میں چلے جانے

کے) بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنا ناگوار گزرا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔"

منافقوں میں سے کھاتا پیتا طبقہ تو کچھ زیادہ ہی جہاد سے پیچھے رہتا ہے:

۴۶ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَo (۹-۸۶)

"اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مال دار طبقہ آپ سے رخصت مانگنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ اجازت دیجیے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔"

تارکین جہاد مرد ہیں یا خانہ نشین عورتیں؟:

۴۷ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَo (۹-۸۷)

"وہ (جہاد میں نہ جانے والے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ سمجھتے ہی نہیں۔"

مجاہدین کو فلاح دنیوی واخروی کی بشارت:

۴۸ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُo (۹-۸۹،۸۸)

’’ہاں لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہوئے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘

وہ لوگ جن پر جہاد فرض نہیں:

(۴۹) لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ (۹-۹۱،۹۲)

’’کمزوروں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (سامان جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو میسر نہیں، جب کہ یہ لوگ اللہ ورسول کے ساتھ خلوص رکھیں، ان نیکوکاروں پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو (جہاد میں جانے کے لیے) سواری دے دیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کردوں تو وہ اس حالت میں واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ ان کو (جہاد میں) خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں۔‘‘

دولت مندوں کا جہاد سے پیچھے رہنا:

(۵۰) اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا

بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۹-۹۳)

''بس الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے (پیچھے رہنے کی) اجازت مانگتے ہیں، وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی جس سے وہ جانتے ہی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ اور مجاہدین کے مابین عجیب سودا:

﴿۵۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (۹-۱۱۱)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں مسلح جہاد کرتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تو راۃ میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

جہاد میں نہ جانے والے تین صحابی:

﴿۵۳﴾ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ (۹-۱۱۸)

''اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا

گیا تھا (یعنی وہ تین حضرات جو جہاد میں شرکت نہ کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قطع تعلق (بائیکاٹ) کا حکم فرمایا) یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔"

کیا تمہاری جان رسول اللہ کی جان سے زیادہ قیمتی ہے؟:

(۵۳) مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (۹-۱۲۰)

"مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ (جہاد میں) اللہ کے رسول سے پیچھے ہٹتے اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے (زیادہ) عزیز سمجھتے (کہ آپ تو جہاد میں تکالیف سہیں اور یہ آرام سے بیٹھیں)۔

یہ (ساتھ جانا ضروری تھا) اس وجہ سے کہ ان کو جہاد میں جو پیاس لگی اور جو تھکاوٹ ہوئی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لیے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا بے شک اللہ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔"

قریب رہنے والے کفار کا صفایا پہلے کرو:

(۵۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (۹-۱۲۳)

''اے ایمان والو! ان کفار سے مسلح قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر شدت اور سختی پانا چاہیے۔''

جہاد مدارس، مساجد، خانقاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے:

(۵۵) اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (۲۲-۳۹،۴۰)

''(گو اب تک بہ مصالح کفار سے لڑنے کی ممانعت تھی لیکن اب) ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کردینے پر پوری قدرت رکھتا ہے، جو (بے چارے) اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانے، اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جس میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ قوت اور غلبہ والے ہیں:

(۵۶) وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (۲۲-۴۰)

''اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اس کی مدد فرمائیں گے جو ان (کے دین) کی مدد کرے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوت والے غلبہ والے ہیں۔''

ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے:

(۵۷) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ○ (۲۹:۲،۳)

''کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔''

ہم پر مجاہدین کی مدد کرنا لازم ہے:

(۵۸) وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ○ (۳۰-۴۷)

''اہل ایمان کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔''

کفار کی گردنیں اڑا دو:

(۵۹) فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ (۴۷-۴)

''سو جب کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ ڈال دیں۔''

کفار کے لیے ہر قسم کی قوت جمع رکھو:

(۶۰) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸-۶۰)

''اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑے اور دوسرا سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے، ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔''

وعدہ نصرت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (۴۷-۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو (میدان جہاد میں) جما دیں گے۔''

قتال کے نام سے منافقوں پر غشی طاری ہو جاتی ہے:

(۶۲) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ (۴۷-۲۰ تا ۲۴)۔

''اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح (بھیا نک

نگاہوں سے) دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔"

جہاد سے پرکھا جاتا ہے:

(۶۳) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ○ (۴۷-۳۱)

"اور ضرور بہ ضرور تمہارا امتحان لیں گے تاکہ ظاہر کردیں تم میں سے مجاہدین کو اور ثابت قدم رہنے والوں کو اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔"

قتال میں کفار کی مغلوبیت کا قانون الٰہی قطعی اور ناقابل تنسیخ ہے:

(۶۴) وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○ (۴۸-۲۲،۲۳)

"اور اگر لڑتے تم سے کفار تو یہ بات پکی ہے کہ وہ پشت دکھا کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملے گا نہ مددگار، اور اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لیے) یہی دستور رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ مقابلہ میں اہل حق غالب ہوتے ہیں اور احیاناً کسی حکمت سے ان میں توقف ہونا غلبہ کے منافی نہیں۔)"

مجاہدین کفار کے لیے سخت اور مسلمانوں کے لیے نرم:

(۶۵) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۴۸-۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں۔"

مجاہدین ہی صادقین ہیں:

(۶۶) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝ (۴۹-۱۵)

''بے شک اصلی مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں۔''

مجاہدین اللہ کے محبوب ہیں:

(۶۷) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۝ (۶۱-۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں مسلح جہاد کرتے ہیں اس طرح مل کر کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے۔''

جہاد زبردست تجارت ہے:

(۶۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ (۶۱-۱۰ تا ۱۳)

''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری نہ بتاؤں جو تم کو ایک دردناک

عذاب سے بچالے، تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس اخروی ثمرہ کے علاوہ) ایک اور ثمرہ (دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو بھی (خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی آپ (ان تمام امور کی) مومنین کو بشارت دے دیجیے۔‘‘

ایٹمی دھماکا

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: ایٹمی دھماکا

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

ایٹمی دھماکا

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا ط اِنَّھُمْ لاَیُعْجِزُوْنَo وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّااسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ ج لاَتَعْلَمُوْنَھُمْ ج اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لاَتُظْلَمُوْنَo(۸:۵۹،۶۰)

ایٹمی دھماکے:

ہندوستان کے جوہری (ایٹمی) دھماکوں کے جواب میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی خبرسن کر دل مسرت سے سرشار ہے۔ میں نے جو دو آیتیں پڑھیں ہیں یہ اس موقع سے ایسی مناسبت رکھتی ہیں کہ گویا اسی موقع کے

لیے نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو محیط ہے، انہیں قیامت تک کے حالات کا علم ہے اس لیے اس نے جو آیتیں نازل فرمائی ہیں قیامت تک کے حالات جیسے جیسے سامنے آتے جائیں گے ایسا لگے گا کہ یہ آیتیں ہیں ہی اسی لیے، فرمایا:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ (۸-۵۹)

دنیا بھر کے کافر خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہودی، بدھ مذہب کے ماننے والے ہوں یا دھوتی اور چوٹی والے، بندر اور گائے کی پوجا کرنے والے، گائے کا پیشاب پینے والے ہندو، دنیا بھر کے کفار یہ خیال ہرگز ہرگز نہ کریں، اپنے ذہنوں سے یہ خیال نکال دیں کہ وہ مؤمن کی مار سے بچ کر کہیں بھاگ جائیں گے، یہ ضرب مؤمن سے ہرگز نہیں بچ سکتے، یہ ضرب مؤمن کو عاجز نہیں کر سکیں گے، ضرب مؤمن کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت ہے، یہ مؤمن کی چوٹ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ اگر یہ ایٹمی دھماکے کر کے سمجھتے ہیں کہ اس سے ہم مسلمانوں کو ڈرا دیں گے اور خود بچ جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ مسلمانوں سے نہیں بچ سکتے۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۸-۶۰)

جب پہلی آیت میں یہ فرما دیا ہے کفار مسلمانوں کی ضرب سے نہیں بچ سکتے تو ہو سکتا تھا کہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں کہ جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں لڑنے کی کیا ضرورت؟ اللہ خود ہی لڑتا رہے گا جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا:

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ (۵:۲۴)

موسیٰ! آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہو سکتا تھا کہ بعض مسلمان ایسے کرنے لگتے اس لیے دوسری آیت میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ بے

شک کافر ضرب مؤمن سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے لیکن اس کے لیے یہ بھی تو شرط ہے کہ مؤمن کچھ کام کریں۔

مومن کا کام قوت جمع کرنا:

مومنوں کو کام یہ کرنا ہے جتنی قوت اور جتنا اسلحہ ہو سکے وہ کافروں کو مارنے کے لیے تیار رکھیں اور ان کا مظاہرہ بھی کریں جیسے ایٹمی دھماکے کر کے مسلمانوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا ہے:

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

اللہ کے دشمنوں کو اپنی قوت اور اسلحہ کے مظاہرے سے ڈراؤ، مظاہرہ نہیں کریں گے تو وہ ڈریں گے کیسے؟

ایٹمی دھماکے اور ہندوؤں کی دھوتیاں:

کل جب ایٹمی دھماکوں کی خبر ہندوستان پہنچی تو پوری قوم الٹ پلٹ ہونے لگی، یہ حال تو ابھی دھماکوں کی خبر سن کر ہو رہا ہے اور جب کہیں ایٹم بن لگا ہندوستان کی چوٹی پر پھر تو کچھ نہ پوچھیے، دھوتی دھلانا پڑے گی، گنگا میں جا کر اپنی دھوتیاں دھوئیں گے۔ فرمایا:

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

جتنی قوت اور اسلحہ ہو سکے جمع کرو اور ان کا مظاہر کر کے کافروں کو ڈراؤ۔ ایسا لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کل کے دھماکے کے بارے میں اتاری ہے۔ آگے فرمایا:

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ

نام نہاد مسلمانوں (منافقین) کو بھی ڈراؤ:

ہندو، یہودی اور عیسائی وغیرہ تو کھلے دشمن ہیں انہیں تو ڈراؤ ہی ساتھ ہی ساتھ ان

دشمنوں کو بھی ڈراؤ جو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں لیکن وہ درحقیقت جہاد اور مجاہدین کے دشمن ہیں تم انہیں نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے ان کو بھی ڈراتے رہو۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اٹھا کر دیکھ لیں مفسرین لکھتے ہیں **"واخرین من دونھم"** سے مرادمنافقین ہیں جو جہاد میں نہیں جاتے تھے، خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن اندر ہی اندر جہاد اور مجاہدین کے خلاف سازشیں کرتے تھے، لوگوں کو جہاد سے روکتے تھے کہ جہاد کے لیے مت نکلو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ گو یہ کہنے کو مسلمان ہیں لیکن یہ بھی ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں جیسے ہیں انہیں بھی ڈراؤ۔ جس طرح دوسرے کافر ضرب مومن سے نہیں بچ سکیں گے یہ بھی ضرب مومن سے نہیں بچ سکیں گے۔

مالی وسعت کا وعدہ:

۔ٹمی دھماکے کرنے سے ملک کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ ملک میں کفایت شعاری ۔ت ۔ نہ پڑے گی، مال کی کمی ہو جائے گی، تنگدستی آجائے گی اور یہ سب تو صرف دھماکے کرنے سے ہوگا، آگے بڑھ کر جب ہندوستان اور امریکا وغیرہ پر حملہ کریں گے تو اس وقت تو مال اور بھی زیادہ خرچ کرنا پڑے گا مزید مالی تنگی محسوس ہوگی ان سب تو ہمات، ان سب خطرات کا ازالہ کرتے ہوئے جہاد میں ہمت بڑھانے کے لیے اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک نسخہ اور بھی بڑھا دیا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ اس آیت کا ایک ایک جزء آج ہی کے حالات سے متعلق ہے، فرمایا:

وَمَا تُنفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ

جہاد میں جو کچھ خرچ کروگے وہ ضائع نہیں جائے گا سب کا سب تمہیں دنیا ہی میں مل جائے گا۔ **"وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ"** اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ ایٹمی دھماکے کرنے اور جہاد کرنے سے بھوکوں مرنے لگو ہرگز ایسا نہیں ہوگا ہوشیار رہو کوئی تنگی

نہیں آئے گی۔

سات سو گنا زائد مالی امداد کا وعدہ:

اس آیت میں یہ جو فرمایا ہے کہ جو خرچ کرو گے وہ تمہیں پورے کا پورا دے دیا جائے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنا خرچ کیا ہے اتنا ہی دیا جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی مقدار بڑھا کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ مقدار پوری دی جائے گی، اس میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اس کی تفصیل قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کم از کم سات سو گنا تو دے ہی دیتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝ (۲-۲۶۱)

کم از کم سات سو گنا تو مل ہی جاتا ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ چاہیں جتنا بڑھا دیں آخر کی کوئی حد متعین نہیں۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

اگرچہ اس آیت میں اجر آخرت کا ذکر ہے مگر دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے اور جہاد میں وقت لگانے سے بھی مال میں بہت زیادہ برکت اور حیرت انگیز ترقی ہوتی ہے۔

میرے وعظ ''ہر پریشانی کا علاج'' کے آخر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ ہے، قصہ تو لمبا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاد میں خرچ کرنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ان کا کل ترکہ ایک لاکھ درہم کا بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بڑھا کر تقریباً چھ کروڑ کے برابر بنا دیا۔

فقر وفاقہ کے خوف سے جہاد چھوڑنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ط(۹-۲۸)

اللہ کے دشمنوں کی طرف سے مدد بند ہو جانے کی صورت میں مسلمان فقر وفاقہ سے ہرگز نہ ڈریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی خاطر اللہ کا دین دنیا پر قائم کرنے کے لیے کافروں سے تعلقات منقطع کر لیے اور کافروں کی طرف سے مدد نہیں ملتی تو فقر وفاقہ سے مت ڈرو **فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ** اللہ تعالیٰ بہت جلد ہی اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا اس لیے اللہ کے لیے دشمنوں سے تعلقات منقطع کرتے ہوئے فقر وفاقہ کا خوف ہرگز ہرگز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

صبر وتقویٰ کے سامنے دشمن کا ہر مکر ناکام ہوگا:

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ط(۳-۱۲۰)

اگر تم اللہ کے دین پر مضبوط رہو اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو تو کافروں کا کوئی مکر، کوئی تدبیر، کوئی فریب تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے۔ جہاد کی تیاری نہ کرنا، جہاد میں نہ نکلنا اور دوسروں کو نکالنے کی کوشش نہ کرنا یہ بھی اسی نافرمانی میں داخل ہے۔ دوسری نافرمانیوں کے ساتھ ساتھ جہاد میں غفلت کی نافرمانی بھی چھوڑیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔

جہاد کرنے اور اس میں مال خرچ کرنے پر ظاہری امداد اور مالی وسعت کے یہ سب وعدے اللہ کے ہیں پھر بھی اگر کسی مسلمان کو ان پر اعتماد نہیں تو وہ خود کو مسلمان کہلاتا ہی کیوں ہے؟ اسلام چھوڑ دے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے۔ یا اللہ! تو اپنی رحمت سے

ہر مسلمان کو اپنے وعدوں پر یقین کامل عطاء فرما۔

ایٹمی دھماکے اور ہماری ذمہ داریاں:

اب جب کہ مسلمانوں نے ایٹمی دھماکے کر کے اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے حکومت اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ چند امور کا اہتمام کریں:

① امریکا کی غلامی سے آزادی۔

② گناہوں سے بچنے بچانے کی کوشش۔

حکومت پر فرض ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور عوام کو بھی ہر قسم کی نافرمانی چھوڑنے پر مجبور کرے۔

③ عوام کو دعوت جہاد۔

④ دینی مدارس میں جہاد کی تربیت۔

⑤ شیخ حذیفی کی صدائے جہاد۔

اب ان میں سے ہر نمبر کی قدرے تفصیل سن لیں۔

① امریکا کی غلامی سے آزادی:

حکومتِ پاکستان نے اب جو یہ رویہ اختیار کیا ہے کہ امریکا کے شکنجے سے نکل گیا ہے یہ کام کئی سال پہلے پاکستان بنتے ہی فوراً کرنا چاہیے تھا:

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ

اسلام ہمیشہ غالب رہے گا کبھی بھی کسی کے سامنے جھکے گا نہیں۔ کفار کی بیرونی طاقتیں خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرقی کہیں کی بھی ہوں، مالی اعتبار سے یا کسی بھی دنیوی مفاد کے اعتبار سے ان کے سامنے جھکنا اسلام کی غیرت کے خلاف ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مسلمان کافر کے سامنے جھکے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۝ (۴-۱۴۱)

اللہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کو مؤمنوں پر مسلط کر دے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔
پاکستان کی حکومت اور عوام مسلمان ہو کر کافروں سے اتنے سال کیوں ڈرتے رہے، ان کے دست نگر کیوں رہے، ان کی چاپلوسی کیوں کرتے رہے، انہیں تو چاہیے تھا کہ پہلے ہی دن کافروں کے شکنجے سے نکل جاتے مگر خیر یہ کام اب بھی ہو گیا تو چلیے غنیمت ہے ع

وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اللہ تعالیٰ نے اغیار سے پٹوا پٹوا کر اتنی سی عقل دے دی کہ اب کفار کے شکنجے سے نکل گئے۔ اگر چہ مار کھا کھا کر عقل آئی لیکن بہر حال آ تو گئی، **فالحمدللّٰہ علٰی ذٰلک**
دیکھیں اگر کسی کی بیوی بدچلن، بدکردار، بدمعاش، کافرہ، فاسقہ وفاجرہ ہو تو اس کو چاہیے تھا کہ اس کے ساتھ شادی ہی نہ کرتا اور اگر پہلے معلوم نہیں تھا تو جونہی پتا چلا اسے فوراً چھوڑ دیتا لیکن اگر وہ اسے چھوڑے نہیں بلکہ ہر وقت اس کے ناز ونخرے برداشت کرے، لیلیٰ لیلیٰ کرتا رہے، ہائے بیگم ناراض نہ ہو جائے، ہائے میری لیلیٰ ناراض نہ ہو جائے، اس کی چپلیں کھاتا رہے، کرچھلی کھاتا رہے، وہ پٹائی لگائے تو کہے **"ضرب الحبیب زبیب"** دوست کی مار تو کشمش جیسی میٹھی ہوتی ہے، بیگم کی پٹائی کھاتا رہے اسے طلاق نہ دے بالآخر وہ بیگم خود ہی روٹھ کر بھاگ جائے تو کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ چلیے غنیمت جان تو چھوٹ گئی۔ سو یہی حال یہاں حکومت اور عوام کا ہے کہ کتنے سال امریکا سے پٹائی کھاتے رہے مگر اسے چھوڑتے نہیں تھے چلیے غنیمت ہے کہ اب امریکا نے انہیں چھوڑ دیا لیکن تعجب کی بات ہے کہ اب بھی جبکہ امریکا نے انہیں چھوڑ دیا ہے حکومت کے سربراہ اپنے بیانوں میں چیخ رہے ہیں کہ ہائے امریکا نے ہمیں چھوڑ دیا، ہائے امریکا نے ہماری مدد نہیں کی، امریکا ہندوستان کی مدد کر رہا ہے، امریکا ہماری مدد نہیں کر رہا، مجھے تو یہ بات سن کر ہی شرم آتی ہے۔ ارے! تم امریکا کو چھوڑو، بجائے اس کے کہ امریکا تمہیں چھوڑے تم خود امریکا کو چھوڑو۔ واویلا کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر امریکا پھر مدد کو آ جائے تو کہیں گے ہاں ہاں بیگم شاباش شاباش آ جا آ جا۔

اللہ کرے جس طرح امریکا نے انہیں چھوڑ دیا ہے ایک ایک کر کے دنیا کے تمام کافر ممالک انہیں چھوڑ جائیں، ساتھ رہیں تو صرف اللہ اور مسلمان۔ میں بہت مدت پہلے کہہ چکا ہوں کہ جب تک پاکستانی پوری دنیا سے نہیں کٹیں گے یہ اللہ سے نہیں جڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے، ان کا سب سے بڑا ''اللہ'' امریکا انہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے الحمدللہ۔

امریکا جلتا دیکھیں گے:

مجاہدین نے کیا خوب کہا ہے۔

کل روس بکھرتے دیکھا تھا اب انڈیا ٹوٹتا دیکھیں گے
ہم برق جہاد کے شعلوں سے امریکا جلتا دیکھیں گے

یہ جو میں کہتا رہتا ہوں کہ ہم عنقریب امریکا پر حملہ کریں گے اور وہاں ہماری اسلامی حکومت ہوگی شاید کچھ لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہوگا کہ ہم امریکا پر حملہ کیسے کر سکتے ہیں؟ بھلا اتنی بڑی سپر طاقت امریکا پر بھی کوئی حملہ کر سکتا ہے؟ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے تو یہ سوچ لیا کریں کہ روس کی طاقت تو امریکا سے بھی زیادہ تھی مجاہدین نے اس کا کیا حشر کیا۔ روس کی طاقت امریکا سے بھی زیادہ تھی چنانچہ جہاں امریکا اور روس کی سرحد ملتی ہے وہاں پر روس کچھ ایسی لہریں چھوڑتا تھا کہ امریکا پریشان ہو جاتا کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ امریکا روس سے بہت ڈرتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے امریکا سے بھی بڑی طاقت کو نہتے مجاہدین کے ہاتھوں چاقوؤں، چھریوں، درانتیوں اور کلہاڑیوں کے ذریعہ تباہ و برباد کروا دیا تو امریکا کیا چیز ہے؟ ژاور چھاؤنی میں اب تک وہ چھریاں، درانتیاں، چاقو اور کلہاڑیاں عبرت کے لیے رکھی ہوئی ہیں جن سے جہاد افغانستان کی ابتداء ہوئی اور بالآخر روس ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ امریکا پر حملہ کرنے اور پوری دنیا پر امارت اسلامیہ قائم کرنے کے لیے عزائم بلند کریں۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

قرآن پر تو آج کے مسلمان کا ایمان رہا ہی نہیں غزوۂ بدر میں کافروں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسے فتح نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِؕ (۳-۱۳)

یہ ارشاد غزوۂ بدر کے بارے میں ہے۔ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا سمجھ رہے تھے اور مسلمان کافروں کو اپنے سے دوگنا سمجھ رہے تھے، عجیب بات ہے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ اور کفار ایک ہزار سے بھی زیادہ یعنی تین گنا سے بھی زیادہ تھے لیکن مسلمانوں کو دوگنا نظر آرہے تھے اسی بارے میں فرمایا کہ دوگنا نظر آنا غور وفکر سے نہیں تھا بلکہ کھلم کھلا دوگنا نظر آرہے تھے۔ ایسا اس لیے کیا کہ اگر تین گنا سے بھی زیادہ نظر آتے تو مسلمانوں کو شاید کچھ فکر ہوتی لیکن جب دوگنا نظر آئے تو فکر نہ رہی اس لیے کہ دوگنا تو مسلمان کی مار (رینج) کے تحت ہے ہی۔ ایک مسلمان کے مقابلے میں دو کافر مسلمان کی رینج میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَo (۸-۶۶)

اسی لیے اگر ایک مسلمان کے مقابلے میں دو کافر ہوں اور وہ مسلمان بھاگ جائے تو اس کو گرفت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطمئن تھے کہ یہ ہم سے دوگنا ہی تو ہیں حساب پورا پورا ہے جب کہ دوسری طرف کافر مسلمانوں کو اپنا دگنا دیکھ رہے تھے، حالانکہ وہ تہائی سے بھی کم تھے اور یہ سب کچھ خواب میں نہیں بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے کافر مرعوب ہو رہے تھے۔ الغرض جس اللہ نے اپنی قدرت سے صحابہ کرام کو فتح نصیب فرمائی اس اللہ کے لیے امریکا کو تباہ

کرنا کیا مشکل ہے۔ امریکا کی تباہی کو مشکل سمجھنے والے اسے مشکل نہ سمجھیں روس کا معاملہ سامنے ہی ہے۔ اپنے عزائم بڑھائیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، ان پر نظر رکھیں، ان کی نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں تو ان شاء اللہ جلدی سے امریکا پہنچ جائیں گے۔

مغربی جزیرہ میں مرکز الجہاد:

مغربی ممالک کے سفر سے میرا مقصد تھا ''اللہ کے باغیوں کو صحیح مسلمان بنانا'' اس تحریک کے اسباب اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کی تفصیل میرے وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' میں ہے، اس وعظ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وعظ سے لوگوں کو بہت فائدہ ہو رہا ہے، اسے پڑھ کر بے شمار لوگ دنیا و آخرت کی جان لیوا پریشانیوں سے نجات پا کر انتہائی سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں، سن ۱۴۱۵ ہجری کے اس سفر میں ویسٹ انڈیز کے جزیرہ بار بڈوز جاتے ہوئے رفقاء نے بتایا کہ جہاز میں رکھے ایک رسالہ میں لکھا ہوا تھا کہ ایک جزیرہ فروخت ہو رہا ہے اس کا پتا وغیرہ بھی لکھا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کا پتا وغیرہ بتاؤ ہم وہ جزیرہ خریدیں گے۔ ساتھی کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہم اسے خریدیں گے؟ پتا وغیرہ تو ہم نے لکھا ہی نہیں۔ میں نے انہیں اس غفلت پر تنبیہ کی اور دعا کی کہ یا اللہ! واپسی میں وہی رسالہ مل جائے ساتھ ہی ساتھ ساتھیوں کو تاکید بھی کر دی کہ واپسی میں اس رسالہ کا خیال رکھیں۔ میرا خیال تھا کہ اس جزیرہ پر ہماری حکومت ہوگی تو ہم وہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کرنے کا کام شروع کریں گے، اسے مرکز الجہاد بنائیں گے واپسی میں وہی رسالہ جہاز میں مل گیا مگر اس میں لکھا ہوا تھا کہ جزیرہ فروخت کر رہے ہیں مگر اس کی حکومت نہیں دیں گے۔ میں نے کہا جب حکومت نہیں دیں گے تو ایسا جزیرہ خریدنے سے کیا فائدہ؟ بہر حال اللہ تعالیٰ کے ہاں تو نیات بھی لکھی جاتی ہیں، عزائم بلند رکھا کریں، نیت بلند رکھا

کریں اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔امریکا کی شکست کچھ بعید نہیں اس کی بزدلی کا تو یہ حال ہے کہ ذرا سی بات ہوئی تو اس نے یہاں اسلام آباد سفارت خانے کے گرد خندقیں کھود لیں۔مجاہدین کہتے ہیں کہ مصلحت یہی ہے کہ جو امریکی پاکستان میں ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے،اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے،ان کی خندقیں یونہی پڑی رہ جاتیں،مجاہدین کے عزائم اتنے بلند ہیں۔دوسری طرف سعودی عرب میں دیکھیں وہاں جن امریکی افواج نے محاصرہ کیا ہوا ہے انتہائی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ حذیفی کی تقریریں کر انہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا ہے۔

② گناہوں سے بچنے بچانے کی کوشش:

حکومت پر فرض ہے کہ وہ خود بھی ہر قسم کی نافرمانی چھوڑے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور عوام کو بھی ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑنے پر مجبور کرے۔جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (۲۴-۵۵)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب سے ہم نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ اگر تم عقائد صحیح کرلو،ایمان پکا کرلو اور اعمال کو درست کرلو تو ہم پوری دنیا پر تمہیں حکومت عطا کریں گے۔اعمال درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑ دو۔اگر کوئی شخص خود نافرمانی چھوڑ دے لیکن دوسروں سے نافرمانیاں چھڑوانے کی کوشش نہ کرے تو وہ بھی برابر کا مجرم ہے۔کیوں کوشش نہیں کرتا؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سے بڑھ کر کس کا وعدہ ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقائد صحیح کرلو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دو تو پوری دنیا پر تم حکومت کرو گے اور میرا یہ دستور صرف تمہارے لیے نہیں بلکہ جب سے میں نے دنیا پیدا کی ہے میرا یہی دستور ہے، پھر تم بلا خوف وخطر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے اور اگر تم نے پھر وہی فسق وفجور شروع کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo (۳-۱۳۹)

اگر تم پکے مومن بن جاؤ تو ہمیشہ تم ہی غالب ہو گے۔ پکا مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کبھی تصور بھی نہ کرے، کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔ غالب ہونا صرف اسی پر منحصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم کریں، پکے مومن بنیں اور ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑ دیں، ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ جتنا ہو سکے دوسروں کو بھی بداعمالیوں سے، منکرات وفواحش سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

غزوۂ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ذرا سی غلطی ہوگئی تو آئی ہوئی مدد واپس چلی گئی، پانسہ پلٹ گیا۔ ایسے ہی غزوۂ احد میں ذرا سی غلطی ہوگئی تو آئی ہوئی مدد واپس چلی گئی اور ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہو گئے۔ ذرا سی کوتاہی ہوگئی تو اللہ کی رحمت بدل گئی۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو ہم اور آپ کیا چیز ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ جہاد میں کامیابی کی کلید اور مفتاح اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اللہ تعالیٰ وظیفوں سے راضی نہیں ہوتے وہ راضی ہوتے ہیں ترک منکرات سے، جہاد کی تیاری نہ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، جو تیاری نہیں کرتے انہیں بھی سمجھائیں۔ اس کبیرہ گناہ سے بھی بچنے بچانے کی کوشش کریں۔

③ عوام کو دعوت جہاد:

ایٹمی دھماکوں کے حوالے سے حکومت کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی غرض سے جگہ جگہ ہر ہر شہر، ہر ہر قصبے میں جہادی جلسوں کا انتظام کرے اور ان میں پرانے پرانے مجاہدین اور جہادی تنظیموں کے بڑوں کو دعوت دے خواہ پاکستان کے ہوں یا افغانستان کے، کشمیر کے ہوں یا دنیا کے کسی بھی ملک کے، شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری دنیا میں جہاد کی ''تخطیطات'' ہوگئی ہیں، پوری دنیا میں جہاد کے خطوط پھیل چکے ہیں، حکومت کا فرض ہے کہ اگر وہ خود بھی اللہ کے عذاب سے بچنا چاہے اور مسلمانوں کو بچانا چاہے تو اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ جہاد کے نام سے جلسے قائم کرے اور اس میں میلادی مولویوں کو دعوت دینے کی بجائے مجاہدین کے قائدین کو، حرکۃ الانصار کے قائدین کو، طالبان کے قائدین کو شیخ اسامہ اور ان کے رفقاء کو دعوت دیں، جب یہ حضرات جہاد پر بیان کریں گے تو ان کی تقریروں کا اثر ہوگا۔ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے کام نہیں چلے گا کہ ایٹمی دھماکے کر دیے اور بیٹھ گئے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر۔

④ دینی مدارس میں جہاد کی تربیت:

حکومت پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دینی مدارس میں زیادہ سے زیادہ عسکری تربیت گاہیں قائم کرنے اور دینی مدارس کے طلبہ کو مسلح کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے۔ پوری دنیا نے دیکھ لیا اور اب یہ حقیقت کسی سے چھپی نہیں رہی کہ افغانستان سے روس کو بھگانے، روس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور روس پر ایسی کاری ضرب لگانے کہ وہ قیامت تک کبھی اٹھنے کا تصور بھی نہ کر سکے یہ کام اللہ تعالیٰ نے دینی مدارس کے مسکین نہتے طلبہ سے لیا ہے، پوری دنیا کو یہ حقیقت معلوم ہے۔

طالبان کیا ہیں؟

شاید لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ طالبان کیا چیز ہیں؟ طالبان فارسی میں طالب کی جمع ہے اور طالب سے مراد یہی طالب علم دین ہے۔ عربی میں طالب کی جمع طلبہ ہے۔ سو یہ طالبان کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ دینی مدارس میں چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے والے وہ مسکین نہتے طلبہ ہیں جنہوں نے شروع میں کچھ تربیت حاصل کیے بغیر جب ان کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا چاقو، چھریاں، درانتیاں اور کلہاڑیاں لے کر اللہ کے نام پر نکل پڑے، جب میدان میں نکل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کا کیسے کیسے جدید اور خود کار اسلحہ، بمبار طیارے اور ٹینک ان کے ہاتھ میں دے دیے اور آج یہ طلبہ ایسے ماہر ہو گئے کہ کیسے کیسے زبردست جنگی جہازوں کو گرا رہے ہیں۔ ضرب مؤمن کے تازہ شمارہ میں اس روسی جہاز کی تصویر ہے جسے ملا یار محمد نے مار گرایا تھا۔ ملا یار محمد کون ہیں ذرا ان کا تعارف کروا دوں تا کہ آپ کو پتا چلے کہ اللہ تعالیٰ کیسے کیسے لوگوں سے اتنے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔

ملا یار محمد:

جب ہم ہرات گئے اس وقت ملا یار محمد ہرات کے والی تھے۔ والی کہتے ہیں گورنر کو، اس وقت وہ غزنی کے گورنر ہیں۔ جب وہ ہرات میں مجھ سے ملنے آئے تو ان کی ظاہری حالت یہ تھی کہ گریبان میں نیچے کا بٹن اوپر کے چاک (کاج) میں لگا ہوا تھا۔ گورنر صاحب کی یہ صورت تھی۔ مجھے ان کی یہ ہیئت اتنی اچھی لگی کہ آج تک اس کا اثر میرے دل و دماغ پر ہے اور میں حلقۃ العلماء (علماء و طلبہ کی مجلس) میں ان کی نقل اتارتا رہتا ہوں، اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور میں یہ نقل اتارنے میں اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ واہ ملا یار محمد واہ۔ یہ ہیں ملا یار محمد روس کے بمبار طیاروں کو گرانے والے۔ افغانستان کے بڑے بڑے وزراء اور بہت ہی جلیل القدر مناصب رکھنے والے حضرات یہاں ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہتے ہیں مگر مجھے ان کے نام و مناصب

میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا جبکہ ملا یار محمد کا نام، ان کا منصب، ان کی صورت اور ان کی وہ مخصوص ہیئت آج بھی مجھے یاد ہے حالانکہ تین سال گزر چکے ہیں۔ اس طرف جانے والوں کے ذریعہ ان کو سلام بھی بھیجتا رہتا ہوں۔

ایک تو ملا یار محمد کا اپنا مقام و منصب پھر دوسری بات یہ کہ وہ مجھ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے مجھ سے ملاقات کے لیے آئے تھے، تیسری بات یہ کہ وہاں اس وقت بڑے بڑے علماء و مجاہدین کا بہت بڑا مجمع تھا، ان سب محرکات کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ کچھ بن سنور کر تشریف لاتے مگر ع

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

یہ اللہ کے دیوانے اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑانے اور اللہ کی خاطر جانیں لینے اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز رہتے ہیں ع

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

اس دیوانگی پر دنیا بھر کی فرزانگی قربان۔

من این علم و فراست با پر کاہی نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مرد غازی را
بغیر نرخ این کالا بگیری سود من افتد
بضرب مومن دیوانہ دہ ادراک رازی را

''میں اس علم و فراست کو خشک گھاس کے ایک تنکے کے عوض لینے کو بھی تیار نہیں جو مرد مجاہد کو تیغ و سپر سے بیگانہ کر دے، تو پوری دنیا کے خزانے لٹا کر بھی یہ دولت حاصل کر لے تو سستی ہے، مومن دیوانہ کی ضرب سے ان لوگوں کو بھی سبق پڑھا دو جو جہاد کو چھوڑ کر بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔''

ایسے ایسے مسکین اور نہتے طلبہ سے اللہ تعالیٰ نے روس جیسی طاقت کے پرخچے اڑا دیے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ روس دوبارہ پہلی حالت میں آسکتا ہے، وہی روس

جس کے تصور سے امریکا پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا طالبان نے انہیں کا جوتا انہیں کے سر پر مارا، مجاہدین کے پاس اسلحہ ہی کیا تھا چاقو، درانتیاں، چھریاں اور کلہاڑیاں، ژاور چھاؤنی میں یہ سب چیزیں ابھی بھی رکھی ہوئی ہیں جن سے جہاد افغانستان شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہی کے جنگی جہاز، ان کے ٹینک، انہی کے میزائل وغیرہ چھین چھین کر انہیں کے سر پر لگوائے یقین رکھیں کہ اقوام متحدہ ہو یا یورپ، انگلینڈ ہو یا امریکا، کینیڈا ہو یا فرانس جہاں جہاں بھی یہود و نصاریٰ کی فوجیں ہیں ان شاء اللہ ان سب کا یہی حشر ہوگا۔

خلیج عرب میں کفار کی جو فوجیں کھڑی ہوئی ہیں اور اخبار میں دکھایا گیا ہے کہ وہ اتنے کم فاصلے پر ہیں کہ کسی بھی وقت پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو اپنے جہاز بھیج کر تباہ کر سکتی ہیں اور ان کے بحری بیڑے جن پر کئی کئی جنگی جہاز کھڑے ہوئے ہوئے ہیں وہ وہاں گردش کر رہے ہیں اور پورے عرب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ان شاء اللہ یہ سب مجاہدین طالبان کو ملیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ روس کے حالات سے کچھ عبرت حاصل کریں روس کے بڑے بڑے جنگی جہاز اور اسلحہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے لے کر طلبہ کے ہاتھوں میں دے دیے اور آج طلبہ انہی کے طیاروں سے انہی پر بمباری کر رہے ہیں۔ اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں اور دینی مدارس کے طلبہ کی تربیت میں زیادہ سے زیادہ تعاون کریں تو یہ طالبان روس کی طرح ان بڑی بڑی طاقتوں کے بھی بخیے ادھیڑ دیں گے۔ طالبان سے میری مراد صرف افغانستان ہی کے طلبہ نہیں پاکستان کے طلبہ بھی ہیں، جب افغانستان کے طالبان یہ کام کر سکتے ہیں تو پاکستان کے طالبان یہ کام کیوں نہیں کر سکتے، ضرور کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور پھر یہ نہیں کہ یہاں کے طالبان الگ ہوں گے اور وہاں کے طالبان الگ بلکہ یہ سب مل کر پوری دنیا پر اسلامی حکومت قائم کریں گے اس لیے کہ امارت اسلامیہ تو پوری دنیا پر ایک ہی ہوا کرتی ہے سب مجاہدین کا ایک ہی ''لشکر محمدی'' ہوگا اور دنیا میں امارت اسلامیہ کا ایک ہی مرکز ہوگا اور ایک ہی امیر المؤمنین۔

الغرض حکومت کی خیریت اسی میں ہے کہ اگر وہ واقعۃً ملک کو بچانا چاہتی ہے تو وہی نسخہ استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ نے روس کو تباہ کرنے کے لیے دیا یعنی دینی مدارس کے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ عسکری تربیت دینے اور طلبہ کو زیادہ سے زیادہ مسلح کرنے میں بھرپور تعاون کرے۔ مدارس دینیہ میں تربیت گاہیں قائم کرنے میں حکومت اپنی پوری قوت اپنی پوری توانائیاں صرف کرے تاکہ جیسے روس کے خلاف دینی مدارس کے طلبہ نے تباہی مچادی اسی طرح امریکا کو بھی تباہ و برباد کردیں، ان شاء اللہ تعالیٰ امریکا کی تباہی انہی طلبہ کے ہاتھوں سے ہوگی۔

خیبر کی تباہی:

یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَاظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۙ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (۵۹-۲)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہودیوں کے بارے میں تمہارے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہودی مدینہ سے نکل جائیں گے اور خود یہودیوں کو بھی یہ یقین تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے، یہودیوں کو اپنے بڑے بڑے قلعوں پر بڑا ناز تھا اور انہیں یقین تھا کہ ہم ان میں بند ہوجائیں گے تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی چیز ان کے کام نہ آئی اور عذاب بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا نازل فرمایا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، پھر جو وہ قلعے چھوڑ کر بھاگے تو خود بھی اپنے گھروں کو اجاڑ رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے گھروں کو اجاڑ رہے تھے، وہ خود اپنے گھروں کو اس طرح اجاڑ رہے تھے کہ مال کی ہوس اور مسلمانوں سے ضد کی وجہ سے کھڑکیاں، دروازے، گاڈر، شہتیر اور کڑیاں وغیرہ جو چیز

بھی نکال سکتے تھے نکال نکال کر لے جارہے تھے تاکہ مسلمان ان گھروں کو استعمال نہ کرسکیں، مال کی ہوس اور مسلمانوں سے غیظ میں آکر اپنے گھروں کو خود گرارہے تھے۔ وہی حالت ان شاء اللہ تعالیٰ آج کے کفار کی بھی ہوگی، دینی مدارس کے طلبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ اگر اب بھی کوئی شک وشبہہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے ان کی عقلیں مسخ ہوگئی ہیں اور دل کی آنکھوں کے ساتھ ظاہری آنکھیں بھی چوپٹ ہوگئی ہیں کہ ایسے کھلے مشاہدات کے بعد بھی یہ حقیقت ان کی کھوپڑی میں نہیں آرہی۔

ابرہہ کے لشکر کی تباہی:

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ ''ابابیل'' کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کردیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابابیل کسی پرندے کا نام ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ابابیل کے معنی ہیں پرندوں کی جماعتیں، اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی جماعتیں بھیجیں اور ادھر ہاتھیوں کا لشکر تھا، ہاتھیوں کے اوپر جو فوج سوار تھی ان کے سروں پر ان پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں موجود کنکریاں لگتیں اور پورے جسم اور ہاتھی کو چیر کر زمین تک پہنچ جاتیں ایک ایک کنکری نے یہ کام کیا، کیا وہ اللہ اب موجود نہیں جس نے ابابیل کے ذریعہ ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کردیا، جس نے ان یہودیوں کو تباہ کردیا جو خود بھی یہ سمجھتے تھے اور مسلمان بھی یہی سمجھتے تھے کہ یہ یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ جب ''**خربت خیبر**'' کے نعرے لگے کہ خیبر برباد ہوا، خیبر برباد ہوا تو ان یہودیوں کو ذلیل ورسوا ہوکر وہاں سے نکلنا پڑا کیا وہ اللہ آج بھی موجود نہیں؟ کیوں نہیں وہ اللہ موجود ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے۔

⑤ شیخ حذیفی کی صدائے جہاد:

جہاد کے جلسوں کے ساتھ ساتھ حکومت کو ایک کام یہ بھی کرنا چاہیے کہ شیخ حذیفی کی

کیسٹوں اور اس کے مضمون کو تمام ذرائع ابلاغ یعنی اخبار اور ریڈیو وغیرہ سے زیادہ سے زیادہ شائع کرکے، اللہ تعالیٰ حکومت اور عوام کو ہمت عطاء فرمائیں، حکومت اور عوام ان ہدایات پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی مدد کے کرشمے دیکھیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا قائم فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

اِنفاق فی سبیل اللہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: انفاق فی سبیل اللہ

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

انفاق فی سبیل اللہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَo (۲-۱۹۵)

انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈالیں:

میں اپنے ہاں کے طلبہ وعلماء کو ترغیب دیتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ کچھ نکالا کریں، کچھ نہ کچھ نکالا کریں، اپنی جیب سے نکالنے کی عادت ڈالیے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زیور میں لکھوایا ہے، لکھوایا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بہشتی زیور حضرت کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ کسی دوسرے عالم سے لکھوائی ہے۔ بہشتی زیور میں لکھا

ہے کہ بچوں کے ذریعے کبھی کبھی صدقات وخیرات دلوایا کرو۔ ایسے نہ کریں کہ بچے کو رقم کا مالک بنا کر پھر اس سے کہیں کہ یہ رقم فلاں کارِ خیر میں لگادو کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ جس چیز کا مالک ہو جاتا ہے وہ اسے صدقہ نہیں کر سکتا اور اس کے والدین بھی اس کی ملک میں تصرف نہیں کر سکتے، والدین اس کا مال استعمال نہیں کر سکتے، اس کا مال قرض بھی نہیں لے سکتے، نابالغ کو جس چیز کا مالک بنادیا تو اب اس سے لینے یا کسی دوسرے کو دلانے کی کوئی صورت نہیں، اس لیے یہ نسخہ جو بہشتی زیور میں لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پیسے کے مالک تو آپ ہی رہیں مگر بچے کے ہاتھ سے کسی کارِ خیر میں دلوائیں مثلاً جہاد میں دلوادیں، کسی مسجد میں، کسی مدرسے میں دلوادیں، کسی مسکین کو دلوادیں، البتہ یہ یاد رکھیں کہ مانگنے والے مساکین کو دینا جائز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگنے والے پر قیامت کے دن ایک کھلا عذاب ہوگا، بہت کھلا عذاب وہ یہ کہ قیامت کے دن اسے ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہیں ہوگا (متفق علیہ) صرف ہڈیاں ہوں گی۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چہرہ بہت معزز عضو ہے، اللہ تعالیٰ نے چہرہ اس لیے بنایا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اللہ کی طرف یہ چہرہ متوجہ رہے، غیر کے سامنے سر نہ جھکے، غیر کے سامنے اس چہرے کی رونق کو تباہ نہ کیا جائے، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اعزاز کی ناشکری کی ناقدری کی غیر کے سامنے اپنے چہرے کو ذلیل کرتا رہا تو اس کا عذاب یہ ہوگا کہ حشر میں اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کے سامنے اسے ذلیل فرمائیں گے کہ اس کے چہرے پر رونق نہیں ہوگی، رونق تو گوشت سے ہوتی ہے نا ہڈیوں سے تو رونق نہیں ہوتی ان سے تو نفرت پیدا ہوتی ہے، اس نے دنیا میں اپنے چہرے کی آب کو تباہ کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے چہرے کی آب اور عزت کو تباہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش

کرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو شخص فاقے کو اللہ تعالیٰ پر پیش کرے (اور اس سے درخواست کرے) تو اللہ تعالیٰ جلد اسے روزی عطاء فرماتے ہیں فوراً ہو جائے یا کچھ تاخیر سے مل جائے۔'' (ترمذی)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دُعاء ہے:

اللھم کما صنت وجھی عن سجود غیرک فصن وجھی عن مسألة غیرک.

''اے اللہ! جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرما۔''

ایک اور حدیث میں بلا ضرورت سوال کرنے پر بہت سخت وعید ہے، فرمایا:

''جو شخص اس لیے سوال کرتا ہے کہ اپنے مال میں زیادتی کرے، وہ جہنم کے انگارے مانگ رہا ہے، جس کا دل چاہے تھوڑے مانگ لے یا زیادہ مانگ لے۔'' (مسلم)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، حضور نے عطاء فرمایا۔ میں نے پھر مانگا، آپ نے پھر عطاء فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال سر سبز میٹھی چیز ہے یعنی خوشنما ہے دیکھنے میں، لذیذ ہے دلوں میں، جو شخص اسے نفس کی سخاوت (یعنی استغناء) سے لیتا ہے اس کے لیے تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے اشراف نفس (یعنی حرص اور طمع) کے ساتھ لیتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی (بھوک کا مریض) کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی دینے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے اچھا ہے) حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اب آپ کے بعد

مرنے تک کبھی کسی کو تکلیف نہ دوں گا (یعنی کبھی سوال نہیں کروں گا) (متفق علیہ)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کے لیے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! ایک ٹاٹ ہے اسی کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ۔ وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون لے گا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں چیزیں اسے دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر اس سائل کو دے کر فرمایا: ایک درہم سے کھانا خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس میں دستہ ڈال کر فرمایا: جا اس سے لکڑیاں کاٹ کر بیچ اور میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر بیچنے لگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس دوران اس نے دس درہم کمائے ان میں سے بعض سے کپڑے خریدے اور بعض سے کھانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ بروز قیامت تو ایسی حالت میں آئے کہ سوال تیرے چہرے میں گڑھا ہو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

جس کے پاس ایک دن کا کھانا حقیقتاً ہو یا حکماً ہو اس کے لیے سوال کرنا حرام اور جس کے لیے سوال کرنا حرام اسے دینا بھی حرام۔ حقیقتاً تو یہ کہ ایک دن کے کھانے کی چیز گھر میں ہو یا خریدنے کے لیے پیسے ہوں، حکماً کا مطلب یہ ہے کہ کما سکتا ہو، صحت ہے، قوت ہے، کمانے کا موقع موجود ہے کما سکتا ہے، خواہ ایک وقت کا بھی کھانا موجود نہیں مگر کما سکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا حرام اور اسے دینا بھی حرام۔ بہشتی زیور

میں جو یہ فرمایا ہے کہ بچوں کے ہاتھ سے صدقات وخیرات دلوایا کریں اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کو مالک بنادیں پھراس سے کہیں جا کر دے آؤ، اس طرح دینا جائز نہیں، والدین جس مال کے خود مالک ہیں وہ بچوں کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دلوایا کریں تا کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت پڑے، مال کی محبت کم ہو۔

یہاں جو اپنے بچے ہیں (علماء وطلبہ) میں ان سے کبھی کبھی کہتا رہتا ہوں کہ ایک روپیا ہی نکال دیا کریں کچھ عادت پڑے نکالنے کی خواہ ایک ہی روپیا نکالیں کچھ نکالیں بندر کھنے کی عادت نہ ڈالیں نکالنے کی عادت ڈالیں، حوض سے پانی نکلتا جائے تازہ پانی آتا جائے اور اگر وہی پانی بندر ہے گا تو تازہ پانی کہاں سے آئے گا، اس کی عادت ڈالیں۔ کچھ خرچ کرنے میں مقدار کا اعتبار نہیں بلکہ اس کی نسبت کا اعتبار ہے کسی نے سو سے پانچ روپے دے دیے دوسرے نے ہزار سے دس روپے دیے تو بظاہر تو زیادہ معلوم ہوتے ہیں کہ اس نے دس دیے اور اس نے پانچ دیے تو دیکھنے میں پانچ کم معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے پانچ اس ہزار والے کے دس سے زیادہ ہیں کیونکہ نسبت زیادہ ہے، عادت ڈالیں عادت، کچھ نہ کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالیں۔

شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر:

جیسے کبھی کبھی بتا تا رہتا ہوں:

رياء الشيخ خير من اخلاص المريد

شیخ کا ریاء بھی بعض مواقع میں مرید کے اخلاص سے بڑھ جاتا ہے شیخ اپنے حالات لوگوں کو خوب بتا رہا ہے بظاہر تو یہ ریا ہے کہ اپنے حالات اچھال رہا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا ہے تو اسے مخفی رکھے اللہ اجر دے گا لوگوں کو کیوں بتا رہا ہے، مگر سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مواقع میں شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بڑھ جاتا ہے۔ متعلقین کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بارے میں مختلف زمانوں میں

میرے حالات مختلف رہے ہیں پہلے کسی زمانے میں اپنی آمد کی ایک تہائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا تھا ''انوارالرشید طبع اول'' میں اس کا ذکر ہے، پھر نو حصے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے لگا اور ایک حصہ یعنی دسواں حصہ خود رکھتا تھا، غالباً وعظ، مسجد کی عظمت میں اس کا ذکر ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دائمی معمول بن گیا کہ اپنے ضروری مصارف سے زائد جو کچھ ہوتا ہے سب فی سبیل اللہ لگا دیتا ہوں۔ میرے گھر کے مصارف بہت کم ہیں، بہت کم بہت تھوڑے سے باقی جتنی بھی آمدن ہے ساری اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں کچھ بھی جمع نہیں رکھتا، اب نسبت ایک بٹا سو ہے یا ایک بٹا ہزار ہے اس کا کبھی حساب کیا ہی نہیں سارا ہی نکال دیتا ہوں اس لیے حساب کرنے کی ضرورت ہی نہیں جو آئے چلتا جائے جو آئے چلتا جائے۔ اپنے حالات اس لیے بتا رہا ہوں ؏

شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں مری بات

اللہ تعالیٰ کی دستگیری:

جس زمانے میں اپنی آمد کی ایک تہائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرتا تھا اس زمانے کی بات ہے کہ جس تجارت میں میری رقم لگی ہوئی تھی وہ تجارت بیٹھ گئی بالکل ہی ختم ہوگئی ایک پائی آمد کی توقع تو کیا اصل بھی غائب، اب رہ گئی صرف میری زمین کی آمدن اس بارے میں وسوسہ آیا کہ زمین کی پوری آمدن اتنی ہے کہ میرے سال بھر کے مصارف کے برابر ہے اگر اس میں سے ایک تہائی نکال دی تو آٹھ مہینے کا خرچ میرے پاس رہ جائے گا باقی چار مہینے کیا ہوگا، کچھ وسوسہ آیا کہ اپنی ذاتی حاجات صدقہ سے مقدم ہیں جو اپنے مصارف سے زیادہ ہو وہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا چاہیے یہ تو مصارف کے برابر بھی نہیں اس لیے اس میں سے ایک تہائی نہ نکالی جائے اسے روک لیا جائے۔ یہ وسوسہ بھی آیا کہ اگر میں نے ایک تہائی نکال دی آٹھ مہینے تک یہ مصارف چلتے رہے اس

کے بعد پیسے نہ ہوئے اس لیے مجبوری دینی کاموں پر میں نے کچھ معاوضہ لے لیا تو یہ تو بڑی مصیبت آجائے گی لہٰذا چند مہینوں تک دینی خدمات پر معاوضہ لینے سے بہتر ہے کہ جو میری ذاتی ملکیت ہے پہلے سے اسی کو کیوں نہ روک لوں احتیاط کرنی چاہیے۔ مگر جیسے ہی یہ وسوسہ آیا فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطاء فرما دی کہ اس سے توبہ کرو آٹھ مہینے کے مصارف موجود اور زندگی کے ایک لمحہ کا بھی اعتبار نہیں ابھی سے یہ فکر پڑی ہوئی ہے کہ آٹھ مہینے گزرنے کے بعد کیا ہوگا، اس سے توبہ کی جیسے ہی توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ایسی جگہ سے رزق عطاء فرمایا کہ جہاں سے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ زمین کے ٹھیکے کی رقم ابھی پہنچی بھی نہیں تھی پہلے سے یہ خیال آرہا تھا کہ اب زمین کی رقم آئے گی تو اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تہائی خرچ کروں یا نہ کروں اور خرچ نہیں کرنا چاہیے ورنہ اپنے مصارف کا کیا ہوگا، یہ جو وسوسہ گزرا اس وقت رقم ملی نہیں تھی ملنے والی تھی جیسے ہی یہ وسوسہ آیا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطاء فرمائی تو ایک دو دن ہی گزرے زمین کی رقم ابھی پہنچی بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مذکورہ وعدہ کا پورا پورا مشاہدہ کروادیا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (۶۵-۳)

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ہمارے ساتھ جوڑ پیدا کر لے ہماری نافرمانی چھوڑ دے ہم اسے ہر مصیبت سے بچا لیتے ہیں اور رزق تو ایسی جگہ سے دیتے ہیں کہ وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک تہائی فی سبیل اللہ نکالنے کا جو معمول اللہ تعالیٰ نے اس سے دس گنا سے

بھی زیادہ بھیج دیا۔

میں نے تجارت میں ایک بہت بڑی رقم لگا رکھی ہے اس سے جو نفع آتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر یہ رقم پوری ابھی فی سبیل اللہ لگا دیتا ہوں تو وہ خرچ ہو جائے گی کوئی ایسی تدبیر ہو کہ یہ سلسلہ نئی رقم سے تو ہو گا ہی جو موجود رقم ہے اس میں سے بھی چلتا رہے ختم نہ ہو اس لیے میں نے اس رقم کو تجارت میں لگا دیا اس سے جو منافع آتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہیں اشاعت دین میں خرچ کرتا رہتا ہوں۔ اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا کوئی ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے منافع کا سلسلہ بھی جاری رہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ بھی خرچ ہوتے رہیں اور جو اصل رقم لگائی ہوئی ہے وہ بھی میری ملک میں نہ رہے میرے مرنے کے بعد وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے وارثوں کی طرف منتقل نہ ہو بلکہ تجارۃ لن تبور والا معاملہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے بندے ایسے پیدا فرمائے ہیں جو کہ آخرت کی تجارت کو ترجیح دیتے ہیں، دنیا تو فانی ہے ختم ہو جانے والی ہے اس لیے وہ وطن کی تیاری میں لگے رہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ آگے بھیجو، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے دل ایسے بنا دیے۔ میں نے سوچا کہ اگر چہ اس رقم کے منافع تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو رہے ہیں مگر میرے مرنے کے بعد وہ اصل رقم ادھر نہیں جائے گی وہ تو وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی، سوچنا چاہیے کہ وطن جانے کے بعد وہ رقم بھی وارثوں میں جانے کی بجائے وطن میں اپنے کام آئے اس پر غور کیا تو دو طریقے سامنے آئے ایک یہ کہ اسے وقف کیا جائے۔ دوسری صورت اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالی کہ وقف کرنے کی بجائے وصیت کر دو، میں نے فوراً قلم اٹھایا اور جہاں یادداشت لکھی ہوئی تھی کہ اتنی رقم جو میں نے تجارت میں لگا رکھی ہے اس کے منافع دینی کاموں پر خرچ کیے جا رہے ہیں، ساتھ ساتھ ایک جملہ بڑھا دیا کہ اس ساری رقم کی میں نے دارالافتاء کے مصارف کے لیے وصیت کر دی میرے مرنے کے بعد اصل رقم بھی ادھر جائے دنیا کی طرف لوٹے نہیں۔ وقف

کرنے کی صورت میں یہ فائدہ تو ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد یہ رقم وارثوں کی طرف نہ لوٹتی بلکہ صدقۂ جاریہ رہتا مگر اس کے ساتھ ایک نقصان یہ ہوتا کہ ہر سال اس کی زکوٰۃ نکالتا ہوں وقف کر دیتا تو میں اس سعادت سے محروم ہو جاتا اس لیے کہ وقف کے مال پر زکوٰۃ نہیں سو اس کی بہتر تدبیر اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالی اور اس کی توفیق عطاء فرمائی کہ میں نے اس کی وصیت کر دی، میرے مرنے کے بعد یہ مال میرے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ دینی کاموں میں لگا دیا جائے گا۔ وصیت کرنے والے پر وصیت کے مال کی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس طرح یہ سعادت بھی رہے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رحمت اور نعمت ملتی رہے گی کہ ہر سال اس کی زکوٰۃ بھی نکالتا رہوں گا اور ساتھ ساتھ یہ کہ میرے مرنے کے بعد صدقہ جاریہ بھی ہوتا رہے گا۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ وقف کی وصیت کر دوں، مطلب اس کا یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ رقم وقف ہوگی اس صورت میں بھی وہ فائدہ ہو جائے گا کہ اس کی زکوٰۃ مجھ پر فرض رہے گی، زکوٰۃ اداء کرنے کی سعادت بھی ملتی رہے گی اور یہ پوری کی پوری رقم میرے مرنے کے بعد دینی کاموں پر صرف ہوگی دونوں مقصد پورے ہو سکتے ہیں مگر وقف کرنا زیادہ منافع ہے یا یہ کہ پوری رقم ویسے ہی صرف کر دی جائے دونوں میں سے دارالافتاء کے لیے کون سی صورت زیادہ بہتر رہے گی اس میں ذرا تردد ہے اس میں غور کر رہا ہوں یہاں کے دوسرے علماء سے بھی مشورہ کروں گا جو کچھ طے ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مطابق معاملہ کر لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں (علماء کرام سے مشورے کے بعد حضرت اقدس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس تجارت کی اصل رقم اور منافع کو وقف کر دیا جائے۔ (جامع)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت اللہ

تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت مجھ پر اور میرے سب گھر والوں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آفات و مصائب اور بڑے امراض سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو اس کی اس رحمت کا صدقہ دے کر خود بھی دُعاء کیا کرتا ہوں اور آپ حضرات سے بھی کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے لیے یہ دُعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت سے میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے پورے گھرانے کو آج تک خطرناک امراض سے بچایا، ہسپتالوں سے بچایا اور کیسے کیسے بچایا، میرے اللہ کی عجیب رحمت ہے عجیب رحمت، عجیب رحمت، کیسے کیسے میرا اللہ بچاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کے صدقے سے دُعاء ہے کہ یا اللہ! زندگی کے جو لمحات باقی ہیں تو ہسپتال سے، ڈاکٹروں سے، اونچے درجے کے علاجوں سے اور دوسری ہر قسم کی آفات، امراض اور مصائب سے اپنی حفاظت میں رکھ یہ سفر عافیت، خیریت، امن اور سلامتی کے ساتھ طے ہو جائے۔

مال کی محبت کا وبال:

اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالیے، تو قائع سے عبرت حاصل کریں خبریں ملتی رہتی ہیں کہ فلاں کے گھر میں ڈاکو گھس آئے اور سارا مال سمیٹ کر لے گئے۔ ڈاکو سب کو ایک کمرے میں جمع کر لیتے ہیں اور یہ لوگ بڑے آرام سے جمع ہو جاتے ہیں لیکن اگر ان سے کہیں کہ جہاد کے لیے نکلو تو کوئی نکلتا ہی نہیں یا کہیں کہ مسجد میں چلو تو آتے ہی نہیں مگر ڈاکو جب ایک گن دکھا کر کہتے ہیں چلو سب اس کمرے میں تو سب فوراً جلدی جلدی کمرے میں چلے جاتے ہیں کچھ نہیں بولتے، ڈاکوؤں کی آمد کی خبریں لوگ دیتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو، فکرِ آخرت ہو، دنیا کی فنائیت کا استحضار ہو تو پہلے ہی سے انسان اس حقیقت پر متنبہ رہے کہ میرا کچھ نہیں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ کا، میں خود ہی اپنا نہیں ہوں تو میرا مال میرا کہاں سے آیا وہ پریشان نہیں ہوتا مگر مال کے ساتھ ایسی محبت کہ اسے نکالنا تو یہ پسند نہیں کرتا، جمع کرو جمع کرو، جمع کرو:

جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ ؁ (۱۰۴-۲)

اور سب سے بڑی تجارت، سب سے بڑی ہوشیاری یہ سمجھی جاتی تھی کہ سونا جمع کرو سونا، یہ بہت بڑی ہوشیاری سمجھی جاتی تھی اس لیے کہ پیسے کی قیمت تو کم ہوتی جاتی ہے اور سونا رکھے گا قیمت بڑھتی رہے گی پھر نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنی آیندہ نسلوں کے لیے بھی سونا جمع کرنا بڑی ہوشیاری کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اب یہ ہو رہا ہے کہ جتنا سونا جمع کیا ہوتا ہے وہ ڈاکو لے جاتے ہیں، یہ پریشانیاں کیوں ہوتی ہیں اس لیے کہ مال کی محبت دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے مال کی محبت، یہ اس کے کرشمے ہیں۔

چیلے کا خوف:

گرو اور چیلا کہیں سفر پر جا رہے تھے، جنگل کا سفر اور رات کا وقت تھا چیلا گرو سے کہتا ہے کہ گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو کہتا ہے کہ میں جو تمہارے ساتھ ہوں کیوں ڈرتے ہو؟ چیلا خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہتا ہے کہ گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو نے پھر کہا کہ ارے! میں ہوں تو تمہارے ساتھ پھر کیوں ڈر لگ رہا ہے؟ چیلا خاموش ہو گیا، چند قدم کے بعد پھر کہتا ہے گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو نے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی روپیا پیسا ہے؟ چیلا کہنے لگا کہ جی ہاں! ایک روپیا کمر سے بندھا ہوا ہے۔ گرو نے کہا کہ اسے نکال کر پھینک دے اسی کی وجہ سے تجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اس نے روپیا پھینک دیا اور خاموشی سے چلنے لگا۔ گرو نے پوچھا کہ اب ڈر لگ رہا ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں اب تو بالکل ڈر نہیں لگ رہا۔

حبِ مال کا علاج:

اس طرح گرو نے اس کی حب مال کا علاج کیا وہ علاج جو اسلام میں معالجین باطن، دل کے معالج جو آخری علاج کرتے ہیں، اس وقت گرو نے سمجھا کہ اب اگر جلد ہی اس کا یہ علاج نہ کیا تو یہ ڈر کے مارے مر جائے گا۔ یہ علاج گرو نے مسلمان ماہرین فن سے

لیا، دل کے معالج، باطن کے اسپیشلسٹ حب دنیا کو دل سے نکالنے کے لیے مختلف ترکیبیں بتاتے ہی رہتے ہیں ان میں سب سے پہلی یہ کہ فی سبیل اللہ کچھ مال نکالا کرو، یہ ابتدائی علاج ہے، دل کو حب دنیا سے پاک کرنے کے لیے کچھ مال نکالا کرو، ہم یہ تھوڑا ہی کہتے ہیں کہ سارا نکال دو، آدھا نکال یا دو تہائی نکال دو مگر کچھ نہ کچھ تو نکالا کرو خواہ لاکھ میں ایک روپے سے ہی ابتداء کر دو۔ سب سے پہلا نسخہ تو یہ ہے اگر یہ کارگر نہ ہو تو پھر اور نسخے ہیں وہ کارگر نہ ہوں تو اور ہیں وہ بھی کارگر نہ ہوں تو اور ہیں خود کو کسی رگڑنے والے کے تابع تو کیجیے رگڑائی کروائیں رگڑوائی ۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

دل پر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگوائیں کارگر نہیں ہوئیں کئی نسخے استعمال کیے گئے مگر کوئی کارگر نہیں ہوا تو آخری علاج یہ ہے کہ نوٹوں کو جلاؤ، سو سو کے نئے نئے کڑک کڑک نوٹ لے کر ایک نوٹ کو کونے سے پکڑیں ماچس دکھائیں پھر اسے جلتا ہوا دیکھیں، وہ جیسے جیسے جلے گا تو ساتھ ساتھ اس کا دل بھی جلے گا، ایک دم ہزار کا نوٹ مت جلائیں، ایک نوٹ جلائیں سو کا پھر اس کے بعد تحمل ہو گیا کہ مرے گا نہیں دل کا دورہ نہیں پڑے گا تو تھوڑی دیر بعد دوسرا اٹھائیں اسے جلائیں پھر تھوڑی دیر بعد تیسرا اٹھائیں اسے جلائیں اس سے فائدہ نہ ہو تو ہزار ہزار کے نوٹ اس طرح باری باری جلائیں، یہ معالج کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ سو کے جلائیں یا ہزار کے۔ اس بارے میں کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ مال ضائع کروا رہا ہے لاکھوں کا مال جلوا دیا ضائع کر دیا مگر دل بنانے والے سمجھتے ہیں کہ اگر ایک دل بن گیا ایک دل تو پوری دنیا بھی اس کی قیمت نہیں۔

اپنا علاج خود نہ کریں:

یہ نسخے از خود استعمال نہ کریں کسی سے اصلاحی تعلق رکھیں ان کے سامنے اپنے

حالات پیش کریں پھر وہ جو نسخے بتائیں ان پر عمل کریں۔

چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع واتباع واعتماد وانقیاد

کسی پر اعتماد پیدا ہو جائے کہ یہ مصلحِ باطن ہے دل کے روگوں کو جانتا ہے ان کا علاج کرسکتا ہے ایسے مصلح سے تعلق رکھیں، انہیں اپنے حالات کی اطلاع دیا کریں وہ جو نسخے تجویز کریں انہیں استعمال کریں ازخود نوٹوں کو جلانا نہ شروع کردیں۔ یہ بات خوب یادرکھیں اصلاحِ باطن کے نسخے کہیں کسی بیان میں سنیں یا کسی کتاب میں پڑھیں تو خود استعمال نہ کیا کریں اپنے حالات مصلح کے سامنے پیش کرکے ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس کی ایک مثال ظاہری علاج کی سامنے آگئی، ایک بار میں ایک مدرسے میں گیا وہاں طلبہ کو خارش تھی، بہت زیادہ کھجلی کا مرض، میں نے گائے کا دودھ منگوایا اس سے انجکشن تیار کرکے سب کو لگادیے، گائے کے دودھ کے انجکشن میں خود تیار کیا کرتا تھا، ایک ہی دن میں سب ٹھیک ہوگئے چند گھنٹوں کے اندر فائدہ شروع ہوگیا ایک رات گزری دوسرے دن یوں لگ رہا تھا کہ جیسے مرض ہوا ہی نہیں۔ گائے کے دودھ کا انجکشن جلدی امراض میں اور دوسری کئی بیماریوں میں جیسے دمہ اور جوڑوں کے درد وغیرہ کے لیے بہت نافع ہے، دودھ کے انجکشن بازار میں عام ملتے تھے مگر میں عموماً بازار سے نہیں منگواتا تھا خود ہی تیار کرلیتا تھا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت اکسیر دواء تھی مگر اب معلوم ہوا ہے کہ یہ انجکشن بازار سے ہی غائب ہے واللہ اعلم ڈاکٹری دنیا نے ایسی اکسیر دواء کو کیوں چھوڑ دی، میں انجکشن لگا کر مدرسے سے چلا گیا کچھ طلبہ اس دن غیر حاضر ہونے کی وجہ سے رہ گئے وہاں ایک حاجی صاحب تھے وہ میری اس ڈاکٹری کو دیکھ رہے تھے انہوں نے سوچا کہ یہ کام تو بہت آسان ہے سرنج خرید کرلے آئے اور بھر بھر سب کو دودھ کے انجکشن لگادیے اس سے ان طلبہ کو بہت سخت تکلیف ہوگئی انجکشن کی جگہ کا آپریشن کروانا پڑا۔ اس لیے بتا رہا ہوں کہ اپنی اصلاح خود کرنے کی بجائے کسی طبیب

حاذق سے رابطہ کریں۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا وبال:

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ مال بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہ یہ سوچیں کہ اگر مال بڑھ بھی گیا تو کبھی کوئی مصیبت آ گئی ہزاروں روپے اس میں خرچ ہو گئے پھر کوئی اور بیماری آ گئی ہزاروں اس پر، اس طرح ہزاروں ہزاروں نکلتے چلے جا رہے ہیں، جو روپے آ رہے ہیں انہیں تو لوگ دیکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں پر جو مصیبتیں آ رہی ہیں انہیں نہیں دیکھتے کیسے کیسے ابتلاء اور کیسے کیسے مصارف۔ اس طرح یہ لوگ ایک طرف تو مال جمع کرنے کی مشقت، مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں دوسرے جو مال جمع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے یوں برباد کر دیتے ہیں اور اگر کچھ مال جمع ہو بھی گیا تو سکون نہیں ہوگا مال سے مقصود تو راحت اور سکون ہے مال جمع ہو گیا مگر سکون نہ رہا راحت نہ ملی تو کیا فائدہ وہ تو عذاب ہی عذاب ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○
(۳۰-۳۹)

فرمایا کمانے کی ہوس میں ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں تو بظاہر دیکھنے میں تو مال بڑھتا چلا جا رہا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا، نہ بڑھنے کا مطلب وہی کہ اللہ تعالیٰ اسے برباد کرنے کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ لوگ ایسے ہوشیار ہیں، ایسے ہوشیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رکھ دیا "مُضْعِفُوْنَ" یہ نہیں فرمایا کہ یہ مال بڑھاتے ہیں بلکہ فرمایا "یہ مال بڑھانے کے ماہرین ہیں" ان کا مال بڑھتا ہے، مال بڑھتا کیسے ہے جیسے پہلے بتا دیا کہ وہ مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں کوئی بیماری آ گئی تو بغیر علاج کے یا کسی ہلکی پھلکی دواء سے ہی اللہ

تعالیٰ انہیں صحت عطاء فرمادیتے ہیں، انہیں مصیبتوں اور زائد مصارف سے بچالیتے ہیں اس طریقے سے ان کے مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور دل کی راحت، سکون واطمینان انہیں حاصل رہتا ہے یہ اطمینان اتنی بڑی دولت ہے کہ مال جمع کرنے والوں کو تو کبھی اس کی ہوا بھی نہیں لگتی اللہ تعالیٰ ایسی رحمت سے نوازتے ہیں۔

فی سبیل اللہ خرچ نہ کرنے پر وبال:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ (۲-۱۹۵)

اللہ کی راہ میں خرچ کرلیا کرو اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ ہلاکت اور تباہی و بربادی کیسے ایک تو یہ کہ اگر جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ دیا تو کافر غالب آجائیں گے مسلمانوں کو تباہ کردیں گے ختم کردیں گے اس لیے جہاد میں خرچ کیا کرو۔ دوسری بات یہ کہ جہاد کی روح یعنی ترک معصیت کی طرف توجہ کیا کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اگر ایسا نہیں کیا تو تمہارے دلوں میں مال کی محبت پیدا ہو جائے گی، برے معاشرے سے ڈرنے لگو گے، جیسے ہی مال کی محبت دل میں پیدا ہوئی تو ظاہر اور باطن دونوں کی ہلاکت اور تباہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ متعین فرمادیتے ہیں جو یوں دُعاء کرتا رہتا ہے:

''اے اللہ! خرچ کم کرنے والے کو بدل عطاء فرما اور روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔'' (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

ولا توکی فیوکی علیک (صحیح بخاری)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہو کبھی ہاتھ بند نہ کرنا اگر کبھی ہاتھ بند کیا تو اللہ

تعالیٰ رزق کا دروازہ بند کردے گا۔‘‘

کل کہاں سے کھائیں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

انفق بلال و لاتخش من ذی العرش اقلالا (بیہقی)

’’بلال! اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور عرش کے مالک سے افلاس اور فقر و فاقہ کا خوف مت کرو۔‘‘

مال کی فکر کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ ہوس کہ اور جمع کرو اور جمع کرو اور جمع کرو۔ دوسری یہ کہ سوچتے رہتے ہیں کہ کل کہاں سے کھائیں گے، آج کے لیے تو ہے کل کہاں سے کھائیں گے۔ بعض یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے لیے تو ہے مگر اولاد پیدا ہوگئی تو وہ کہاں سے کھائے گی۔ گویا پیدا یہ خود کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ پیدا تو میں کروں گا اور اللہ کھلانے پر قادر نہیں، یہ کفریہ نظریات ہیں کفریہ۔ یہ کہتے ہیں نا ’’بچے تین ہی اچھے‘‘ پھر کہتے ہیں ’’دو ہی اچھے‘‘ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ بچے اگر پیدا ہوتے چلے گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ ان دونوں نظریات کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رد فرماتے ہیں، مشرکین رزق کی تنگی کی وجہ سے اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے ان میں سے بعض تو اسی وقت تنگدست تھے انہیں فکر تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوگئی تو ہم کہاں سے کھائیں گے ان کے رد میں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (۶-۱۵۱)

اس جگہ **’’خشیۃ املاق‘‘** فرمایا یعنی انہیں اولاد پیدا ہونے کی صورت میں تنگدستی کا خوف ہے، اس لیے آگے فرمایا: **نحن نرزقھم وایاکم**. **’’ھم‘‘** کو مقدم فرمایا ان کے مدنظر اولاد کا مسئلہ تھا اس لیے فرمایا کہ انہیں بھی ہم رزق دیں گے اور تمہارے رزاق تو ہم ہیں ہی فکر سے کیوں مرے جا رہے ہو۔ قرآن مجید میں دونوں قسموں پر رد کیا گیا ہے۔

حب مال کی وجہ سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، پھر بھی بات سمجھ میں نہیں آتی سندھ کی بلی اور مکے کے بلے کا قصہ بتاتا رہتا ہوں سب کچھ سامنے ہے مگر عقل پر حب دنیا غالب آجاتی ہے۔ اپنے بارے میں یہ سوچ کہ جب ماں کے پیٹ میں تھا تو کون کما کر دیتا تھا اگر تجھے یاد نہیں تو یقین تو ہے ہی کہ کبھی ماں کے پیٹ میں تھا وہاں کون کھلاتا پلاتا تھا، پھر بندے کی ہوس اور بے صبری کے تحت اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا فرمایا کہ پیدا کرنے سے پہلے بچے کا رزق ماں کے سینے میں اتار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی، رزاقیت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اپنے اوپر بیت چکا ہے اس کے باوجود اسے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں آتا اس کا خیال ہے کہ وہ پیدا کر کے چھوڑ دے گا پھر کھائیں گے کہاں سے ارے! روکو روکو پیسا روکو، لگاؤ گرہوں پر گرہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے پھر حب مال میں کیوں مرے جا رہے ہیں۔

شیطان ڈراتا ہے:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲-۲۶۸)

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ جو تمہیں خطرہ لگا رہتا ہے کہ کل کیا ہوگا، کل کیا ہوگا یہ تو معلوم نہیں کہ کل تک زندہ بھی رہیں گے یا نہیں فکر یہ لگی ہوئی ہے کہ کل کہاں سے کھائیں گے، فرمایا کہ یہ شیطان ڈراتا ہے کہ روکو روکو روک کر رکھو اور ڈرتے رہو ڈرتے رہو یہ شیطان فقر و فاقہ سے تمہیں ڈراتا ہے اور تمہیں برائیوں کا حکم دیتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مغفرت کی بشارتیں دیتا ہے تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے کہ میری راہ میں میری رضا کے لیے خرچ کرو گے تو تمہاری مغفرت کروں گا اور اپنا فضل برساؤں گا۔ پیسا بھی زیادہ برسائے گا مغفرت بھی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی وسعت ہے اور اللہ تمہارے حالات کو بھی خوب خوب جانتا ہے تو اس کی رحمت کی طرف کیوں توجہ نہیں

ہوتی۔ یہاں ایک بات سوچنے کی ہے وہ یہ کہ شیطان کی طرف سے تو اتنا فرما دینا کافی تھا کہ وہ فقر سے ڈراتا ہے آگے کا جملہ کیوں بڑھایا کہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا جملہ کافی تھا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ زیادہ کرے گا حالانکہ بیان تو ہو رہا ہے خرچ کرنے پر، شیطان خرچ کرنے سے ڈراتا ہے کہ اگر خرچ کیا تو فقر و فاقہ کا شکار ہو جاؤ گے اور اللہ خرچ کرنے پر اپنے فضل کا وعدہ کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں گا تو اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات کیوں لگا دی، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے تو دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بھی بچا لیتے ہیں جب گناہوں سے بچ جائے گا تو مغفرت ہو جائے گی۔ ویسے تو قاعدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے جب تک توبہ نہ کرے مغفرت نہیں ہوتی مگر یہاں یہ نسخہ بتایا کہ جو شخص اپنے دل سے مال کی محبت نکال دیتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نسخہ استعمال کر کے مال کی محبت کا علاج کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برائیوں سے بچنے کی قوت اور ہمت پیدا فرما دیتے ہیں وہ برائیوں سے بچنے لگتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جو شیطان کے چکر میں پھنس جاتا ہے، شیطان کے چکر میں پھنسا کیسے کہ مال کی محبت دل میں اور مضبوط اور مضبوط اور مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرتا ہے تو ایک تو یہ کہ ویسے شیطان اسے فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے پھر جب مال کی محبت دل میں پیوست ہو جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور لحہ بہ لحہ اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے پاس قارون کا خزانہ بھی جمع ہو جائے تو بھی اسے اللہ کی راہ میں نکالنے کی رغبت، شوق اور فکر نہیں ہوتی، بلکہ صدقات نافلہ کی بات تو رہی الگ یہ لوگ فرض یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی غفلت برتتے ہیں اور اگر کہیں کسی جگہ کچھ رقم دی بھی تو وہ اپنی واہ واہ اور نام و نمود اور دوسروں کو زیرِ احسان کرنے کے لیے کیونکہ ان کا مقصود دنیا ہوتی ہے جب کہ اس کے برعکس اللہ کے وہ

بندے جو انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو جانتے ہیں جنہیں اللہ کے وعدوں پر اعتماد ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ انفاق کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے حتیٰ کہ محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتے ہیں وہ بھی جمع کرنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور بے شک یہی ہوشیار تاجر ہیں۔

بہتر صدقہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر صدقہ یہ لفظ ''صدَ قہ'' ہے دال کی زبر سے، لوگ صدقہ کہہ دیتے ہیں وہ صحیح نہیں صدقہ تو مہر کو کہتے ہیں، پھر کہہ دیتے ہیں ''صدقہ جاریہ'' جاریہ باندی کو کہتے ہیں یعنی باندی کا مہر، صدَ قہ جاریہ کہا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر صدقہ ہے جہد المقل۔ یعنی مشقت سے کمایا ہوا، رزق کی فراوانی نہیں، بقدر ضرورت رزق ملتا ہے، بڑی مشقت سے، محنت سے کما کما کر اپنا اور بچوں کا پیٹ پال رہا ہے اسی میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نکالے یہ جہد المقل ہے۔ علماء کے لیے ایک بات بتادوں کہ میں خدمات دینیہ کے بارے میں یہ دُعاء مانگا کرتا ہوں آپ لوگ بھی اس کا معمول بنالیں کہ یا اللہ! تو ہم سے جو ٹوٹی پھوٹی خدمت لے رہا ہے ٹوٹی پھوٹی ویسے ہی دین کے کام کر رہے ہیں، یہ خدمت جہد المقل ہے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی بن پاتا ہے تو اسے قبول فرما تو نے جہد المقل کو قبول فرمانے کا، افضل صدقہ ہونے کا وعدہ فرمایا ہے تو ہماری ان ٹوٹی پھوٹی خدمات کو قبول فرمالے۔ دوسری دُعاء ہوتی ہے، یا اللہ! اس **بضاعة مزجاة** کو قبول فرما۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب عزیز مصر بن گئے تو ان کے بھائی غلہ لینے کے لیے ان کے پاس گئے کیونکہ قحط پڑا ہوا تھا تو کہتے ہیں:

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ

(۱۲-۸۸)

یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں پہچانتے نہیں تھے ان سے کہنے لگے اے عزیز مصر! ہم تو مسکین لوگ ہیں ہمارے پاس تھوڑی سے نکمی سی پونجی ہے، جو غلہ خریدنے کے لیے لائے ہیں، آپ ہماری اس نکمی پونجی پر نظر نہ کریں اپنی شان کرم کو دیکھیے اس نکمی پونجی کے عوض میں بھی ہمیں پورا پورا اناج دیں اور مزید اپنے دست کرم سے بھی کچھ بہا دیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ میں دُعاء کرنے کی توفیق عطاء فرما دیتے ہیں کہ یا اللہ! ہم جو کچھ کر رہے ہیں، کر کیا رہے ہیں تو ہی تو کروا رہا ہے جو کچھ کروا رہا ہے وہ **بضاعة مزجاة** ہے، **اوف لنا الکیل** ہے۔ اسے قبول فرما، **وتصدق علینا**، جس قابل یہ ہیں اس سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اپنی رحمت کی بارشیں برسا دے۔ آپ لوگ بھی ایسے دُعاء کیا کریں۔

ایک اور حدیث میں افضل صدقہ کے بارے میں فرمایا:

ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر وتأمل الغنی ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان (متفق علیہ)

تو بھی تندرست ہے جوان ہے، امیدیں ہیں کہ آگے بڑھیں گے، پھولیں گے، پھلیں گے، اولاد ہوگی پھر جب وہ جوان ہوگی تو اس کی شادیاں کریں گے پھر پوتے پڑپوتے ہوتے چلے جائیں گے ابھی تو صحیح اور تندرست ہے ہزاروں سال زندہ رہنے کی امیدیں ہیں، جیسے نوے سال سے زائد عمر کے ایک بڈھے نے تین سو سال کا ٹھیکا لے لیا تو کسی ظریف نے لوگوں کو اطلاع دی کہ بھائیو! خوش ہو جاؤ ملک الموت مر گیا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آخر یہ کیسے ہوا تو اس نے کہا کہ اگر ملک الموت زندہ ہوتا تو نوے سال کا بڈھا تین سو سال کا ٹھیکا نہ لیتا۔ ابھی مرنے کا کوئی خوف نہیں ضرورتیں سامنے ہیں، شیطان ضرورتیں سامنے لاتا ہے دیکھو ابھی بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے، اتنا اتنا جہیز بھی تیار کرنا ہے، جیسے مسجد کی منتظمہ کے ایک ناظم کا قصہ ہے کہ وہ سود پر

رقمیں لگا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ سود تو حرام ہے اس نے بتایا کہ اس کی آٹھ بیٹیاں ہیں ان کی شادی کے لیے سود پر رقمیں لگا تا ہوں اگر سود پر رقمیں نہیں لگاؤں گا تو ان کی شادیاں کیسے کروں گا۔ میں نے اسے بڑے درد سے سمجھایا کہ مجھے وکیل بنادو آٹھوں کو ابھی نمٹا دوں گا سب کی شادی ہو جائے گی اور داماد ایسے دلواؤں گا کہ آپ ساری عمر بھی ایسے داماد تلاش نہیں کر سکتے مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ وہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ایسی حالت میں نکالے کہ تو جوان ہے، تندرست ہے اور آیندہ غنا کی امیدیں اور فقر کا خوف ہے، کچھ جمع کر لیں ابھی فلاں کام بھی کرنا ہے فلاں کام بھی کرنا ہے، ان حالات میں انسان جو صدقہ کرتا ہے اصل فضیلت تو اس کی ہے۔ اور جس نے دیکھا کہ اب ملک الموت آ پہنچا پھر کہتا ہے کہ اتنا مسجد بنانے میں لگا دیں، اتنا جہاد میں لگا دیں، اتنا فلاں کو دے دیں، فرمایا وہ تو ہو چکا وارثوں کا اب اس میں تیری وصیت کا اعتبار نہیں رہا وہ تو وارثوں کا حق ہو چکا، وہ حالت آنے سے پہلے پہلے سدھر جاؤ! اللہ سے مال بڑھانے کا طریقہ سیکھ لو۔

لوگ فضائل کی جو کتابیں پڑھتے ہیں ان میں نماز کے فضائل کہ فلاں نماز کی یہ فضیلت فلاں کی یہ فضیلت، اذکار کے فضائل کہ فلاں تسبیح پڑھ لی جائے فلاں درود شریف پڑھ لیا جائے ان چیزوں کے فضائل تو بہت پڑھتے ہیں پھر کبھی کبھی پوچھتے بھی رہتے ہیں مگر صدقات کے فضائل یا تو پڑھتے ہی نہیں یا پھر عمل نہیں کرتے اس کے بارے میں کوئی نہیں پوچھتا۔ اللہ کے بندو! فضائل رمضان کے بارے میں، فضائل ذکر کے بارے میں، فضائل نماز کے بارے میں پوچھتے ہو تو آخر فضائل صدقات کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتے اس طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی کیا فضیلت ہے کوئی بھی نہیں پوچھتا اور اللہ کی راہ میں جان دینے کی کیا فضیلت ہے اس کے تو تصور سے ہی دھوتی دھلانے کا قصہ ہو جاتا ہے وہ بات تو کبھی تصور میں بھی نہیں آتی، ادھر توجہ دیا کریں کبھی اوپر اوپر سے ہی پوچھ لیا کریں، اللہ تعالیٰ

سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

بعض لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ فیصد نکالتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو میری نقل اتارنا چاہتے ہیں کہ جتنا آپ دے رہے ہیں، ہم بھی اتنے فیصد نکالیں گے، انہیں میں روک دیتا ہوں کہ اس بارے میں میری نقل نہ اتاریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل (متفق علیہ)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب اعمال سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر مداومت ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔''

ایسا نہ ہو کہ ایک بار کہیں جوش اٹھا تو بہت زیادہ نکال دیا پھر بیگم کی طرف سے پڑی ڈانٹ یا اپنا کوئی کام پورا نہیں ہوا یا تجارت میں کچھ خسارہ ہو گیا کبھی نکال دیا پھر جلدی سے آیا نہیں تو سمجھتے ہیں ارے! ارے! مال بڑھانے کا یہ نسخہ تو ناکام ہو گیا پھر کہتے ہیں کہ بیگم معاف فرمایئے آیندہ اللہ کی راہ میں نہیں نکالیں گے۔ اللہ کی طرف سے کچھ امتحان بھی تو ہوتا ہے اگر جلدی سے نہیں ملا تو اللہ پر یقین رکھیے دنیا کی تجارتوں میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ ادھر تجارت میں پیسا لگایا ادھر منافع برسنے لگے بعض تجارتوں کے منافع تو کہیں دس دس سال بیس بیس سال کے بعد شروع ہوتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر یقین رکھا کریں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالنے کی عادت ڈالیں۔

لوگ فضائل اعمال، فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل درود شریف، فضائل آیۃ الکرسی، فضائل آیت کریمہ، فضائل یس، وغیرہ تو بہت پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کبھی نذر بھی مانتے ہیں تو نفل نماز کی یا نفل روزوں کی فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی نذر نہیں مانتے، ہر قسم کے فضائل کی کتابیں خوب پڑھتے ہیں مگر فضائل صدقات تو شاید بہت کم لوگ پڑھتے ہیں اس لیے کہ ان میں بظاہر نقصان ہے، پیسا نکالنا پڑتا ہے، پڑھ لیں گے تو خدانخواستہ کہیں اثر نہ ہو جائے اگر اثر ہو جائے تو پیسا

نکالنا پڑے گا پھر کیا بنے گا اس لیے پڑھو ہی مت اور اگر کہیں پڑھنا پڑ گیا تو پہلے سے طے کر کے دل کو تالا لگا لیں گے کہ خدانخواستہ دل پر اس کا اثر نہ ہو جائے کہیں کوئی پیسا نہ نکل جائے دل کو تالا لگا کر پڑھتے ہیں۔ انگلش مس کا قصہ بتاتا رہتا ہوں انہوں نے اپنے حالات میں لکھا کہ ایک بار کتاب گھر کے سامنے سے گزر رہی تھیں کتابوں کی دوکان پر نظر پڑی تو دوکان کے اندر جا کر دیکھا ایک کتاب پر نظر پڑی جس کا نام ہے ''شرعی پردہ'' خیال ہوا کہ خرید لوں پھر سوچا کہ اگر کتاب خرید لی تو پڑھنی بھی پڑے گی پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا وہ تو کرنا ہے نہیں تو پھر خریدوں ہی کیوں مگر پھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی کہ اچھا کتاب لے لو تو لو پڑھنا مت، کتاب لے لی کئی دن تک کتاب رکھی رہی مگر پڑھی نہیں کتاب پر نظر پڑتی رہتی تھی ایک دن سوچا کہ پڑھ ہی لوں، پڑھی اور پھنسی مکمل شرعی پردہ کر لیا، لوگوں نے کہا تیرا دماغ خراب ہو گیا تو اس نے جواب دیا کہ دماغ تو پہلے خراب تھا اب تو درست ہو گیا۔ اسی طرح لوگ فضائل صدقات نہیں پڑھتے کہ اگر پڑھ لیے تو عمل کرنا پڑے گا۔

لوگوں کا غلط نظریہ:

بڑے بڑے مال دار لوگ بھی منت مانتے ہیں تو یٰسٓ کا ختم کروانے کی، آیت کریمہ کا ختم کروانے کی، اتنے نفل پڑھنے کی، اتنے روزے رکھنے کی، حتیٰ کہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اتنے سو نفلوں کی منت مانی، کئی سو نفل میرے ذمے ہیں۔ مگر کبھی ایک پیسا اللہ کی راہ میں دینے کی منت نہیں مانتے۔ ایک شخص نے بتایا کہ ہمارے گھر میں ڈاکو آ گئے، بتانے والا بہت بڑا مال دار ہے، کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ڈاکو آ گئے میں نے منت مانی کہ اگر میرا مال بچ جائے تو میں ایک سو رکعت نفل پڑھوں گا، حالانکہ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ اس وقت یہ کہتے کہ یا اللہ! میں یہ سارے کا سارا مال تیری راہ میں لگا دوں گا، پورا مال جہاد پر خرچ کر دوں گا بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر صورت یہ کہ منت ماننے کی

بجائے یوں کہتا کہ یا اللہ! میں نے یہ سارے کا سارا مال تیری راہ میں لگا دیا حالانکہ نتیجہ تو یہی نکلے گا کہ اگر ڈاکوؤں سے بچ گیا تو لگاؤں گا بچے گا ہی نہیں تو کہاں سے لگائے گا، نتیجہ تو ایک ہی ہے مگر کہنے میں بہت فرق ہے نذر ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ سے شرط لگالی کہ تو میرا یہ کام کرے گا تو میں کروں گا تو نہیں کرے گا تو میں بھی نہیں کروں گا، اللہ سے کہہ رہا ہے کہ ہم حساب چکانا جانتے ہیں، ہم لین دین خوب جانتے ہیں دیکھ اگر تو نے میرا کام کیا تو میں کروں گا تو نے نہیں کیا تو میں بھی نہیں کروں گا، نفل بھی پڑھتے ہیں تو اسی نیت سے کہ اگر تو نے میرا یہ کام کیا تو میں نفل پڑھوں گا ورنہ نفل نہیں پڑھوں گا (نذر کی پوری تفصیل جواہر الرشید جلد نمبر ۲ جوہر نمبر ۱ میں دیکھیں) اس شخص کو تو اللہ کے سامنے یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ یا اللہ! میں اقراری مجرم ہوں میں نے تیری راہ میں کبھی خرچ نہیں کیا یہ اسی کا وبال ہے کہ ڈاکو گھر میں گھس آئے، یا اللہ! میں توبہ کرتا ہوں اور یہ مال تیری راہ میں لگانے کی نیت کرتا ہوں میں شرط نہیں لگاتا کہ تو بچائے گا تو لگاؤں گا، ابھی سے لگاتا ہوں، دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ اس سے بھی اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ حادثہ پیش آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگاتا رہے تاکہ ایسے حوادث پیش ہی نہ آئیں، پہلے ہی لگاتا رہے، اگر پہلے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں لگاتا رہتا تو وہ مال ڈاکوؤں سے محفوظ رہتا بالفرض کوئی آفت آ بھی جائے تو وہ بظاہر تو آفت ہے مگر درحقیقت وہ آفت نہیں اللہ کی رحمت ہوتی ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o (۲-۱۵۵تا۱۵۷)

اس وقت ان آیات کی پوری تفصیل بتانا مقصود نہیں صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اگر کچھ نقصان ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت ہے: اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ان کے رب کی طرف سے ان پر عام رحمتیں بھی ہیں اور خاص رحمتیں بھی، ان کا کسی حال میں بھی نقصان نہیں ہوتا۔ کسی نے بہت بڑی تجارت میں مال لگا دیا تو دیکھنے میں تو مال اس کے پاس چلا گیا مگر وہ چلا کہاں گیا وہ تو بہت بڑی تجارت میں لگ گیا، اللہ کے بندے کا کبھی نقصان نہیں ہوتا فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔

اصحاب غار:

صحیح بخاری میں تین اشخاص کا قصہ ہے کہ وہ کہیں جا رہے تھے، بارش سے بچنے کے لیے تینوں غار میں چلے گئے، اوپر سے ایک چٹان لڑھکی جس سے غار کا منہ بند ہو گیا، اب اندر سے چٹان کو کیسے ہٹائیں، موت کے منہ میں پھنسے ہوئے ہیں، بچنے کی کوئی صورت نہیں، انہوں نے کہا کہ ہم دُعاء کریں تینوں اپنا اپنا عمل جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہو اور جس کی توفیق دے دی ہو اس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کریں۔ اس وقت تیسرے شخص کا قصہ بتانا مقصود ہے اس لیے پہلے دو اشخاص کے قصے حذف کرتا ہوں۔ جب پہلے دو اشخاص کی دُعاء سے غار کا دو تہائی منہ کھل گیا تو تیسرے نے یوں دُعاء کی: یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا، چند کلو چاول اس کی اجرت متعین کی تھی، کسی بات پر وہ مزدور ناراض ہو کر چلا گیا اور اپنی اجرت کا غلہ لے کر نہیں گیا، میرے پاس ہی چھوڑ دیا میں نے اسے کاشت کر دیا، اس سے جو پیداوار ہوئی اسے پھر کاشت کر دیا پھر نکلی پھر کاشت کر دیا وہ پیداوار اتنی بڑھ گئی کہ اسی پیداوار سے بیل، گائے، اونٹ، بکریاں اور غلام وغیرہ خریدے، کئی سالوں کے بعد وہ مزدور آیا کہنے لگا: اللہ سے ڈرو میرا حق دو کتنے سالوں سے دبائے بیٹھے ہو۔ میں نے کہا یہ سب سامان لے جاؤ یہ تمہارا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندے! کیوں مذاق کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں میں مذاق نہیں کر رہا پھر اسے پوری تفصیل بتا دی۔ وہ مزدور بھی اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ نکلا کہ ایک چیز بھی نہیں چھوڑی، سب ہی سمیٹ کر لے گیا، خیال کرتا کہ زمین آپ کی،

محنت آپ کی، وہ تخم بھی آپ ہی کا تھا جب تک میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا، سارا کچھ آپ ہی کا ہے، اگر ویسے عطیہ دیتے ہیں تو تھوڑا بہت دے دیں پھر اگر وہ نہ بھی رکھتے کوئی بات نہیں تھی، پیش کش تو کر دیتا مگر اس نے سب کچھ لپیٹا اور چل دیا۔

اس پر مجھے اپنا ایک قصہ یاد آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اہل دل کی برکت سے ہمیں بھی ان کی فہرست میں داخل فرمالیں، قصہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے میری معرفت تجارت میں کچھ رقوم لگائیں، دنیا کا دستور ہے کہ آمدن بہت بڑی آرہی ہو پھر سبحان اللہ! سبحان اللہ! حضرت جی! آپ کی برکت سے سب کچھ حاصل ہو رہا ہے، جب سے آپ کی معرفت رقم لگائی ہے ماشاء اللہ! آپ کی بدولت بہت نفع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ جس کے پاس رقم لگائی تھی اس کا انتقال ہو گیا اس کی اولاد نے کہا کہ ہمیں تو کچھ معلوم ہی نہیں، ساری رقمیں ختم ہو گئیں! الحمدللہ! میرے قلب پر بال برابر بھی اس کا احساس نہ ہوا حالانکہ میری کل پونجی وہی تھی، اس کے سوا کوئی ذریعہ آمدن نہ تھا، اب جب مہینہ پورا ہو تو آمدن کہاں سے آئے؟ کچھ بھی نہیں تھا، ایسے حالات میں انسان پریشان ہوتا ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ میرے قلب پر بال برابر بھی اثر نہ ہوا۔ مزید یہ کہ میں نے یہ طے کر لیا کہ جن لوگوں کی رقمیں بیس ہزار تک میرے ذریعے سے لگی ہیں میں انہیں اداء کروں گا کیونکہ میں نے کم پیسے والوں کو بھی ساتھ لگا لیا تھا کہ چلو کچھ ان کا بھی فائدہ ہوتا رہے، جن کے بیس سے زائد مثلاً ساٹھ ستر ہزار ہیں وہ تو ویسے بھی لاکھوں پتی ہیں۔ ایک طرف تو اپنی آمدن کے لیے ایک پیسا بھی نہیں اور ساری پونجی ختم، دوسری طرف یہ طے کر لیا کہ بیس ہزار تک جس جس نے رقم لگائی تھی انہیں اپنی جیب سے اداء کروں گا، سننے والا تو بے وقوف ہی سمجھے گا، مجھے خود اس پر کبھی بڑی ہنسی آتی ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اصحاب غار میں سے اس تیسرے دُعاء کرنے والے کی فہرست میں داخل کر دیا۔ میں نے جب ان لوگوں سے کہا کہ تجارت کا حشر تو یہ ہوا کہ سارا قصہ ہی پاک ہو گیا مگر آپ لوگوں کی جو رقمیں ہیں میں اپنے پاس سے دے دوں گا پھر جس جس

کو رقم دی اس نے فوراً لے لی، ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ یہ آپ کے ذمہ تھوڑا ہی ہے، جیسے مقدر تھا ہو گیا رہنے دیجیے، وہ پانچ چھ افراد تھے سارے ہی اللہ والے تھے، سب برابر تھے، ایک نے بھی ایک بار بھی نہیں کہا کہ آپ کے ذمہ نہیں آپ کیوں دیتے ہیں پھر میں نے تو طے ہی کر لیا تھا کہ ضرور دوں گا اگر وہ لوگ انکار کرتے تو پھر بھی میں انہیں اصرار کر کے دیتا، ہدیہ وغیرہ کہہ کر دے دیتا مگر ان کے اس معاملے سے بہت تعجب ہوا۔

یہ بات بھی بتادوں کہ جب میں نے یہ طے کر لیا تو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ سب کی رقمیں دے دیں، غالباً چالیس ہزار کے قریب ہوں گی، اپنے مصارف میں بھی ایک دن بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیے اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہاں کے مصارف ہوں بلکہ اس سال خود بھی اور گھر کے دو افراد کو بھی حج کروایا۔ اللہ کی خاطر جب انسان کچھ کرتا ہے تو یوں غیب سے مدد ہوتی ہے، حیران ہوں، عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کہاں کہاں سے اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرماتے ہیں۔

غار والے شخص کا قصہ بتانے سے مقصد یہ ہے کہ اس نے اس مزدور کو اللہ کی خاطر سب کچھ دے دیا ورنہ مزدور کا حق نہیں بنتا تھا، اس کے اس نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی مصیبت سے بچالیا۔

بادل سے آواز سنائی دینا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا یکایک اس نے ایک بدلی میں یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے، اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا تمام پانی ایک نالے میں جمع ہو کر چلا، یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہو لیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی پھیر رہا ہے۔ اس نے باغ والے سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس شخص نے بدلی سے سنا تھا۔ پھر باغ والے نے اس سے پوچھا کہ

تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے، تو ایسا کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے؟ اس نے کہ جب تو نے پوچھ ہی لیا تو مجھے بتانا پڑے گا، میں اس کی کل پیداوار کو دیکھتا ہوں اور ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے بال بچوں کے لیے رکھ لیتا ہوں اور ایک تہائی پھر اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

آج جو لوگ یہ قصے سنیں گے وہ کہیں گے کہ ہمارے گھر کے مصارف تو پوری آمدن سے بھی پورے نہیں ہو رہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کی تنخواہ ستر ہزار روپے ماہانہ ہے اور صرف میاں بیوی دو افراد ہیں، مکان کرائے کا ہے، مکان کا کرایہ دینے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں سے قرض مانگ رہے ہیں تا کہ مکان کا کرایہ ادا کر سکیں۔ صرف دو افراد اور ستر ہزار روپے ماہانہ وہ بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ فون پر بڑی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں لوگ بہت عجیب عجیب قصے بتاتے ہیں:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۷-۱۷۶)

ایک فائدہ تو فون کا یہ ہے کہ لوگ مسائل شرعیہ پوچھتے ہیں اور دین کا ایک مسئلہ پوچھنے پر ایک ہزار رکعات نفل سے زیادہ اجر ملتا ہے تو جو بتائے گا اسے کتنا زیادہ اجر ملے گا، اور دوسرا فائدہ یہ کہ عبرت کے قصے معلوم ہوتے ہیں۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ان کا بیٹا ڈاکٹر ہے اور اس کی تنخواہ شاید پچاسی ہزار روپے ماہانہ بتائی وہ بھی صرف میاں بیوی ہیں ان کی اولاد نہیں، اولاد پر شاید اس لیے بندش لگا رکھی ہے کہ پھر اس کے لیے کہاں سے پیسا آئے گا، انہوں نے بتایا کہ میرا بیٹا مقروض رہتا ہے اور مجھ سے (یعنی اپنے والد سے) بھی قرض لیتا ہے، اتنا مسکین ہے مقروض رہتا ہے۔ اس ڈاکٹر کے ابا نے مجھ سے فون پر کہا کہ پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ میں بینک کے سود سے اسے قرض دے دیا کروں جائز ہے یا نہیں؟ کیسی عبرت کا قصہ ہے پچاسی ہزار روپے ماہانہ تنخواہ اور صرف دو افراد اُڑا اُڑا کر سب ختم کر دیتے ہیں اور پھر مقروض بھی ہو جاتے ہیں۔

فضائل ترکِ منکرات:

فضائل پر بات ہو رہی تھی کہ لوگ فضائل اعمال میں سے وہ حصے پڑھتے ہیں کہ جن پر عمل کرنا آسان ہے اور جہاں مال نکالنے کی بات ہوتی ہے اسے پڑھتے ہی نہیں اور اگر کہیں غلطی سے پڑھ لیا سن لیا تو اس پر عمل نہیں کرتے، اس بارے میں یہ سوچیں کہ ترک منکرات کی تو بہت فضیلت ہے، اللہ کی نافرمانیوں کو چھوڑنا تو فرض ہے، اللہ کی ہر نافرمانی کو چھوڑنا فرض ہے، فرض کا اجر بھی نفل سے کئی گنا زیادہ ہے اور یہ فرض ادا کرنے پر حرام کاموں سے بچنے پر دنیا میں ہر قسم کی آفات ومصائب سے بچنے کے وعدے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانوں پر اعلان، اعلانوں پر اعلان کہ جو ہماری نافرمانی چھوڑ دے گا ہم اسے ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی سے بچالیں گے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ
(۶۵-۳)

جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے گا پریشانیوں سے محفوظ رہے گا اور رزق تو اسے اتنا دیں گے کہ وہم وگمان سے بھی زیادہ، اسے پتا ہی نہیں چلے گا کہ کہاں سے برس رہا ہے یہ تو ایک آیت میں نے پڑھ دی ورنہ قرآن مجید میں کتنی آیات ہیں، کتنی حدیثیں اس بارے میں ہیں، کتنے قصے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا میں بھی رحمتیں ہی رحمتیں برساتے ہیں اور نافرمانوں پر کیسے کیسے عذاب مسلط کرتے ہیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے "سیاسی فتنے" یہ کتابچہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں، مجلس میں پڑھا کریں سنا کریں، جتنے بھی عذاب ہیں خواہ وہ سیاسی فتنوں کے عذاب ہوں، خواہ وہ قدرتی عذاب ہوں، جتنی بھی تکلیفیں ہیں یہ انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہیں، یہ فیصلہ قرآن مجید میں ایک بار نہیں کئی بار سنایا گیا ہے اس لیے فضائل اعمال میں پہلے درجے پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں،

دوسرے درجے میں نوافل ہیں۔

ختم اور خوانیاں ذریعہ شکم پرستی:

آج کا مسلمان نافرمانی تو چھوڑتا نہیں اور صدقات وخیرات بھی نہیں کرتا، بس نوافل پڑھتے ہیں اور ختم بہت کرواتے ہیں اور ہاں نذریں بہت مانتے ہیں اور نذر جو مانتے ہیں اس میں بھی مال نہیں نکالتے بلکہ درود شریف کی نذر مان لی، آیت کریمہ کے ختم کی نذر مان لی، اور سورہ یٰسٓ پڑھنے کی نذر مان لی، ختم قرآن کی نذر مان لی، پھر خوانیوں میں کھانے پینے کے مزے بھی تو ہوتے ہیں وہ کہاں چھوڑے آج کا مسلمان اسے تو سب سے پہلے پیٹ کی فکر ہوتی ہے۔

پیٹ گرچہ ہے مقدم اے عزیز
لیک فکر آخرت ہے اور چیز

ان کی تو ہر بات میں، ہر بات میں پیٹ آگے ہوتا ہے اسی لیے لوگوں کے پیٹ بہت بڑھ رہے ہیں ہر چیز میں پیٹ آگے، رمضان میں ختم قرآن ہوگا تو کھانے پینے کے دھندے، روزہ کشائی کریں گے تو کھانے پینے کے دھندے، ایصال ثواب کے نام پر دعوتیں اڑائیں گے جیسے کسی کی شادی ہو رہی ہو، ایک جگہ دیگیں رکھی ہوئی تھیں میں نے پوچھا کسی کی شادی ہے؟ کسی نے بتایا کہ شادی نہیں کوئی مر گیا ہے اب ادھر کو بات چلی گئی تو بہت لمبی ہو جائے گی کیا کیا قصہ بتاؤں۔ خوب ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں، ان خوانیوں میں بھی خوب ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں، کھانے پینے کے مزوں سے بھی بڑھ کر نظارہ بازی کے مزے کچھ نہ پوچھیے، ان دعوتوں میں نوجوان لڑکیاں خوب بن ٹھن کر شریک ہوتی ہیں، ایصال ثواب کے نام سے ایسی شہوت رانی، ثواب کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں، کتنے فائدے ہیں خوانیاں کرانے میں، ان کی بجائے اللہ کی راہ میں پیسا خرچ کرتے ہیں تو جان نکلتی ہے۔ فضائل صدقات پر عمل نہیں

کریں گے اس سے تو جان نکلتی ہے چمڑی جائے تو جائے دمڑی نہ جائے اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑتے ہیں تو وہ تو اور بھی زیادہ مشکل، اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر دنیا میں زندہ کیسے رہیں گے۔ آج کے مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں زندہ رہنے کے لیے شیطان کا بندہ بننا پڑے گا، رحمٰن کے بندے بن کر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے یعنی اس کا ایمان یہ ہے کہ شیطان کی طاقت اللہ کی طاقت سے زیادہ ہے، شیطان اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے جبکہ رحمٰن اپنے بندوں کی حفاظت نہیں کرسکتا۔

بدوی کا قصہ:

ایک بدوی کا کتا مر رہا تھا اور وہ رو رہا تھا بہت رو رہا تھا، کسی نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بدوی نے بتایا کہ میرا کتا مر رہا ہے مجھے اس کتے سے بہت محبت ہے۔ اس نے پوچھا کہ کتا کیوں مر رہا ہے کیا بیماری ہے؟ بدوی نے بتایا کہ یہ بھوک سے مر رہا ہے۔ قریب ہی ایک بورا بھرا رکھا تھا اس شخص نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ اس شخص نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ارے! تیرا کتا بھوک سے مر رہا ہے اور تیرے پاس روٹیوں کا بورا بھرا رکھا ہے اسے کھلاتا کیوں نہیں؟ بدوی کہنے لگا کہ روٹی پر پیسا خرچ ہوا ہے آنسو تو مفت کے ہیں، آنسوؤں کے دریا کے دریا بہادوں گا مگر روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا۔

آج کا مسلمان اللہ کی نافرمانی تو چھوڑتا نہیں، ہر مصیبت سے بچنے کا واحد علاج جس کا اعلان اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ دنیا و آخرت میں عذاب سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، جو بھی نافرمانی نہیں چھوڑے گا وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ مگر یہ نافرمانی اس لیے نہیں چھوڑتا کہ ختم کرنا کروانا آسان، وظائف پڑھ لینا آسان، نافرمانی چھوڑنا مشکل۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں، عقل عطاء فرمائیں، اتنی سی عقل عطاء فرمادیں کہ یہ بات ان

کی سمجھ میں آجائے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر اللہ کو راضی نہیں کیا جاسکتا اور اللہ کو راضی کیے بغیر اس کے عذاب سے نہیں بچا جاسکتا، یہ دو جملے یاد کرلیں آگے دوسروں تک بھی پہنچایا کریں۔

سیاہ دل عذاب الٰہی کا مستحق:

جن لوگوں کے دل سیاہ ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے حالات یوں بیان فرمارہے ہیں:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ وَقْرًاۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ○ (۳۱-۷)

ان لوگوں پر جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو تو: **وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا** وہ کہتے ہیں ارے چھوڑو ملاؤں کی باتیں، تکبر سے اکڑتا ہوا کہتا ہے چھوڑو یہ باتیں، **كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا** رخ موڑ کر اتنی بے پروائی سے جاتا ہے کہ جیسے اس نے یہ آیت سنی ہی نہیں، **كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ وَقْرًا**. گویا کہ اس کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈاٹ لگادی ہے، اس کے کان بند ہیں سن ہی نہیں رہے، **فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ**، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجیے، ان کے لیے دنیا میں بھی تباہی ہے اور آخرت میں بھی تباہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دل کی سیاہی سے، دل کی سختی سے، دل کی کدورت سے، دل کی ظلمت سے سب کی حفاظت فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.

اضافہ

حضرت اقدس کے حکم پر اس وعظ کے آخر میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں آیات اور احادیث کا اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ یہ وعظ امت کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ جامع

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں آیات واحادیث

آیات:

① هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ o الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (۲-۲تا۵)

’’(یہ کتاب یعنی قرآن مجید) راستہ بتانے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو جو یقین لاتے ہیں غیب کی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (ایمان لاتے ہیں) اس کتاب پر بھی جو آپ پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اس صحیح راستے پر ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ملا

ہے اور یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔‘‘

② لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ o (۲-۱۷۷)

’’کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آ گیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب) کتب (سماویہ) پر اور رسولوں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور (بے خرچ) مسافروں کو اور (ضرورت شریعہ سے) سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی اداء کرتا ہو اور جو اشخاص (ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جاسکتے) ہیں۔‘‘

③ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ o (۲-۱۹۵)

’’اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور

(اپنے آپ کو) اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔"

④ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ ۭ (۲-۲۱۹)

"اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خرات میں) کتنا خرچ کیا کریں، آپ فرما دیجیے کہ جتنا آسان ہو۔"

⑤ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۲-۲۴۵)

"کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دے اور اللہ تعالیٰ کمی کرتے ہیں اور فراخی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لے جائے جاؤ گے۔"

⑥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۲-۲۵۴)

"اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الٰہی) کوئی سفارش ہوگی اور کافر لوگ ہی ظلم کرتے ہیں (تو تم ایسے مت بنو)"

⑦ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲-۲۶۱)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ

کیے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں اور یہ افزونی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں۔''

⑧ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o (۲-۲۶۲)

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (اس پر) احسان جتاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے) اسے آزار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان (کے اعمال) کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔''

⑨ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ o (۲-۲۷۱)

''اگر تم ظاہر کر کے دو صدقات کو تو بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔''

⑩ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ (۲-۲۷۶)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔''

⑪ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ o (۳-۹۲)

”تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب جانتے ہیں۔“

⑫ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o (۲-۲۷۴)

”جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔“

⑬ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ o الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o (۳-۱۳۳،۱۳۴)

”اور دوڑو مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی جانب سے ہے اور جنت کی طرف جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔“

⑭ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ o (۸-۲تا۴)

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔''

⑮ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ o (۸-۶۰)

''اور اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لیے کچھ کمی نہ ہوگی۔''

⑯ قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ o (۱۴-۳۱)

''جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔''

⑰ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o (۲۲-۳۴، ۳۵)

"اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اپنے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ) کی خوشخبری سنا دیجیے جو ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں۔"

⑱ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ٥ (۲۳-۶۰-۶۱)

"اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔"

⑲ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (۲۴-۲۲)

"اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

۲۰ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (۳۲-۱۶،۱۷)

''ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ انہیں ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔''

۲۱ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ (۳۴-۳۹)

''آپ (مومنین سے) فرما دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم (مواقع حکم الٰہی میں) خرچ کرو گے سو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ (۳۵-۲۹،۳۰)

''جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطاء فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی تا کہ انہیں ان کی اجرتیں (بھی) پوری (پوری) دیں اور انہیں اپنے فضل

سے اور زیادہ (بھی) دیں بے شک وہ بڑے بخشنے والے قدر دان ہیں۔"

۴۳ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o (۴۲-۳۸)

"اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعیین نص نہ ہو) آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

۴۴ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o (۵۱-۱۹)

"اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔"

۴۵ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ o (۵۷-۷)

"تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (ایمان لا کر) جس مال میں تمہیں اس نے قائم مقام کیا اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں انہیں بڑا ثواب ہوگا۔"

۴۶ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ o (۵۷-۱۰)

"اور تمہارے لیے اس کا کون سا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین آخر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ

کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔"

۲۷ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ٥ (۵۷-۱۱)

"کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اس (دیے ہوئے کے ثواب) کو اس شخص کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔"

۲۸ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ٥ (۵۷-۱۸)

"بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ ان کے لیے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔"

۲۹ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ والدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥ (۵۹-۹)

"اور (نیز) ان لوگوں کا (یہی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ

فلاح پانے والے ہیں۔"

⑳ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (۶۳-۹ تا ۱۱)

"اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد اور (اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پائے اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور (منجملہ طاعات کے ایک طاعت مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ) ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا وحسرت) کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھے اور تھوڑے دنوں کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزاء کے مستحق ہوگے)"

㉑ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ○ (۵۹-۱۸ تا ۲۰)

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنھوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے انہیں بے پروا بنادیا یہی لوگ نافرمان ہیں اہلِ نار اور اہلِ جنت باہم برابر نہیں جو اہلِ جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں (اور اہلِ نار ناکام ہیں)

﴿۳۲﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۶۴-۱۵،۱۶)

"تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لیے ایک آزمائش کی چیز ہے اور جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے تو) اللہ کے پاس (اس کے لیے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام کو) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔"

﴿۳۳﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (۶۴-۱۷،۱۸)

"اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اسے تمہارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا

قدردان ہے (کہ عمل صالح کو قبول فرماتا ہے اور) بڑا بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر (اعمال) کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے (اور) حکمت والا ہے۔''

(۳۴) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَّمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۷۳-۲۰)

''اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل اپنے لیے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔''

(۳۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا (۲-۲۶۴)

''اے ایمان والو! تم احسان جتا کر یا ایذاء پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو دکھانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی (آ گئی) ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اسے بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔''

(۳۶) اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى

حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا o اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا o اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا o فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا o وَجَزٰھُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّحَرِیْرًا o مُّتَّکِئِیْنَ فِیْھَا عَلَی الْاَرَآئِکِ لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا o وَدَانِیَۃً عَلَیْھِمْ ظِلٰلُھَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُھَا تَذْلِیْلًا o وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ کَانَتْ قَوَارِیْرَا o قَوَارِیْرَاْ مِنْ فِضَّۃٍ قَدَّرُوْھَا تَقْدِیْرًا o وَیُسْقَوْنَ فِیْھَا کَاْسًا کَانَ مِزَاجُھَا زَنْجَبِیْلًا o عَیْنًا فِیْھَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا o وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ حَسِبْتَھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا o وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا o عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ وَّسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا o اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا o (۷۶-۵تا۲۲)

''(اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے (اور) جسے وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (محض) اللہ کی محبت سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم تمہیں محض اللہ کی رضامندی کے لیے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا فعلی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قولی) شکریہ (چاہیں) ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں سو اللہ تعالیٰ انہیں (اس اطاعت اور اخلاص کی برکت سے) اس

دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور انہیں تازگی اور خوشی عطاء فرمائے گا اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین) کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس دے گا اس حالت میں کہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ جاڑا اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آب خورے جو شیشے کے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جنہیں بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا اور وہاں انہیں (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے (جو وہاں ہوگا) جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمد ورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو انہیں (چلتے پھرتے) دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (اور) ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی (کیونکہ لباس میں جدا لطف ہے) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اوان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہوئی۔"

(۴۷) وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ (۲-۱۹۵)

"اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور (اپنے آپ کو) اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔"

﴿۳۸﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲-۲۶۸)

''شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بُری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ سے معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔''

﴿۳۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (۳-۱۸۰)

''اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور آخر میں آسمان و زمین اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔''

﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (۴-۳۶،۳۷)

''بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو خود کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔''

(۴۱) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o (۹-۳۴،۳۵)

''اور (غایت حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ انہیں ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجیے جو اس روز واقع ہوگی کہ انہیں دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزا چکھو۔''

(۴۲) وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ o فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ o (۹-۵۴،۵۵)

''اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) انہیں گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے۔''

(۴۳) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ

الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا○ اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا○ (۱۷-۲۹،۳۰)

''اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھے رہو گے بلاشبہ تیرا رب جسے چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔''

(۴۴) وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ○ (۲۸-۷۷)

''اور (یہ بھی کہا کہ) تجھے اللہ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

(۴۵) هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ○ (۴۷-۳۸)

''ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا پھر

وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔‘‘

﴿۳۶﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ○ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (۵۷-۲۲ تا ۲۴)

’’کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے (یہ بات) تا اس واسطے دی ہے تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تا کہ جو چیز تمہیں عطاء فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (حب دنیا کی وجہ سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا (دین حق سے) تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔‘‘

﴿۳۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ڏ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ○ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ○ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ○ (۶۹-۲۵ تا ۳۷)

’’اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت

حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھے میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھے یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ (پہلی) موت ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا (ایسے شخص کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) کہ اس شخص کو پکڑ لو اور اس کے طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اسے داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اسے جکڑ دو یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لیے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اسے کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے جسے بجز بڑے گناہ گاروں کے کوئی نہ کھائے گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿۴۸﴾ **وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ o الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ o يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ o كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ o نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ o الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ o اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ o فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ o** (سورۃ الھمزۃ)

"بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب وفرح سے) اسے بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں (رہے گا پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسے توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو

(کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی (اور) وہ (آگ) ان پر بند کردی جائے گی (اس طرح) سے کہ وہ آگ کے) بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے)۔"

احادیث

① "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گزر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو بجز اس کے کہ کوئی چیز اداءِ قرض کے لیے رکھ لی جائے۔" (رواہ البخاری)

② "روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں ایک دُعاء کرتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطاء فرما، دوسرا دُعاء کرتا ہے اے اللہ! روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔" (متفق علیہ)

③ "اے آدم کے بیٹے تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دے یہ تیرے لیے بہتر ہے اور تو اسے روک کر رکھے تو یہ تیرے لیے برا ہے اور بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں، اور خرچ کرنے میں جن کی روزی تیرے ذمے ہے ان سے ابتداء کر (کہ ان پر خرچ کرنا دوسروں سے مقدم ہے)" (رواہ مسلم)

④ "عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر نہایت عجلت کے ساتھ لوگوں کے مونڈھوں پر سے گزرتے ہوئے ازواج مطہرات کے گھروں میں سے ایک

گھر میں تشریف لے گئے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح جلدی تشریف لے جانے سے تشویش پیدا ہوئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری (کہ کبھی موت آ جائے اور وہ رہ جائے اور میدان حشر میں اس کی جواب دہی اور اس کا حساب) مجھے روک لے اس لیے اسے جلدی بانٹ دینے کو کہہ کر آیا ہوں۔'' (رواہ البخاری)

۵ ''ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تندرست ہو مال کی حرص دل میں ہو اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو، اپنے مالدار ہونے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کر کہ روح حلق تک پہنچ جائے یعنی مرنے کا وقت قریب آ جائے تو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں (مسجد) کا اور اتنا مال فلاں (مدرسہ) کا حالانکہ اب مال فلاں (وارث) کا ہو گیا۔'' (متفق علیہ)

۶ ''(بنی اسرائیل کے) ایک شخص نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات کو چپکے سے صدقہ کروں گا۔ چنانچہ رات کو چپکے سے ایک شخص کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا۔ صبح کو لوگوں میں آپس میں چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا۔ اس صدقہ کرنے والے نے کہا یا اللہ! چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لیے تعریف ہے (کہ اس سے بھی زیادہ بدحال کو دیا جاتا تو ہی بتا میں کیا کر سکتا تھا) پھر اس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات کو پھر صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع ہو گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا

مال لے کر نکلا اور اسے ایک عورت کو دے آیا (یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ تو چوری کیا کرے گی) صبح کو چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا۔ اس نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے زنا کرنے والی عورت پر بھی (کہ میرا مال تو اس سے بھی کم درجے کے قابل تھا) پھر تیسری مرتبہ ارادہ کیا کہ آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ رات کو صدقہ لے کر گیا اور اسے ایک شخص کو دے دیا جو مالدار تھا۔ صبح کو چرچا ہوا کہ رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ اس صدقہ دینے والے نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے چور پر بھی زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی، رات کو خواب میں دیکھا کہ (تیرا صدقہ قبول ہوگیا ہے) تیرا صدقہ چور پر (اس لیے کرایا گیا) کہ شاید وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کرلے اور زانیہ پر اس لیے کہ وہ شاید زنا سے توبہ کرلے (جب وہ دیکھے گی کہ بغیر منہ کالا کرائے بھی اللہ تعالیٰ عطاء فرماتے ہیں تو اسے غیرت آئے گی) اور غنی پر اس لیے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو (کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے) شاید وہ بھی اس مال میں جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء فرمایا ہے صدقہ کرنے لگے۔'' (متفق علیہ)

⑦ ''صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لیے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی'' (رواہ رزین، مشکوٰۃ)

⑧ ''صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور کسی خطاوار کے قصور کو معاف کردینا معاف کرنے والے کی عزت ہی کو بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی عطاء فرماتے ہیں۔'' (رواہ مسلم)

⑨ ''ایک فاحشہ عورت (رنڈی) کی اتنی بات پر بخشش کردی گئی کہ وہ چلی

جا رہی تھی کہ اس نے ایک کنویں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہے جس کی زبان پیاس کی شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے۔ اس عورت نے اپنے پاؤں کا (چمڑے کا) موزہ نکالا اور اسے اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلہ میں بھی ثواب ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) پر احسان کرنے میں ثواب ہے (مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو یا جانور)'' (متفق علیہ)

⑩ ''جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جو گویا آئینوں کے بنے ہوئے ہیں کہ) ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھی طرح بات کریں (یعنی ترش روئی سے منہ چڑھا کر بات نہ کریں) اور لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں کہ لوگ سو رہے ہوں۔'' (اخرجہ ابن ابی شیبۃ والترمذی وغیرھما کذا فی الدر)

⑪ ''حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ (خوب) خرچ کیا کر اور شمار نہ کر (اگر ایسا کرے گی) تو اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کر کے نہ رکھ (اگر ایسے کرے گی) تو اللہ تجھ پر محفوظ کر کے رکھے گا (یعنی کم عطاء کرے گا) عطاء کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔'' (متفق علیہ)

⑫ ''جو شخص کسی مسلمان کو ننگے پن کی حالت میں کپڑا پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز لباس پہنائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو بھوک کی حالت

میں کچھ کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی شراب جنت پلائے گا جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔'' (رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

⑬ ''بے خاوند والی عورت اور مسکین کی ضرورت میں کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنے والا، اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہے جیسا رات بھر نماز پڑھنے والا کہ ذرا سا بھی سستی نہ کرے اور دن بھر روزہ رکھنے والا کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔'' (متفق علیہ)

⑭ ''تین آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو بغض ہے۔ جن تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان میں تو وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ان سے کچھ سوال کرنے لگا کوئی قرابت، رشتہ داری (وغیرہ) اس سائل کی ان سے نہ تھی۔ اس مجمع نے اس سائل کو کچھ نہ دیا۔ اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دے دیا جس کی خبر بجز اللہ کے یا اس سائل کے اور کسی کو نہ ہوئی تو یہ دینے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے دوسرا وہ شخص کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جا رہا ہے ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہو تو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لیے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص ان میں سے کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے لگے اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دے۔ تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا وہ جماعت شکست کھا گئی ان میں سے ایک شخص سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا اور شہید ہو گیا یا غالب ہو گیا۔ اور وہ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں ایک وہ جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو دوسرا وہ شخص جو فقیر ہو کر بھی تکبر

کرے تیسرا وہ شخص جو مالدار ہو کر ظلم کرے۔'' (رواہ الترمذی والنسائی کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی ابن حبان والحاکم)

⑮ ''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے ارشاد کی تائید میں) یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

"لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ)

⑯ ''حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا (ان کے ایصال ثواب کے لیے) کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے ایک کنواں کھدوادیا۔'' (رواہ مالک وابوداؤد والنسائی کذا فی المشکوٰۃ)

⑰ ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقۂ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دُعاء کرتی رہے۔'' (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قلت وابوداؤد والنسائی وغیرھما)

⑱ ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک بکری ذبح کی (اور اس میں سے تقسیم کردیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ صرف ایک شانہ باقی رہ گیا (باقی سب تقسیم ہوگیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب باقی ہے اس شانہ کے سوا'' (رواہ الترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)

⑲ ''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، اس کے سوا دوسری بات نہیں کہ اس کا مال وہ ہے جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ کے راستے میں خرچ کر کے اپنے لیے ذخیرہ بنالیا اور اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والی چیز ہے جسے وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔'' (مسلم)

⑳ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نادار کی انتہائی کوشش، اور ابتداء اس سے کرو جس کی پرورش تمہارے ذمہ ہے۔'' (رواہ ابوداؤد)

㉑ ''جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے ایسی طرح صدقہ کرے کہ (اسراف وغیرہ سے) اسے خراب نہ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ہے اور خاوند کو اس لیے ثواب ہے کہ اس نے کمایا تھا اور کھانے کا انتظام کرنے والے کو (مرد ہو یا عورت) ایسا ہی ثواب اور ان تینوں میں سے ایک کے ثواب کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔'' (متفق علیہ)

㉒ ''بھلائی صدقہ ہے اور کسی کارِ خیر پر دوسرے کو ترغیب دینے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ خود کرنے کا ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو محبوب رکھتا ہے۔'' (کذا فی المقاصد الحسنہ وبسط فی تخریجہ وطرقہ وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ من روایۃ ابن مسعود وابی مسعود وسھل بن سعد وبریدہ وانس)

㉓ ''جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کسی مصیبت کو زائل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبت کو زائل کرتا ہے اور جو شخص کسی مشکل میں پھنسے ہوئے کو سہولت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت کی سہولت عطاء فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے

اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔‘‘(مشکوٰۃ)

﴿۴۴﴾ ’’جس نے ریاء کی نیت سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریاء کے ارادے سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے ریاء کی نیت سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا(رواہ احمد)

﴿۴۵﴾ ’’اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتے (کہ کتنا خرچ کیا) بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں کہ کس نیت اور کس ارادے سے خرچ کیا‘‘(مشکوٰۃ)

﴿۴۶﴾ ’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سواری زائد ہو وہ ایسے شخص کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ ایسے شخص کو توشہ دے جس کے پاس توشہ نہ ہو(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر اہتمام سے یہ بات فرمائی) ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کسی شخص کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں جو اس کی ضرورت سے زائد ہو۔‘‘(ابوداؤد)

﴿۴۷﴾ ’’حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدمی اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھوادے نہ اس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے، نہ غرق ہوجانے کا، نہ چوری کا، میں ایسے وقت میں وہ تجھے پورے کا پورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اس کی انتہائی ضرورت ہوگی۔‘‘(درمنثور)

﴿۴۸﴾ ’’جو شخص ایک کھجور کے بقدر بھی صدقہ کرے بشرطیکہ طیب مال سے ہو، خبیث مال نہ ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ طیب مال کو ہی قبول فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی پرورش کرتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بچھیرے کی پرورش کرتے ہو حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔‘‘(مشکوٰۃ)

(۲۹) ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اسے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، میں تجھے اللہ تعالیٰ کے کسی مطالبہ سے نہیں بچاسکتا۔ اے عائشہ! کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی نہ جائے، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔“ (درمنثور)

(۳۰) ”دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں ایک تو بخل دوسری بدخلقی“ (رواہ الترمذی کذافی المشکوٰۃ)

(۳۱) ”جنت میں نہ تو چال باز (دھوکے باز) داخل ہوگا، نہ بخیل، نہ صدقہ کر کے احسان رکھنے والا۔“ (رواہ الترمذی کذافی المشکوٰۃ)

(۳۲) ”سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ بے شک جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔“ (رواہ الترمذی کذافی المشکوٰۃ)

(۳۳) ”سخاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہوجائے گا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص شحیح (بخیل) ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑے گا یہاں تک کہ وہ ٹہنی اسے جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۳۴) ”بدترین عادتیں جو آدمی میں ہوں (دو ہیں) ایک وہ بخل جو بے صبر کر دینے والا ہو دوسری وہ نامردی اور خوف جو جان نکال دینے والا ہو۔“ (رواہ ابوداؤد)

(۳۵) ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ کا سرا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ عمران اللہ تعالیٰ کو خرچ کرنا بہت پسند ہے اور روک کر رکھنا ناپسند ہے، تو خرچ کیا کر اور لوگوں کو کھلایا کر۔ کسی کو مضرت نہ پہنچا کہ تجھ پر تیری طلب میں مضرت ہونے لگے گی۔ غور سے سن! اللہ تعالیٰ شبہات کے وقت تیز نظر کو پسند کرتے ہیں (یعنی جس امر میں جائز وناجائز کا شبہ ہو اس میں باریک نظر سے کام لینا چاہیے، ویسے ہی سرسری طور پر جو چاہے کر گزرنا نہ ہو) اور شہوتوں کے وقت کامل عقل کو پسند کرتے ہیں (کہ شہوت کے غلبہ میں عقل نہ کھودے) اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں چاہے چند کھجوریں ہی خرچ کرے (یعنی اپنی حیثیت کے موافق زیادہ نہ ہو سکے تو کم میں شرم نہ کرے جو ہو سکے خرچ کرتا رہے) اور بہادری کو پسند کرتے ہیں چاہے سانپ اور بچھو ہی کے قتل میں کیوں نہ ہو۔'' (کنز)

(۳۶) ''وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور پاس ہی اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۳۷) ''قیامت کے دن ایک شخص ایسا (ذلیل وضعیف) لایا جائے گا جیسا کہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھے مال عطاء کیا، حشم وخدم دیے، تجھ پر نعمتیں برسائیں، تو نے ان سب انعامات میں کیا کارگزاری کی۔ وہ عرض کرے گا کہ میں نے خوب مال جمع کیا۔ اسے (اپنی کوشش سے) بہت بڑھایا اور جتنا شروع میں میرے پاس تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا، آپ مجھے دنیا میں واپس کردیں میں وہ سب آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا۔ ارشاد ہوگا مجھے تو وہ بتا جو تو نے زندگی میں (ذخیرہ کے طور پر آخرت کے لیے) آگے بھیجا ہو۔

وہ پھر اپنا پہلا کلام دہرائے گا کہ میرے رب میں نے اسے خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا شروع میں تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب لے کر حاضر ہوں (یعنی خوب صدقہ کروں تا کہ وہ سب یہاں میرے پاس آ جائے) چونکہ اس کے پاس کوئی ذخیرہ ایسا نہ نکلے گا جو اس نے اپنے لیے آگے بھیج دیا ہو اس لیے اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔" (رواہ الترمذی وضعفہ کذا فی المشکوٰۃ)

(۳۸) "جب آدمی مرجاتا ہے تو فرشتے تو یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ذخیرہ اپنے حساب میں جمع کرایا؟ کیا چیز کے لیے بھیجی؟ اور لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا مال چھوڑا۔" (مشکوٰۃ)

(۳۹) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم میں کون شخص ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال اپنے وارث سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے۔" (مشکوٰۃ عن البخاری)

(۴۰) "ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا (پکا ہوا) ہدیہ کے طور پر پیش کیا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کا بہت شوق تھا اس لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے اندر رکھ دے شاید کسی وقت حضور نوش فرمالیں، خادمہ نے اسے اندر طاق میں رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کیا کہ کچھ اللہ کے واسطے دے دو اللہ تمہارے یہاں برکت فرمائے۔ گھر میں سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تجھے

برکت دے یہ اشارہ تھا کہ کوئی چیز دینے کے لیے موجود نہیں) وہ سائل تو چلا گیا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ام سلمہ میں کچھ کھانا چاہتا ہوں کوئی چیز تمہارے یہاں ہے؟ حضرت ام سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت حضور کی خدمت میں پیش کردو۔ وہ اندر گئیں اور جاکر دیکھا کہ طاق میں گوشت تو ہے نہیں، سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معلوم ہوا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے وہ گوشت چونکہ سائل (فقیر) کو نہ دیا اس لیے وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا‘‘ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

(۴۱) ’’اس امت کی صلاح کی ابتداء (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اس کے فساد کی ابتداء بخل اور لمبی لمبی امیدوں سے (ہوگی)‘‘ (رواہ البیہقی فی الشعب)

(۴۲) ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور آئندہ کی ضروریات کے لیے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جل جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔‘‘ (رواہ البیہقی فی الشعب)

(۴۳) ’’ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے (جس میں مبتلا ہو کر وہ فتنے میں پڑ جاتی ہے) میرے اُمت کا فتنہ مال ہے۔‘‘ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

(۴۴) ’’اللہ کی قسم! مجھے تمہارے اوپر تمہارے فقر وفاقہ کا خوف نہیں بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی وسعت ہوجائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر

ہو چکی ہے پھر تمہارا اس میں دل لگنے لگے جیسا کہ ان کا لگنے لگا تھا۔ پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ پہلی امتوں کو کر چکی ہے۔'' (مشکوٰۃ)

(۴۵) ''نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔'' (جامع صغیر)

(۴۶) ''حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد ایک بات خاص طور پر تمہیں بتاؤں گا اسے اچھی طرح محفوظ رکھنا۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں ان میں سے اول یہ ہے کہ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، اور دوسری یہ ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس صبر کی وجہ سے اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔ اور تیسری یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔ ان تین کے بعد ایک بات تمہیں بتاتا ہوں اسے محفوظ رکھو، وہ یہ ہے کہ دنیا میں چار قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم بھی عطاء فرمایا اور مال بھی عطاء فرمایا وہ (اپنے علم کی وجہ سے) اپنے مال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (کہ اس کی خلاف مرضی خرچ نہیں کرتا بلکہ) صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس مال میں نیک عمل کرتا ہے، اس کے حقوق اداء کرتا ہے یہ شخص سب سے اونچے درجوں میں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطاء فرمایا اور مال نہیں دیا، اس کی نیت سچی ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اسے بھی وہی ثواب دیتا ہے جو پہلے کا ہے اور یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔ تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطاء

کیا مگر علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں گڑبڑ کرتا ہے (بے محل لہو ولعب اور شہوتوں میں خرچ کرتا ہے) نہ اس مال میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حق کے موافق خرچ کرتا ہے، یہ شخص (قیامت میں) خبیث ترین درجہ میں ہوگا۔ چوتھا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ مال عطاء کیا نہ علم دیا۔ وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتو میں بھی فلاں (یعنی نمبر تین) کی طرح خرچ کروں تو اسے اس کی نیت کا گناہ ہوگا اور وبال میں یہ اور نمبر تین برابر ہو جائیں گے۔'' (مشکوٰۃ وبروایۃ الترمذی وقال حدیث)

(۴۷) ''تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخصوں کو مبغوض رکھتے ہیں۔ جنہیں محبوب رکھتے ہیں ان میں ایک وہ شخص ہے جو کسی جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ فتح ہو یا شہید ہو جائے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور جب رات کا بہت سا حصہ گزر جائے اور وہ جماعت تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ جائے تو یہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ساتھیوں کو آگے چلنے کے لیے جگا دے (خود ذرا بھی نہ سوئے) تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اسے ستاتا ہو اور وہ اس کی اذیت پر صبر کرے یہاں تک کہ موت سے یا سفر وغیرہ سے اس میں اور اس کے پڑوسی میں جدائی ہو جائے (یعنی یہ کہ جب تک اس کا پڑوسی باقی رہے مسلسل صبر کرتا رہے) اور وہ تین شخص جنہیں اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتے ہیں، ایک قسمیں کھانے والا تاجر، دوسرا متکبر فقیر، تیسرا وہ بخیل جو صدقہ کر کے احسان جتاتا ہو۔'' (جامع الصغیر)

(۴۸) ''ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری والدہ کا دفعۃً انتقال ہو گیا اگر دفعۃً نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ وغیرہ کرتیں، اگر میں ان

کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو ان کی طرف سے ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ کردو۔'' (ابوداؤد)

(۴۹) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اسے ملتا ہے ان میں ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو، اور وہ صالح اولاد ہے جسے چھوڑ گیا ہو، اور وہ قرآن مجید جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جسے اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔'' (مشکوٰۃ)

(۵۰) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ عادل بادشاہ، وہ جوان جس کا نشو ونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہو اسی پر جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں، وہ شخص جسے منصب اور جمال والی کسی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جس نے کوئی صدقہ دیا اور اسے چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی، جو دائیں ہاتھ نے خرچ کیا، وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔'' (رواہ البخاری ومسلم ومالک والنسائی والترمذی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ
اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی یادگاروں
کی تعظیم کرے گا تو یہ دل کے تقویٰ سے ہوتا ہے۔ (۲۲ــــ۲۳)

اللہ کے باغی مسلمان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: اللہ کے باغی مسلمان

بتاریخ: ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بمقام: انگلینڈ، کینیڈا، امریکا، جزیرہ بارباڈوز، ویسٹ انڈیز کے مختلف مقامات

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: [illegible]ب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی [illegible]۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

اللہ کے باغی مسلمان

(ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۳:۳۱)

دعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ وقت میں برکت عطاء فرمائیں۔ یعنی اس تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ اور کام کی باتیں کہلا دیں پھر ان کو نافع بنائیں یعنی سننے والوں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنے فضل و کرم سے انہیں قبول بھی فرمائیں۔ قیامت تک ہم سب کے لیے اور ہمارے تمام اکابر کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے صدقۂ جاریہ بنادیں۔ دینی باتیں صدقۂ جاریہ کیسے بنتی ہیں؟ ذرا اس کا مطلب بھی سمجھ لیجیے، وہ یہ کہ سامعین ان باتوں کو سن کر خود عمل پیرا ہو کر آگے دوسروں تک پہنچائیں۔ دوسرے لوگ بھی اسی طرح آگے پہنچائیں، اس طرح نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہے۔

اہم بات:

ایک اہم بات جو بیان سے پہلے آپ حضرات کو بتانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے دلوں میں اس کی اہمیت پیدا ہو جائے اور توجہ سے بیان سنیں وہ یہ کہ میرا پاکستان سے نکل کر ان دُور دراز کے ممالک میں آنا کوئی سیر و تفریح کے لیے نہیں اور میرا یہ بیان بھی عام مقررین کا سا نہیں، میں تو ایک خاص مہم پر نکلا ہوا ہوں ورنہ اب تک میں نے پوری زندگی اپنے چھوٹے سے دارالافتاء والارشاد میں بیٹھ کر گزار دی۔ بیرونِ ملک تو کیا پاکستان کے کسی دوسرے شہر بلکہ کراچی کے کسی دوسرے محلے میں بھی نہیں جاتا حالاں کہ لوگوں کا مسلسل اصرار رہتا ہے کہ ہمارے ہاں آکر بیان کریں، ان اصرار کرنے والے احباب کو بھی ایک ہی جواب دیتا ہوں کہ جس کو میری باتیں سننا ہوں میرے پاس آکر سُنے۔ دارالافتاء والارشاد میں پابندی سے بیان ہوتا ہے طلب والے لوگ آکر سُن جاتے ہیں لیکن میں کسی کے ہاں نہیں جاتا کیوں نہیں جاتا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام وقوانین کی حفاظت اور ان کی ترتیب و تدوین کا کام ایک ہی جگہ بٹھا کر لے رہے ہیں اور یہ اہم کام ایک جگہ پر جم کر بیٹھنے کے سوا ہو بھی نہیں سکتا، اس لیے میں دارالافتاء سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ اندرونِ ملک تو کہیں جاتا نہیں لیکن یہاں کیسے پہنچ گیا؟ اس کا سبب بھی سُن لیجیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے دُنیا کو فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں سے پاک کرنے اور اُمت کو دنیا و آخرت کی جہنم سے بچانے کا ایسا دَرد عطاء فرمایا ہے جو کسی وقت چین نہیں لینے دیتا، دل میں رہ رہ کر یہ دَرد اُٹھ رہا ہے کہ اللہ کی زمین فسق

وفجور سے بھر چکی ہے ہر سُو گناہوں کا ایک طوفان ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا بالخصوص باغیانہ صورت، بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی وعریانی کا سیلاب تو تمام بند توڑ چکا ہے۔ طرفہ یہ کہ بُرائی کا احساس تک دِلوں سے محو ہو چکا ہے، بہت سے گناہوں کو آج کے قارئ مسلمان نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال ڈالا، حالانکہ وہ شریعت کی نگاہ میں بہت بڑے گناہ ہیں بڑے بھاری جرم ہیں بس یہ کیفیت دیکھ دیکھ کر دل میں ٹیس اُٹھ رہی ہے، سینے میں درد اُٹھتا ہے کہ یا اللہ! اس مخلوق کا کیا بنے گا؟ ؎

یہ دَرداے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی
میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

بتوفیقِ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں میری آواز مشرقی ممالک میں تو مختلف ذرائع سے پہنچ رہی ہے لیکن یہاں مغربی ممالک میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، مجھے اس ضرورت کی اس قدر شدت محسوس ہوئی کہ اس نے سفر پر مجبور کر دیا۔

پھر یہ بھی سوچ لیجیے کہ جسے سفر کی بالکل عادت نہیں جس نے کبھی اپنے ادارے سے باہر قدم نہیں نکالا اور پوری زندگی ایک جگہ بیٹھے گزار دی اس کے لیے اب پچھتر سال کی عمر میں سفر کتنا مشکل ہوگا؟ اور جب اس دَرد نے گھر سے باہر نکالا ہی تو نکالا بھی کیسے؟ کہ اب تجھے ایک دو شہروں میں نہیں جانا بلکہ ملک ملک شہر شہر پھرنا ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ جب سے نکلا ہوا ہوں ایک شعر وردِ زبان ہے ؎

پھرتا ہوں دِل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
رُوئے زمیں کو کوچۂ جانانہ کیے ہوئے

اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور اسے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنائیں۔

بر سرِ مطلب:

اِن تمہیدی کلمات کے بعد اب سمجھیے کہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ

نے ایمان کے قبول کرنے نہ کرنے کا ایک معیار بیان فرمایا ہے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ لوگ زبان سے ایمان کے دعوے بہت کریں گے عشق ومحبت کے نعرے بہت لگائیں گے مگر ان کی بارگاہ میں کس کا ایمان قبول ہے کس کا دعویٰ معتبر ہے؟ اس کے لیے ایک معیار بیان فرمایا ہے قبول کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا فیصلہ بھی انہی کا معتبر ہوگا کہ کس کا ایمان قبول ہے اور کس کا ایمان قبول نہیں، سو اس آیت میں قبول یا عدمِ قبول کا معیار بیان فرماتے ہوئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ میرے بندوں میں اعلان فرما دیں اور انہیں دوٹوک الفاظ میں سنا دیں کہ اگر تم لوگ مجھ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو اور مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اتباعِ محبوب کے بغیر کوئی ہزار دعوے ایمان کے کرے، ہزاروں بار عشق اور محبت کے دعوے کرے، لیکن ان کی بارگاہ میں یہ تمام دعوے جھوٹے ہیں یہ نفاق ہے، معتبر صرف ایک ہی دعویٰ ہے جس کے ساتھ اتباعِ محبوب کی سند ہو۔ عقلی لحاظ سے دیکھیں کہ دُنیا کا بھی یہ مسلّم دستور ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے عشق ومحبت کا دعویٰ کرے تو اس کا امتحان بھی اسی معیار سے لیا جاتا ہے کہ محبوب کا حکم مانتا ہے یا نہیں؟ اگر مانتا ہے تو دعوائے عشق میں سچا باور کیا جاتا ہے ورنہ دُنیا کا ہر عقل مند انسان اسے جھوٹا سمجھے گا اور اس کے خالی دعووں پر کوئی شخص بھی کان نہ دھرے گا۔ بعض اوقات دو محبوبوں کے حکم میں تصادم ہو جاتا ہے اب یہ جانچنے کے لیے کہ ان میں سے کس سے محبت زیادہ ہے کس سے کم؟ کس کی محبت غالب ہے کس کی مغلوب؟ یہی معیار سامنے رکھا جاتا ہے جس محبوب کی بات کو مقدم رکھے اس کی محبت میں سچا اور جس کی بات کو پیچھے رکھے اس کی محبت میں جھوٹا تصور کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے مضمون پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھی شاہد ہیں لیکن وہ تمام حدیثیں اس وقت میں نہیں پڑھتا کیونکہ یہ خیال ہے کہ تھوڑے سے وقت میں پیشِ نظر سب باتیں ہو جائیں صرف ایک حدیث کا مطلب بیان کیے دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"دُنیا بھر کی محبتوں پر جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب نہیں آجاتی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کا ایمان قابلِ قبول نہیں۔" (متفق علیہ)

محبت کیسے غالب آئے گی؟ اسے ایک مثال سے سمجھیے۔ بیوی ایک بات کا حکم کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے تو یہ شوہر کے لیے امتحان کی گھڑی ہے اگر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بیوی کی بات کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے تو پکا مؤمن ہے اور بیوی کی بات کو آگے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو نظر انداز کر دیتا ہے تو یہ زن مُرید حقیقت میں اللہ کو اللہ نہیں مانتا بلکہ بیوی کو ہی اللہ بنائے ہوئے ہے، اسی مثال پر سب کو قیاس کر لیجیے۔ والدین ہوں، بھائی بہن ہوں، دوست احباب ہوں یا دُنیا کے حکام وسلاطین ہوں اگر ان سب کے مقابلہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور ان تمام فانی محبتوں کو اللہ تعالیٰ کی لافانی محبت پر قربان کر دیتے ہیں اور آپ کی اندرونی کیفیت یہ ہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

تو آپ کھرے مسلمان ہیں اگر اس معیار کی محبت ہے تو بے شک ایمان کا دعویٰ سچا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہے ورنہ سب جھوٹ اور زبانی جمع خرچ ہے۔ محبّینِ صادقین کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ایسی ہی محبت ہم سب کو عطاء فرمادے۔ یہ تو تھا خالق ومخلوق کی محبت پہچاننے کا معیار! ایک دوسری چیز جو اس سے بھی بڑھ کر منافیِ ایمان ہے

وہ ہے اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع! مسلمان جب تک شریعت کے مقابلہ میں تمام خواہشات کو قربان نہ کردے اور مسائل کے سامنے ذاتی مصالح کو مسالے کی طرح پیس نہ ڈالے وہ خام ہے اس کا دعوائے ایمان قابلِ اعتبار نہیں۔ نفس کے ساتھ تو مسلمان کا کیا سلوک ہونا چاہیے؟ سنیے! ایک بزرگ تنہا بیٹھے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

''نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟''

اس جملے کا تکرار کیے جا رہے تھے۔ آخر لوگوں نے بھی سُن لیا اور پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، چونکہ اسلامی حکومت تھی اس لیے یہ ناممکن تھا کہ کوئی عامی سے عامی مسلمان بھی خلافِ شرع کام ہوتا ہوا دیکھ لے یا خلافِ شرع بات سُن لے اور خاموش رہے۔ دین کی مخالفت کسی مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت چیز تھی، اس بزرگ کو پکڑے بغیر مسلمان کیسے چھوڑ دیتے؟ بالخصوص اس قسم کا کفریہ کلمہ تو موجب قتل ہے لہٰذا پکڑ کر حاکمِ وقت کے پاس لے گئے کہ یہ شخص ایسا کفر بک رہا تھا۔ حاکم نے پوچھ گچھ شروع کی کہ ایسا کیوں کہہ رہے تھے؟ اس عاشقِ صادق بزرگ نے جواب دیا کہ یہ خطاب تو میں اپنے نفس سے کر رہا تھا کہ:

''ارے مردود! نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟''

میں تو اللہ کا بندہ ہوں مانوں گا تو اسی کی بات مانوں گا تو کوئی میرا اللہ تھوڑا ہی ہے کہ تیری بات مانوں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں جو چیز آئے خواہ اس کا تعلق بیرونی تعلقات سے ہو جیسے والدین اور بیوی بچوں کی محبت اپنے احباب واقارب کی خاطر داری اور حکام وافسرانِ بالا کی حمایت وپاسداری یا اس کا تعلق انسان کی اندرونی خواہشات اور نفسانی اغراض سے ہو جب تک ان میں سے ایک ایک چیز کو حکمِ شریعت پر قربان نہ کردے اس کا ایمان ناقص اور دعوائے ایمان ناقابلِ قبول ہے۔

مسلمان کا جائزہ:

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے دعوائے اسلام میں کس حد تک اس معیار پر پورا اُترتا ہے؟ آیا وہ دنیا بھر کی تمام محبتوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت کی نگاہ سے اس پہلو کو دیکھیں اور ذرا سی گہرائی میں اُتر کر اس کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ آج کا مسلمان صرف نام کی حد تک یا دعووں اور نعروں کی حد تک مسلمان ہے باقی رہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کی خاطر قربانی کا جذبہ سواس سے ابھی کوسوں دُور ہے اس لیے کہ سچی محبت کی سب سے بڑی دلیل محبوب کا اِتباع ہے اور اِتباع علم کے بغیر ممکن نہیں اس لیے مسلمان پر یہ بنیادی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کرے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون کیا ہے؟ قانون معلوم کیے بغیر اس پر عمل کیوں کر ممکن ہوگا؟ افسوس کہ آج کا مسلمان اپنے مالک کے قوانین سے ہی نا آشنا ہے اس کی زندگی کا کوئی سا شعبہ لے لیجیے اسے معلوم ہی نہیں کہ اس سے متعلق قرآن وحدیث کی ہدایات کیا ہیں؟ جب علم ہی نہیں تو عمل کہاں سے آئے گا؟ قربِ الٰہی کا پہلا زینہ ہی غائب ہے تو آگے ترقی کے مدارج کیا خاک طے کرے گا؟ یاد رکھیے کسی قانون کی تعمیل پر اُبھارنے والی چیزیں انسان کے لیے دو ہی ہوتی ہیں ایک خوف دوسری محبت۔ آج دُنیا کے تمام ممالک میں برسرِ اقتدار حکومتوں کے قوانین نافذ ہیں اور ہر ملک کے باشندے اپنے ملکی قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہیں کیوں؟ صرف اس لیے کہ حکومت کا ڈنڈا سر پر لہرا رہا ہے یقین ہے کہ گاڑی کہیں خلاف قانون لگا دی یا خلاف قانون چلائی تو دھر لیے جائیں گے اور سخت سزا ہوگی۔ سوڈنڈے کا خوف قانون پر عمل کرواتا ہے۔

تعمیل کا دوسرا سبب محبت ہے، ہر انسان اپنے محبوب کی بات سنتا اور مانتا ہے اس کی نافرمانی گوارا نہیں کرتا محبت وہ چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان اور ہر تلخ کو شیریں بنا دیتی

ہے اور نکمے سے نکمے انسان کو بھی اٹھا کر آمادۂ کار بنا دیتی ہے۔ محبت کی یہ کرشمہ سازی صرف دین میں نہیں دنیا میں بھی پوری طرح کارفرما ہے، یہاں دُنیا میں دیکھ لیجیے کوئی کسی مُردار کے عشق میں مبتلا ہو تو اس کے اشارۂ ابرو کا منتظر رہتا ہے، جان جوکھوں میں ڈال کر بھی اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اگر معشوق کا حکم نہ مانے یا اس کی تعمیل میں ذرا سی پس و پیش کرے تو دنیا کا احمق سے احمق انسان بھی یہ کہے بغیر نہ رہے گا کہ یہ عاشق صادق نہیں اس کا دعویٰ نفاق اور خود غرضی پر مبنی ہے، ورنہ بے غرض اور سچی محبت ہوتی تو محبوب کو ہر قیمت پر راضی رکھتا، لہُو لگا کر شہیدوں میں ملنے والے عاشقوں سے متعلق منچلے شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

محبوب کے منہ پر تو اس کی تعریفوں کے پُل باندھتے ہیں کہ میرے محبوب! میرے دِل رُبا! تجھ پر سو جان سے فدا! تیرے عشق میں ہلکان ہوا جا رہا ہوں مگر بات ایک بھی مان کر نہ دوں گا اس لیے کوئی فرمائش نہ ، یوں میں تیرا بندۂ بے دام! اسے کہتے ہیں: ”بغل میں چُھری مُنہ میں رام رام“ اب ذرا انصاف سے بتایئے دنیا میں کون سا عقل مند انسان ہے جو ایسی دوغلی باتوں کو سچ باور کرلے؟ اور ایسے شخص کو عاشق و جاں نثار یا کم از کم طالب صادق ہی تسلیم کرلے؟ جب دنیا میں بھی کوئی انسان اس قسم کے کھوکھلے دعووں کو خاطر میں نہیں لاتا تو دین کے معاملے میں ان کا کیسے اعتبار کیا جائے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین دنیا سے بھی کم درجہ کی چیز ہے؟ بات یہ چل رہی تھی کہ انسان کو عمل پر برانگیختہ کرنے والی قوتیں دو ہیں ایک خوف دوسری محبت وعقیدت، لیکن دونوں کا تعلق اندرونی کیفیت سے ہے، اللہ کے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر میں لوگوں کے سروں پر کوئی موٹا سا ڈنڈا لہرا رہا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اُتر آئے قانون شکنی کرے فوراً وہ ڈنڈا حرکت میں آئے اور مجرم کے سر پر برسنا شروع کردے،

ایسا خود کار ڈنڈا ہو یا کسی فرشتے کی ذمہ داری لگا دی جائے کہ جونہی اللہ تعالیٰ کا قانون ٹوٹے، مجرم کو پکڑ کر اس کی پٹائی شروع کر دے۔ یہ چیز تو سُنّۃ اللہ (دستورِ الٰہی) کے خلاف ہے۔ اس عالم میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں، البتہ یہ حقیقت قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہے کہ نافرمان اور سرکش لوگ چین کی زندگی سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی ہر وقت برستی رہتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت کھول کھول کر بیان فرما دی اور اس کا بار بار اعلان فرمایا کہ نافرمان اور باغی دنیا میں کبھی سکون سے نہ رہیں گے مختلف شکلوں میں عذاب کے کوڑے ان پر برستے رہیں گے اور لگاتار برسیں گے جو انہیں کسی کروٹ چین نہ لینے دیں گے ان کی زندگی کو تلخ بنا کر رکھیں گے اس پر قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص موجود ہیں وقت میں گنجائش ہوتی تو کئی آیات اور احادیث بیان کرتا، نمونہ کے لیے صرف ایک جگہ سے چند آیات پڑھتا ہوں:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى o قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا o قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى o وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقٰى o (۲۰-۱۲۴ تا ۱۲۷)

"اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اُٹھائیں گے، وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا میں تو (دُنیا میں) آنکھوں والا تھا؟ ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا

دیں گے جو حد (اطاعت) سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان
نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیر پا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنا دوٹوک فیصلہ سُنا دیا کہ جو شخص میرا نافرمان ہوگا میرے احکام کی مخالفت کرے گا تو یہ یقین کرلو کہ میں اس کی زندگی اس پر تنگ کردوں گا۔ سکون اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دوں گا۔ علماء جانتے ہیں کہ یہ معیشۃ کا لفظ نکرہ ہے، اس کی صفت بھی نکرہ ہے نکرہ کے معنی میں عموم وشمول اور ہمہ گیری کا پہلو پایا جاتا ہے اس پر تنوین بھی تقلیل کے لیے ہے پھر جملہ اسمیہ استعمال کیا گیا جس میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں اور جملۂ اسمیہ کے شروع میں انّ حرف تاکید، تو گویا اللہ تعالیٰ تاکید پر تاکید، تاکید پر تاکید فرما کر خبردار کررہے ہیں کہ کان کھول کر سُن لو جس نے میری نافرمانی کی، دنیا میں اس کی زندگی اس پر تنگ تنگ تنگ کرکے رکھ دوں گا، سکون اس کے قریب بھی نہ آنے دوں گا، اور جب تک نافرمانی سے باز نہ آجائے اس نعمت سے اسے محروم رکھوں گا خواہ ہفت اقلیم کی سلطنت ہی اسے مل جائے قارون کے خزانے ہاتھ لگ جائیں، سکون اور راحت کے ہزاروں اسباب جمع کرلے، اس کے باوجود میرا فیصلہ یہی ہے کہ سکون اسے نہیں مل سکتا نہیں مل سکتا بلکہ سکون نام کی چیز اس کے پاس سے ہوکر بھی نہ گزرے گی، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ مال ودولت کے ذریعے کسی حد تک جسمانی راحت کا سامان پیدا کرلے، جسم پر زرق برق پوشاک سجا کر حسن کی نمائش کرلے، عمدہ سے عمدہ کھانے کھا کر کام ودہن کی لذت اٹھالے مگر سکونِ قلب جس دولت کا نام ہے وہ ان نمائشی چیزوں میں تو نہیں ملتی، اور سچی بات تو یہ ہے کہ دُنیوی نعمتوں کی ظاہری لذت سے بھی یہ لوگ محروم ہیں، اس لیے کہ کسی بھی نعمت سے لذت یاب ہونا سکونِ قلب کے بغیر ممکن نہیں بھلا جس کے دل پر ہر وقت چھُریاں چل رہی ہوں اور دماغ تفکرات میں غرق ہو اُسے مرغن غذاؤں، نرم وگداز گدوں یا ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں کیا لطف آئے گا؟ یہ تو ہوئی باغی کی دُنیوی سزا کہ چوبیس گھنٹے بے چین وبے کل، گویا مسلسل جہنم میں

جل رہا ہے، اور آخرت کی سزاؤں میں پہلی سزا یہ کہ پوری مخلوق کے روبرو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر بڑی حسرت سے فریاد کرے گا کہ یا اللہ! میں تو دنیا میں بینا تھا، آج میری بینائی کیوں چھین لی گئی؟ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا؟ تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے تو دنیا میں میرے اَحکام سے رُوگردان اور اندھا ہو گیا تھا میری نافرمانی پر کمر باندھ رکھی تھی، اس بغاوت کی پاداش میں دنیا میں بھی تو طرح طرح کی سزائیں بھگتتا رہا آج محشر میں بھی سب سے پہلی رُسوائی یہ کہ تجھے اندھا کر کے اُٹھایا جا رہا ہے اصل سزا تو اس سے آگے ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ نافرمان اور باغی لوگوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں مگر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، آج دیکھ لیجیے دنیا بھر میں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے؟ مصائب کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں؟ کس قدر ذلت و رُسوائی کا شکار ہیں؟ پھر اس اجتماعی بحران سے قطع نظر نافرمان لوگوں کے ذاتی حالات کا ایک نظر سے جائزہ لیجیے گھر گھر میں لڑائی اور گلی گلی میں دَنگا فساد برپا ہے۔ بھائی بہن، میاں بیوی، اولاد و والدین باہم دست و گریباں ہیں، کہیں چین نہیں، اطمینان نہیں، ہر سو **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** کا سماں برپا ہے، پوری دنیا گناہوں کی نحوست سے جہنم کدہ بن چکی ہے نفسانفسی کا عالم ہے ہر شخص حیران و پریشان اور سرگردان ہے ؎

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
فقط مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

یاد رکھیے! جب تک اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے باز نہیں آ جاتے اس سے محبت کا تعلق پیدا نہیں کر لیتے۔ محبت بھی زبانی کلامی نہیں بلکہ ایسی جو اس کی نافرمانی چھڑوا دے۔

ورنہ محبت نہیں دغا اور فریب ہے۔ جب تک ایسی محبت کا تعلق نہیں پیدا کر لیتے اس وقت تک دنیا میں کبھی بھی امن نہیں مل سکتا کوئی شخص چین کا سانس نہیں لے سکتا۔ ہر طرف یونہی بدامنی، بے چینی اور بے سکونی ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور نافرمانی چھوڑے بغیر جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ تدبیریں اور حیلے اختیار کر کے سکون حاصل کر لیں۔ خواہ یہ تدبیریں دنیا کے ظاہری اسباب سے تعلق رکھتی ہوں جیسے مال و دولت، ثروت و وجاہت، یا ایسی تدبیریں ہوں جنہیں سادہ لوح اور ناواقف لوگ ''روحانی علاج'' کا نام دیتے ہیں جیسے اَوراد و وظائف، دم دُرود اور تعویذ گنڈے ایسے لوگ دھوکے کا شکار ہیں یا یہ حیلہ گر اپنے حیلوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قطعی فیصلے کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً.

''اور آپ اللہ کے دستور میں ردّ و بدل نہ پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ جب تک میری نافرمانی نہیں چھوڑو گے سکون سے محروم ہی رکھوں گا خواہ دنیا بھر کی تدبیریں اختیار کر لو۔ ایسے مدبروں کی مثال مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خوب دی ہے کہ ایک گدھے کی دم کے نیچے کانٹا چبھ گیا جب درد کی ٹیس اُٹھی تو اس نے عجیب تدبیر کی، تدبیر کیا؟ کہ زور سے رانوں پر دُم لگانا شروع کی دُم لگتے ہی کانٹا اور اندر گھس گیا۔ پھر دُم مارتا جا رہا ہے اور رینکتا جا رہا ہے، گدھا جو ٹھہرا! گدھے میں اتنی عقل کہاں سے آئی کہ کسی ڈاکٹر سے جا کر علاج کروائے وہ تو خود ہی ڈاکٹر بن بیٹھا اور اپنا آپریشن شروع کر دیا۔ دم پر دم مارنا شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ جس کانٹے کی ذرا سی نوک چبھی تھی تھوڑی ہی دیر میں وہ پورا کانٹا جسم میں پیوست ہو گیا، مگر یہ ڈاکٹر صاحب اپنی ڈاکٹری سے اب بھی باز نہیں آتے دُم پہ دُم مارتے چلے جا رہے ہیں۔ ع

جتنا تڑپو گے جال کے اندر — جال گھسے گا کھال کے اندر

اللہ کے بندو! ہوش کے ناخن لو اللہ کو راضی کیے بغیر اس کی نافرمانی چھوڑے بغیر جتنے منصوبے بناؤ گے جتنی تدبیریں لڑاؤ گے سب اُلٹی پڑیں گی اور جال گھسے گا کھال

کے اندر۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے جسے اس نے قرآن میں بار بار دُہرایا ہے اللہ کے اس فیصلے کو کون بدل سکتا ہے؟

ایک غلط فہمی:

ہوسکتا ہے کہ کسی کے خیال میں یہ بات آئے کہ آپ رَٹ لگا رہے ہیں کہ گناہ چھوڑے بغیر سکون کی زندگی گزارنا ناممکن ہے لیکن ہم نے تو فلاں وظیفہ پڑھا تھا یا اپنے پیر صاحب سے تعویذ لیا تھا تو ہمارا کام تو ہوگیا تھا، ہمیں تو گناہ چھوڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ یہ خیال بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں گردش کرتا ہے کہ بارہا ہم پر مصیبتیں آئیں، بیماریاں آئیں ہم نے ختمِ خواجگان کروایا، یٰسین شریف کا ختم کروایا یا اتنے اتنے روز چہل کاف پڑھتے رہے جس سے آئی ہوئی مصیبتیں ٹل گئیں، بیمار شفایاب ہوگئے۔ جب اس طریقے سے بھی کام نکل آتا ہے تو کیا ضرورت پڑی گناہ چھوڑنے کی؟ بہت سے لوگ اس اشکال میں مبتلا ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا صاف صاف اعلان ہے کہ نافرمان کے لیے چین واطمینان کی نعمت میں نے حرام کردی ہے دونوں جہانوں میں اس کی زندگی جہنم کی زندگی ہے، مگر دوسری طرف اس کے کام بھی بنادیتے ہیں وہ کوئی سی تدبیر عمل میں لاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر بظاہر چین کا سانس لیتا ہے۔ اس کا جواب بھی خود قرآن ہی سے لے لیجیے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا حل بیان فرمادیا کہ اگر میں کسی نافرمان اور باغی کا مطلب دنیا میں پورا کردیتا ہوں مثلاً اس کی دُعاء قبول کرکے ظاہراً تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ کردیتا ہوں۔ کسی نعمت سے بھی اسے نواز دیتا ہوں۔ تو یہ نعمت بھی درحقیقت نعمت نہیں بلکہ عذاب ہی ہے۔ جس کا احساس اسے چند ہی روز کے بعد ہوجائے گا، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ نافرمان لوگوں کا مال ودولت اور ان کی آل واولاد حقیقت میں ان کے لیے عذاب ہے۔ اب ذرا دنیا میں چل پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر سبق

بھی لیجیے۔ دنیا میں عبرت کے سامان تو بہت ہیں لیکن کسی کی چشم عبرت نہیں کھلتی، ذرا توجہ مبذول کریں تو ہر سُو عبرت کے نمونے موجود ہیں۔ دُنیا کے تجربے تو آپ لوگوں کو ماشاء اللہ! مجھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ ان نافرمانوں کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص ہٹا کٹا موٹا تازہ کسی دیوار سے ٹیک لگائے وظیفہ جپ رہا تھا کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ اچھا گھوڑا نہیں دیتا تو گھوڑے کا بچہ ہی دے دے۔ کسی پیر فقیر نے بتادیا ہوگا کہ یہ مجرب وظیفہ پڑھ لو کام ہو جائے گا۔ سڑک پہ بیٹھا پڑھے جا رہا تھا کسی گھوڑی سوار سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا، اتفاق سے اسی جگہ اس کی گھوڑی نے بچھیرا دے دیا، اسے فکر لاحق ہوئی کہ یہ بچہ اصطبل کیسے پہنچایا جائے؟ اِدھر سے آواز آرہی تھی یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ یا اللہ...... سپاہی نے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اچھا خاصا صحت مند جوان شخص ہاتھ پر ہاتھ دھرے وظیفہ جپ رہا ہے کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ...... سپاہی نے جا کر ایک چابک لگایا اور کہا چل یہ بچھیرا اٹھا اور اصطبل پہنچا، بے چارہ مرتا کیا نہ کرتا بچھیرا اٹھایا۔ اب چلتا بھی جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا ہے کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ غور کیجیے جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ٹھہرا یا نہیں؟ آج کل کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجیے جو اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں سکون مل جائے گا اور ہماری دعاء قبول ہو جائے گی وہ بھی اس گمراہ کن خیال میں اس احمق سے پیچھے نہیں بلکہ اس سے دو قدم آگے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑے بغیر جو لوگ اَوراد و وظائف یا صرف دعاؤں کے زور سے مقصد نکالنا چاہتے ہیں وہ سوچیں کہ جس ذات کو اپنا مشکل کُشا حاجت رَوا سمجھ کر پکار رہے ہیں جس سے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس ذات کو ناراض کر کے کیسے اس سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں؟ کسی عام انسان سے بھی کوئی چیز لینا چاہیں تو پہلے اس کی

خوشامد کرتے ہیں اسے خوش کرتے ہیں جب جا کر اس سے کچھ مانگتے ہیں۔ کیا اس ذات احکم الحاکمین کی اتنی بھی عظمت نہیں جتنی ایک انسان کی؟ اس ذات عالی کو راضی کیے بغیر جو لوگ اس سے حاجتیں طلب کر رہے ہیں اور وہ بھی ناراض رہنے کے باوجود کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں تو یہ ان کے حق میں کوئی نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہوتی ہے جس کا انہیں احساس و شعور نہیں ہوتا لیکن جب وہ نعمت گلے پڑ کر بجانے لگتی ہے تو اب چلاتے ہیں کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں۔ گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ ایسے ہی ایک شخص کا قصہ سنیے جسے شادی کا شوق سوار ہوا اور یہ کہ بیوی بھی پاک طینت، نیک خصلت، سلیقہ شعار، حسین صورت و حسین سیرت اور ان ان صفات کی حامل ہو۔ خیر! ایسی خواہش کرنا تو گناہ کی بات نہیں بلکہ نیک بیوی ملنا سعادت کی بات ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ.[1]

مگر ایسی سعادت بھی ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتی صرف ایسے شخص کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اس کی بارگاہ میں مقبول ہو، اس شخص کے دل میں بھی یہ خواہش اٹھی، لیکن بجائے اس کے کہ گناہوں کی زندگی سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے یہ درخواست کرتا اس نے ''روحانی علاج'' شروع کر دیا نہ جانے کتنے ختم کروائے؟ کیا کیا وظیفے جپتا رہا؟ آخر شادی ہو گئی پسند کی بیوی مل گئی۔ کچھ دن تو ہنسی خوشی بسر ہو گئے اس کے بعد ان بن ہونے لگی۔ بیوی کو ایک روز خیال آیا پکوڑے تلنے کا، میاں بھی آ کر ساتھ بیٹھ گئے، وہ تازہ تازہ پکوڑے کڑاہی سے نکالتی جا رہی ہے میاں ساتھ کے ساتھ کھاتا جا رہا ہے، تھوڑی دیر بعد بیوی کو خیال آیا کہ ایسے تو میں پکوڑے تلتے تلتے تھک جاؤں گی۔ سارے یہی کھا جائے گا۔ اس نے بھی ساتھ ساتھ کھانے

۱- رواہ احمد والبزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد رجال الصحیح.
(مجمع الزوائد ۴/۲۷۲)

شروع کردیے۔ کھاتے کھاتے درمیان میں اختلاف ہوگیا، شوہر کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی، بیوی کہتی ہے تو زیادہ کھا گیا۔ بات ذرا بڑھی تو دونوں لڑ پڑے۔ لڑائی ہو رہی ہے جائیداد کی تقسیم پر نہیں، کسی اہم گھریلو معاملے پر نہیں، پکوڑے کھانے پر، وہ کہتی تو زیادہ کھا گیا، یہ کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی۔ شوہر صاحب کو آ گیا غصہ، غصے میں بپھرے ہوئے ہیں مگر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے، جرأت کر کے صرف اتنا کہہ پائے کہ اللہ کرے میں مرجاؤں یا......

آگے کہنا تو یہ چاہتے تھے یا تُو مرجائے، مگر جیسے ہی کہا میں مرجاؤں یا...... بیوی نے گرم گرم کرچھلی اٹھائی اور کہا یا کون؟ بے چارے خوف سے سہمے ہوئے بولے ''یا بھی میں ہی مرجاؤں۔'' اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے؟ اگر کہتے یا تو مرجائے تو وہ خود مرنے کی بجائے انہی کا بھُرتا بنا دیتی، کمزور کی زبان چلتی ہے اور طاقتور کا ہاتھ۔ اس سے عبرت حاصل کیجیے کہ اللہ کے نافرمانوں کو اگر نعمت ملتی بھی ہے تو اس طریقے سے کہ اللہ گھوڑا نیچے دینے کی بجائے اوپر چڑھا دیتے ہیں۔

ایسے ہی ایک شخص کی بیوی ہسپتال میں داخل تھی، وہ باہر برآمدہ میں بینچ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ کیا خبر آتی ہے؟ ڈاکٹر نے کہا بس ایک گھنٹے کی مہمان ہے موت سر پر آگئی ہے تو یہ جواب میں کہتا ہے کہ اچھا جہاں پوری زندگی گزر گئی وہاں ایک گھنٹا اور سہی! بے چارہ بیوی سے اتنا تنگ تھا کہ اس کا ایک گھنٹا جینا بھی اسے گراں گزرا۔ اس کا بس چلتا تو ایک لمحہ انتظار کیے بغیر اسے چلتی کر دیتا، سو اللہ نافرمان کو گھوڑا دیتا ضرور ہے لیکن نیچے کی بجائے اوپر چڑھا دیتا ہے۔

کہتے ہیں کسی مچھلی کو شکایت ہوئی کہ رزق کی تنگی ہے جیسے آج کا مسلمان اسی غم میں مر رہا ہے، مسکین تو درکنار کسی امیر سے امیر تر شخص سے بھی پوچھ لیجیے خواہ اس کے پاس کار کوٹھی لاکھوں کا بینک بیلنس بھی موجود ہو مگر زبان پر یہی شکایت ہوگی کہ ہائے مرگئے بھوک سے، ہائے مرگئے...... دل کی بھوک بھلا کہاں ختم ہو؟ وہ تو اور بڑھے گی، مچھلی کو بھی بھوک نے ستایا تو کسی پیر صاحب سے وظیفہ دریافت کیا وسعتِ رزق کا! انہوں نے

بتادیا کہ یہ یہ وظیفے پڑھا کرو۔ ابھی وظیفہ جپتے دو ہی دن گزرے تھے کہ ایک شکاری نے کانٹے میں بوٹی لگا کر اسے دریا میں پھینک دیا۔ مچھلی اسے دیکھ کر لپکی اور جھٹ سے بوٹی منہ میں لے کر خوشی سے پھولنے لگی کہ ماشاء اللہ! ہمارے پیر صاحب نے وسعتِ رزق کا ایسا نسخۂ اکسیر بتایا کہ ابھی اسے شروع کیے بمشکل دو ہی دن گزرے تھے کہ رزق برسنا شروع ہوگیا۔ لیکن پتا جب چلا کہ جب شکاری نے ڈوری کھینچ کر اسے باہر خشکی پہ گھسیٹ لیا۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

شکاری نے باہر نکالا اور بے دردی سے بیرے بنا بنا کر تلنا شروع کیا تو اب کہتی ہے یا اللہ! تھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے لیکن تو نے اُوپر چڑھا دیا۔ میں نے رزق مانگا تھا کھانے کے لیے لیکن یہ رزق تو اُلٹا مجھے کھا رہا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ کا نافرمان جب تک اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آجاتا ہزاروں تدبیریں کر لے اللہ کا فیصلہ اپنی جگہ قطعی ہے کہ نافرمان کو امن وچین کبھی نصیب نہ ہوگا نہ دنیا میں نہ آخرت میں ؏

ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری

اگر آپ کسی نافرمان کو مال ودولت میں کھیلتے دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ پُرسکون ہے تو یہ نظر کا دھوکا ہے ایسے گمان سے بھی توبہ کیجیے اور اپنا زاویۂ نظر درست کیجیے۔

ایک شخص کو کسی بزرگ نے کہا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمایا ہے کہ تمہارے حق میں دعاء کروں مگر دیکھو وہ دعاء ایک ہی بار ہوگی اگر غلط دعاء کروالی تو وہ گلے پڑ جائے گی پھر پچھتاتے پھرو گے اس لیے خوب سوچ لو، چل پھر کر دیکھ لو۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا۔ گھوم پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لینے لگا کہ کون مزے

کی زندگی بسر کر رہا ہے؟ بالآخر اس کی نظر ایک جوہری پر ٹک گئی دیکھا کہ جوہری بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزار رہا ہے نوٹوں کی تجوریاں بھری پڑی ہیں ہر وقت پیسے کی ریل پیل ہے نوکروں کی پوری ایک فوج آگے پیچھے، کہیں باہر نکلیں تو ہٹو بچو کا شور! یہ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آ گیا اور فیصلہ کر لیا کہ بس اسی جیسا سیٹھ بننے کی دعاء کرواتا ہوں۔ بزرگ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا حضور! فیصلہ کر لیا ہے دعاء فرمایئے فلاں جوہری جیسا بن جاؤں۔ بزرگ نے فرمایا پھر بھی دیکھ بھال لو اگر غلط دعاء کروالی تو پھر اس کا کوئی تدارک نہ ہو سکے گا۔ اس لیے خوب غور و فکر کر لو؟ وہ بولا حضور! سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے بس اب دعاء فرمائیں۔ بزرگ نے فرمایا اتنی جلدی کیا ہے؟ یہ تو تم نے خود بیٹھے بٹھائے فیصلہ کر لیا کہ فلاں سیٹھ جیسا بنوں، اس سیٹھ سے بھی تو جا کر مل لو اس سے حالات دریافت کرو کیا وہ واقعی اس قابل ہے کہ اس پر رشک کیا جائے؟ بزرگ کی بات اس کے دل میں اُتر گئی۔ سیٹھ صاحب کے پاس گیا اس کے نوکروں سے مل کر وقت لیا اور اس سے مل کر سارا قصہ بیان کر دیا، چونکہ میری نگاہ میں دنیا کے خوش نصیب اور معزز ترین انسان آپ ہیں، اس لیے میں نے بھی طویل غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جیسا بن جاؤں یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب سکتے میں آ گئے اور بولے:

"خوش نصیب معزز ترین کیا معنی؟ میں تو دنیا کا بدنصیب اور ذلیل ترین انسان ہوں، اس لیے مجھ جیسا بننے کا خیال تو کبھی بھولے سے بھی دل میں نہ لانا۔"

آگے قصہ ذرا لمبا ہے اور بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ بہرحال اللہ کا یہ قطعی اور لازوال فیصلہ ہے کہ گناہوں کی زندگی میں کبھی سکون نصیب نہیں ہو سکتا، اگر اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کسی کو تامل ہو تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ لے دنیا میں ہر سو اس کے شواہد موجود ہیں، دل کا سکون درکار ہے تو اس کا نسخہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۭ لَا

تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ (۱۰-۶۲ تا ۶۴)

آیت کے شروع میں پہلا لفظ ہے اَلاَ - اَلاَ کا مطلب یہ ہے کہ گوشِ ہوش سے سن لو! بڑی اہم بات سنائی جارہی ہے دوسرا لفظ اِنَّ ہے، اِنَّ کے معنی ہیں یقینی بات یعنی آگے جو بات بتائی جارہی ہے وہ یقینی اور حتمی بات ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار ہیں صرف زبان سے دوستی کا دم نہیں بھرتے، بلکہ اپنے کردار اور عمل سے بھی دوست ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں، محبوب کے ہر حکم پر مرمٹنے کو تیار رہتے ہیں، ایسے دوستوں سے متعلق اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ سنا رہے ہیں:

لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝

کہ یہ لوگ ہر قسم کے خوف وخطرہ سے محفوظ ہیں دنیا کا کوئی غم، صدمہ یا رنج وملال ان کے دل میں جگہ تو کیا بنائے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ ان کے دل ہر حال میں شاد و مسرور اور پُرسکون ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۝

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میرے ان دوستوں کی نشانی یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد میری نافرمانی سے بچتے ہیں۔ کسی گناہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ گویا کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد و پیمان باندھ لیا اس کا پورا پورا پاس کرتے ہیں کسی قیمت پر اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے، یہ ہیں سچے محبّ! دعوائے محبت انہی کو زیب دیتا ہے۔

لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میری طرف سے ان دوستوں کا انعام یہ ہے کہ انہیں دنیا میں بھی خوش وخرم رکھتا ہوں اور آخرت میں بھی!

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ

اپنے ان دوستوں کے لیے جو ہم نے اعزاز واکرام کا یہ فیصلہ کیا ہے اس میں بھی

بھی تبدیلی نہیں آسکتی یہ بالکل قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔

ذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُo

یہی ہے بہت بڑی کامیابی دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مالک الملک فرمار ہے ہیں سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی صرف اور صرف یہی ہے اس سے ہٹ کر نہ کہیں کامیابی ہے نہ ہی سکون!

اہل اللہ پر مصیبت نہیں آتی:

جس بندے کے دل میں اللہ کی سچی محبت جاگزیں ہو جس کی زندگی گناہوں سے پاک ہو اسے اگر بظاہر کوئی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو وہ حقیقی تکلیف نہیں ہوتی اس تکلیف میں بھی وہ ایک گونہ سکون محسوس کرتا ہے اور زبانِ حال سے کہتا ہے ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلّی کوئی بیٹھا مرے دل میں

یہ تسلّی اور ڈھارس دینے والی ذات کون ہے؟ اللہ جو خود اعلان کر رہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَo (۱۶-۱۲۸)

بتایئے خود اللہ جس کے ساتھ ہو غم اس پر کہاں سے آئے گا؟ بظاہر آ بھی گیا تو اس کا کیا بگاڑے گا؟ ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخُرم
دیتا ہے تسلّی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اِک بارہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں
مجھے یاس کیوں ہو کہ وہ دِل میں بیٹھے
برابر تسلّی دیے جارہے ہیں

کیا جب کبھی یاد میں نے ہے ان کو
تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آرہے ہیں

جب محبوب کی طرف توجہ جاتی ہے تو سارا غم کافور ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے بھی ہنس دیتا ہوں۔ آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دِل میں ؂

اُف اُف رے ستم ہائے تری نیم نگاہی
نکلا بھی نہیں تیر کہ بیٹھا مرے دل میں
او پردہ نشیں میں ترے اس ناز کے قرباں
پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں

بھلا جسے محبوب اپنی آغوش میں لیے دَبا رہا ہو وہ پریشان کہاں ہوگا؟ اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے جیسے دِلّی کی نہاری میں مرچ مسالہ بہت تیز ہوتا ہے کھانے والے بڑے شوق سے کھاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ سی سی کی آواز بھی نکالتے جاتے ہیں آنکھوں سے ناک سے پانی بھی بہتا ہے پسینہ بھی آجاتا ہے، دیکھنے والا ناواقف یہی سمجھے گا کہ بے چارے بڑی مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں انہیں سخت سزا دی جارہی ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سزا نہیں انعام ہے یہ آنسو اور پسینہ مصیبت سے نہیں لذّت سے بہار ہے ہیں۔

دوسری مثال یوں سمجھیے کہ کوئی شخص چلا جارہا ہے پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں لے لیا اور زور سے بھینچنا شروع کیا، اچانک اس نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ اس کا دشمن ہے جو مدت سے اس کی تاک میں تھا اس کی جان لینا چاہتا تھا۔ اب اندازہ کیجیے یوں اچانک دُشمن کی گرفت میں آکر وہ بے چارہ کس قدر پریشان ہوگا؟ لیکن اسی راستہ پر ایک دوسرا شخص بھی جارہا ہے اسے بھی اچانک پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں دبوچ لیا اور زور زور سے بھینچنا شروع کردیا بے چارے کی پسلیاں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ سوچنے لگا کہ یا اللہ! یہ ناگہانی مصیبت کہاں سے آگئی؟ مگر مُڑ کر دیکھا تو دبوچنے والا

کوئی دشمن نہیں بلکہ ایسا جگری دوست تھا جو عرصہ سے بچھڑا ہوا تھا جس کی ملاقات کے لیے یہ بے تاب تھا، یہ دیکھتے ہی اس کی ساری مصیبت اور پریشانی راحت میں بدل گئی، اب فرطِ شوق میں کہتا ہے یار! اور دبا۔ اللہ کی طرف سے تکالیف اور آزمائشیں تو تمام لوگوں پر آتی ہیں دوستوں پر بھی اور دشمنوں پر بھی مگر دشمن کے حق میں تو یہ واقعۃً تکالیف اور آزمائشیں ہیں اس پر عذاب کے کوڑے ہیں لیکن دوست کے حق میں یہ کوئی تکلیف نہیں مصیبت نہیں بلکہ دوست کی طرف سے محبت کی حقیقت کھلنے پر وہ کہتا ہے یار! اور دبا پسلیاں بھی ٹوٹتی ہیں تو خیر سے ٹوٹ جائیں تمہارے دبانے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حقیقی معنی میں تکلیف نہیں ہوتی دوستی کی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے، محبت کی چٹکی ہوتی ہے جس سے تکلیف کی بجائے انسان اور حظ اٹھاتا ہے، چھوٹے بچوں سے آپ لوگ بھی دل لگی کرتے ہوں گے بالخصوص اپنا بچہ ہو تو اسے پکڑ کر کبھی سینے سے چمٹا لیتے ہیں اور اس زور سے دباتے ہیں کہ کبھی بچے کی چیخ بھی نکل جاتی ہے کبھی اس کے گال پر دانتوں سے کاٹ لیتے ہیں جس سے نشان تک پڑ جاتا ہے مگر وہ ننھا سا بچہ بھی اس کا بُرا نہیں مناتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ دشمن کی گرفت نہیں دوست کی چھیڑ ہے، اس لیے آپ کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگتا ہے، مچلتا ہے اور دوبارہ آپ کی گود میں آجاتا ہے، ایسے ہی اسے ماں دبالے، بھائی بہن پیار سے تھپڑ لگادیں کسی کا بُرا نہیں مناتا سمجھتا ہے کہ یہ سب محبوب ہیں۔ اس کے برعکس کوئی اجنبی شخص اسے گھور کر دیکھ بھی لے تو رونا چلانا شروع کردیتا ہے اس کا پیشاب خطا ہونے لگتا ہے۔ اپنوں کی مار بھی برداشت ہے مگر غیر صرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لے تو یہ بھی گوارا نہیں۔ روزمرہ کی یہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں، انہی سے سمجھ لیجیے کہ نافرمان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک ہوتا ہے اور اپنے دوستوں سے کیا؟

مہلک ترین گناہ:

اس کے بعد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گناہوں کی بہت اقسام ہیں اس وقت تمام اقسام کو گنانا مقصد نہیں جن گناہوں پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں جن کی خاطر یہ طویل سفر اختیار کیا ہے جن کے درد نے مجھے بیٹھنے نہ دیا اور پچھتر سال کی عمر میں بیرونی ممالک میں اتنی دور نکلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ سنگین اور نہایت درجہ مہلک گناہ سات ہیں، یوں تو ہر گناہ مہلک ہے مگر ان سات گناہوں کی نوعیت دوسری اقسام سے ذرا مختلف ہے۔ یہ ساتوں گناہ کھلی بغاوت کے ذیل میں آتے ہیں جو مجرم چھپ چھپا کر جرم کا ارتکاب کرے اس سے کسی حد تک رورعایت ممکن ہے مگر جو مجرم کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آئے اور بغاوت کا علم بردار ہو وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہوتا۔ بغاوت کا جُرم دنیا کی حکومتوں کے قوانین کی رُو سے بھی نا قابل معافی جُرم ہے۔ کسی بھی قانون میں باغی کی سزا موت سے کم نہیں، جب کسی عارضی اور چھوٹی سی دنیوی حکومت کا باغی بھی سزائے موت کا مستوجب ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے خود سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ اس ذات أحکم الحاکمین کی حکومت کا باغی کس سزا کا مستحق ہوگا؟ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ. (متفق علیہ)

میری پوری اُمت قابلِ معافی ہے اللہ تعالیٰ سب کو بخش دیں تو یہ ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں یہ ان کی رحمت کا بیان ہے کوئی قاعدہ نہیں یعنی ان کا وعدہ نہیں ہے کہ وہ ہر مجرم کو معاف ہی فرمادیں گے وعدۂ معافی تو ہے توبہ پر۔ توبہ سے بڑے بڑے جرم معاف ہوجاتے ہیں بلکہ گناہوں کی ساری سیاہی دُھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کا اُصول نہیں بیان فرمارہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آجائے تو وہ کسی ضابطے کے پابند نہیں وہ چاہیں تو ساری امت کو بلا توبہ ہی معاف فرمادیں، معافی بھی کیسی؟ اسے ذرا

سمجھیے اور ذہن نشین کر لیجیے کہ اس حدیث میں عام معافی کا اعلان ہے جو بلا حد و امتیاز پوری امت کو شامل ہے اور کسی گناہ کی بھی تخصیص نہیں کہ فلاں جرم معاف فرما دیں بلکہ مطلق معافی کا اعلان ہے جو تمام گناہوں کی معافی کو شامل ہے۔ اب حدیث کا مطلب ذہن نشین کر لیجیے کہ:

''اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے قیامت تک آنے والی میری پوری امت کے پورے کے پورے گناہ معاف فرما دیں سوائے مُجاہِرین کے۔''

مُجاہِرین کا ٹولہ اللہ تعالیٰ کی اس عام رحمت سے بھی مستثنیٰ اور خارج ہے جو پوری امت کو شامل ہے۔ مُجاہرین کون ہیں؟ سرِ عام گناہ کرنے والے جو نہ خالق سے شرمائیں نہ مخلوق کا لحاظ کریں سب کے سامنے کھلے بندوں گناہوں کا ارتکاب کریں۔ ان پر معافی کا دروازہ بند ہے جب تک کہ علانیہ توبہ کر کے اس جرم سے باز نہ آ جائیں۔ میں ان سات گناہوں کی سنگینی بیان کر رہا تھا کہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان سب میں قدر مشترک بغاوت کا جرم ہے، دوسری بات یہ کہ ان ساتوں گناہوں کو آج کے مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے دیکھیے شیطان بھی کتنا بڑا عیار کس قدر مکار اور کس درجے کا ہوشیار ہے جو اس کے دامِ فریب میں آ جاتے ہیں انہیں تھپکیاں دے دے کر سمجھاتا ہے کہ بیٹے! دیکھو جو آسان اور میٹھی میٹھی نیکیاں ہیں وہ تو کر لو اور اس قسم کے گناہ بھی چھوڑ دو جو تمہاری بدنامی کا باعث ہوں جن سے تمہاری بزرگی اور پارسائی کو بٹہ لگے، لیکن وہ گناہ جو گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں تمہارے معاشرے کا جزء بن گئے ہیں انہیں چھوڑنے کی ضرورت نہیں، انہیں چھوڑ کر ایک تو تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے ساری دنیا ایک کام کر رہی ہے اور تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو روکے بیٹھے ہو۔ پھر ساری لذتیں اور فرحتیں بھی انہی گناہوں سے وابستہ ہیں، انہیں یکسر چھوڑ بیٹھے تو گھروں کی رونق ہی جاتی رہے گی سارا مزا کرکرا ہو جائے گا لوگوں میں بھی بلا وجہ نکو بن جاؤ گے لوگ طعنے دیں گے۔ اس لیے ان گناہوں کو چھوڑنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں، گناہ تو وہ ہیں جو تم

چھوڑ چکے اس قسم کے گناہ جنہیں ساری دنیا اختیار کر چکی ہے گناہ نہیں رہے۔ انہیں گناہوں کی فہرست ہی سے نکال باہر کرو۔ اب اگر کوئی سر پھرا تمہیں ٹوک دے کہ یہ گناہ کیوں کرتے ہو؟ تو اس دقیانوس سے صاف صاف کہہ دو کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں۔

افسوس! آج گناہوں کی نحوست سے مسلمان کے دل پر ایسا زنگ چڑھ گیا ہے کہ اسے خیر وشر کی تمیز باقی نہیں رہی شر کو خیر سمجھ بیٹھا ہے آج نئی اندھیری سے متاثر مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ خاص طور سے اس شیطانی فریب میں مبتلا ہے ان گناہوں میں سے کسی گناہ پر بھی انہیں ٹوکیے تو لکھے پڑھے جُہلاء غلطی تسلیم کرنے کی بجائے جھٹ سے اس گناہ کے فوائد گنوانا شروع کر دیں گے اور یہ کہ اس کے چھوڑنے میں کتنے نقصان ہیں گویا یہ لوگ گناہ نہیں نیکی کر رہے تھے جس میں آپ نے رکاوٹ ڈال دی ہے، یہ ہے شیطانی تلقین کا اثر:

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ الآیۃ (۶-۱۲۱)

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں۔''

گناہوں کے اس سیلاب میں بہنے والے مسلمانوں میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کی طبیعتوں میں انابت ہے مگر جہالت ونادانی کے سبب گناہوں میں مبتلا ہیں، اس قسم کے لوگ کچھ زیادہ قصوروار نہیں اس لیے کہ ان بے چاروں کو اب تک بتایا ہی نہیں گیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اب تک ڈرایا ہی نہیں گیا۔ میں ابھی انگلینڈ کا دورہ کر کے آیا ہوں وہاں تقریباً ایک مہینہ رہا انگلینڈ میں بھی جہاں جانا ہوا انہیں سات گناہوں کے خلاف آواز اُٹھائی، میرا یہ معمول نہیں کہ ایک جگہ جا کر لوگوں کو ایک چیز بتاؤں دوسری جگہ کے لوگوں کو دوسری چیز! بلکہ جہاں جہاں جانا ہوا ہر جگہ میں نے یہی ایک مہم چلائی ہوئی ہے۔ انہی منکرات کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے اسی درد نے تو مجھے گھر سے نکالا ہے۔ انگلینڈ میں جب لوگوں نے بیان سُنے تو بحمد اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں نے آکر بتایا کہ ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ بے چاروں کو اب تک علم ہی نہ تھا کہ

ڈاڑھی کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا منڈانا یا کترانا کتنا بڑا جرم ہے؟ وہ تو شاید اب تک یہی سنتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا کارِ ثواب ہے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کوئی رکھ لے تو ثواب ہے نہ رکھے تو گناہ نہیں۔ عام لوگوں کے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی ہے سو جب مسئلہ کا علم ہی نہیں تو بے چارے عمل کیسے کریں؟ اب صحیح علم ہوا تو فوراً عمل شروع کر دیا۔ خاص طور پر انگلینڈ کے کئی شہروں میں مجھے اس کا تجربہ ہوا بہت سے لوگوں نے وہاں ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ یا اللہ! لندن والوں پر جو تیری رحمت ہوئی ہے وہی رحمت ٹورنٹو والوں پر بھی برسا دے۔

سب سے بڑا مجرم:

ایک اہم بات جس کا خاص طور سے دلوں پر اثر ہوتا ہے وہ یہ کہ کہنے والا پوری دل سوزی سے کہے اس کے دل میں مخاطب کی ہمدردی کا جذبہ ہو اسے حقیر سمجھنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود کو پاک صاف سمجھے وہ تو خود سب سے بڑا مجرم ہے دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا؟

ناز تقویٰ سے پھر اچھا ہے نیاز رندی
جاہ زاہد سے پھر اچھی مری رُسوائی ہے

ایک شخص کی پوری زندگی گناہوں سے اَٹی ہوئی ہے مگر اس کے دل میں کبر نہیں خود کو گنہگار ہی سمجھتا ہے تو یہ اقراری مجرم ہے، اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ اسے بخش دیں لیکن دوسرا شخص جو بظاہر بڑا عبادت گذار متقی اور پارسا ہے مگر وہ گنہگاروں کو حقیر سمجھتا ہے خود کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ کوئی پارسا بزرگ نہیں بلکہ بزرگی کے لبادے میں چھپا ہوا شیطان ہے، میرے مالک کا مجھ پر کرم اور رحمت ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کرسکتا کہ میں جب گناہوں پر نکیر کرتا ہوں تو کسی بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی حقیر نہیں سمجھتا یہ تو دل کا دَرد ہے جس کو ظاہر کیے بغیر چارہ نہیں مجبوراً گناہوں کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے، اگر

تذکرہ بھی نہ کروں تو دل کی بات کیسے ظاہر ہو؟ دوسروں کی اصلاح کیسے ہو؟ جو کچھ کہتا ہوں دِل سوزی سے کہتا ہوں، اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ باتیں سُن کر بُرا نہیں مناتے، میری کوئی بات انہیں ناگوار گذرتی بلکہ اثر انداز ہوتی اور دِل میں اُتر جاتی ہے اور بحمداللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو عمل کی بھی توفیق ہو جاتی ہے، حالانکہ باتیں بسا اوقات بڑے سخت لہجے میں بھی کہہ دیتا ہوں، اندر سے ٹیس اُٹھتی ہے تو غصہ بھی آجاتا ہے مگر کسی مسلمان کو حقیر یا اپنے سے کم تر نہیں سمجھتا۔

زباں بے دِل ہے اور دل بے زباں ہے، ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے
گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے

یہ عمر بھر کا تجربہ ہے کہ دِل کی گہرائی سے نکلی ہوئی بات اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

"از دل خیزد بر دل ریزد"

ان گناہوں کی سنگینی کا تو کچھ اندازہ ہو گیا اب ان کی فہرست سنیے:

ڈاڑھی منڈانا یا مٹھی سے کم کرنا۔ یہ علانیہ بغاوت ہے۔

عورتوں کا شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا۔ آج کل اچھے خاصے دین دار لوگ بھی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتے، حالانکہ شرعاً وعقلاً ان سے اَغیار کی بنسبت زیادہ پردہ ہے۔

مردوں کا شلوار یا لنگی نیچے لٹکا کر ٹخنے ڈھانکنا۔ اس گناہِ کبیرہ میں بھی بہت ابتلاء ہے۔

تصویر بنانا، بنوانا بلا ضرورت اپنے پاس رکھنا یا اسے دیکھنا، تصویر والی مجلس میں جانا۔

ٹی وی دیکھنا۔ یہ کئی کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے، جسمانی صحت کے لیے تباہ کن اور دُنیا و آخرت دونوں کی بربادی کا ضامن۔

گانا بجانا۔ یہ صرف ایک گناہ نہیں بہت سے گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

سود کی لعنت۔ سود لینا یا دینا، بینک انشورنس یا کسی اور سودی ادارہ میں ملازمت کرنا یا کسی بھی درجہ میں سود خوروں سے تعاون کرنا، سودی اداروں کو فائدہ پہنچانا۔ یہ سب کام قرآن وحدیث کی رُو سے حرام اور موجب لعنت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سود خوروں کے لیے اعلان جنگ ہے۔

غیبت کرنا اور سننا یہ دونوں سخت ترین گناہ ہیں۔

یہ تو میں نے فہرست بتادی اب ان کی تفصیل سننے سے پہلے دعاء کر لیجیے:

''یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ہر بات کی پوری پوری تفصیل کہلوادے یہ کہنا سننا قبول فرمالے اور سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

ڈاڑھی کاٹنا کھلی بغاوت ہے:

ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بغاوت ہے، بغاوت کا مطلب پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سرِ عام لوگوں کو دکھا دکھا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، ڈاڑھی کٹانے والا بھی کھلے بندوں گناہ کر کے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے اور تمام لوگوں کو گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب. (بخاری)

''ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو۔''

ڈاڑھی بڑھانے کی حد کیا ہے؟ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کے بال کاٹے ہیں جس کی تعیین وتحدید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔ لیکن بعض علماء نے شرح شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک

مٹھی سے زائد کاٹنا ثابت ہے۔ سو ایک مٹھی سے زائد کے بارے میں تو اختلاف ہے کہ زائد رکھنا بہتر ہے یا کاٹ دینا بہتر ہے مگر ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا باجماعِ امت فرض ہے اور اس سے کم کرنا گناہِ کبیرہ ہے، حرام ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسریٰ بادشاہ کے دو قاصد آئے اُن کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ مبارک پھیر لیا ان کی صورتوں کو دیکھنا تک گوارا نہ فرمایا اور ان سے پوچھا:

''تمہیں ڈاڑھی منڈانے کا حکم کس نے دیا؟''

وہ بولے:

''ہمارے رب کسریٰ نے۔''

عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو رب کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تو میرے رب نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔'' (البدایہ والنہایہ وغیرھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے تو یہ حکم فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اب جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں وہ کہنے کو تو مسلمان ہی ہیں مگر تنہائی میں بیٹھ کر ذرا غور کریں اور دِل کی گہرائیوں سے سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے:

''میرا رب اللہ ہے جس نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔''

آتش پرست مجوسیوں نے کہا:

''ہمارا رب کسریٰ ہے جس نے ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔''

اب ڈاڑھی منڈے ذرا انصاف سے بتائیں ان کا رب اللہ ہے یا کسریٰ؟

یا اللہ! تو ہمارا رب ہے ہمیں دل وجان سے ظاہر و باطن سے صورت و سیرت سے اپنی ربوبیت کا قائل کر دے، کفار کی مشابہت سے دُور رکھ۔

کسریٰ سے متعلق جانتے بھی ہیں یہ کون تھا؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن، جس ملعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد درجہ گستاخی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو جواب دیا:

''وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میرا غلام ہو کر مجھے خط لکھتا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مزق الله ملكه (بخاری)

''اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو یونہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حرف بحرف سچا ثابت ہوا، اس ملعون کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا، اس ملعون کا ملعون جانشین بھی چھ ماہ سے زائد زندہ نہ رہ سکا، تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ چار سال کے اندر اندر دس بادشاہ تبدیل ہوئے، آخر چند سال بعد یہ ملک مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا، اس صدیوں پرانی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی[1] کی تصدیق پوری دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لی۔

ڈاڑھی منڈے اس ملعون کا انجام سامنے رکھ کر سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ اپنا رب کس کو تسلیم کر رہے ہیں؟ اگر کسی نے اب تک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے شیطان سے ناتا جوڑے رکھا، تو اب بھی کچھ گیا نہیں کہ ابھی وقت ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

۱- **اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدهٗ** (مسلم) ''اس کسریٰ کے مرنے کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا۔''

اس قصہ میں چند باتیں سوچنے کی ہیں:

ایک یہ کہ دونوں قاصد کافر تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی کافر کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کی جاتی ہے اسے احکامِ اسلام کی تلقین نہیں کی جاتی کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو بلکہ اسے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرو، اگر کر لے تو اب اَحکام کی تبلیغ کی جائے گی، وہ دونوں ڈاڑھی منڈے کافر تھے۔

دوسری بات یہ کہ مہمان تھے، مہمان کوئی بھی ہو اس کی خاطر داری کی جاتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ بادشاہ کے قاصد تھے، قاصدوں کا ویسے ہی احترام کیا جاتا ہے خواہ دُشمن کے ہی بھیجے ہوئے ہوں، یہ احترام اس پہلو سے بھی ضروری ہے کہ شاید ان کی اور ان کے بھیجنے والے سلاطین کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر سوچیں کہ وہ مسلمان نہیں، ہیں بھی مہمان اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے قاصد! لیکن رعایت کے ان سب اسباب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات نہیں فرماتے، ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت اختیار کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں وہ خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار کیوں کر سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہ فرمائیں ان کی سفارش کیوں کر فرمائیں گے؟

سُنیے! حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوضِ کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے ایک قوم حوضِ کوثر پر آنا چاہے گی لیکن فرشتے انہیں روک دیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:

''یہ تو میری امت کے لوگ ہیں اُن کو آنے دو۔''

فرشتے عرض کریں گے:

انک لاتدری ما احدثوا بعدک.

''آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات ایجاد کیں۔''

یہ بظاہر آپ کو اپنے اُمتی نظر آرہے ہیں مگر آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں کیسی نئی نئی باتیں داخل کردیں؟ یہ جنہیں آپ اپنی اُمت سمجھ رہے ہیں بدعتی ہیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم فرمائیں گے:

سحقا سحقا لمن غیر بعدی. (بخاری)

''جن لوگوں نے میرے بعد میرا لایا ہوا دین تبدیل کردیا انہیں دُور ہٹاؤ دُور ہٹاؤ۔''

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان بدعتیوں کی شکل وصورت تو مسلمانوں کی سی ہوگی اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اشتباہ ہوگا، ان کی ڈاڑھیاں اور معصوم چہرے دیکھ کر فرشتوں سے فرمائیں گے انہیں کیوں ہٹاتے ہو؟ یہ تو میرے امتی ہیں، پھر حقیقت کھلنے پر انہیں دفع کردیں گے، لیکن جن کے چہرے پر ڈاڑھی ہی نہیں، شکل وصورت ہی مسلمانوں سے مختلف ہے ان کو حوضِ کوثر تک رسائی کیسے ہوگی؟ بدعتیوں کی صورت تو مسلمانوں کی سی ہوگی اس لیے وہ کسی طرح حوضِ کوثر تک پہنچ جائیں گے لیکن قریب پہنچنے پر انہیں دھکیل کر دُور کردیا جائے گا، اور جن کی صورت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے مختلف ہو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بلائیں گے؟ انہیں دیکھ کر تو کسی قسم کا اشتباہ بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ ڈاڑھی منڈے ابھی سے سوچ لیں کہ اگر خدانخواستہ دُور سے ان کی شکل دیکھ کر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:

سحقا سحقا.

''انہیں دُور ہٹاؤ دُور ہٹاؤ۔''

لے جاؤ جہنم میں تو کیا بنے گا؟

ڈاڑھی کاٹنا بالاجماع حرام ہے:

ڈاڑھی کترا کر مٹھی سے کم کر دینا بإجماع اُمت حرام ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین وائمۂ مجتہدین ودیگر اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں، چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم. (فتح القدیر، الدر المختار)

ڈاڑھی ایک مٹھی سے زائد چھوڑنے کی تو گنجائش ہے کہ چھوڑ دیں یا کاٹ دیں مگر ایک مٹھی سے کم کرنے کو دنیا کے کسی عالم نے بھی جائز نہیں کہا یہ تو بالاجماع حرام ہے اور اس کی جو مثال دی وہ بڑی عجیب ہے فرمایا کہ ڈاڑھی کٹا کر مٹھی سے کم کرنا حرام ہے جیسا کہ بعض مغربی لوگ کرتے ہیں۔ آج کے مغربی تو منڈاتے ہیں۔ اس وقت فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں کٹاتے ہوں گے اور وہ بھی بعض لوگ، معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے کفار بھی پوری ڈاڑھی رکھتے تھے۔

دوسری مثال مخنث لوگوں کی دی، یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ عربی کے دو لفظ ہیں اور دونوں کے معنی میں فرق ہے، ایک ہے خنثیٰ، دوسرا مخنث۔ خنثیٰ وہ مخلوق ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت، جسے آپ لوگ ہیجڑا کہتے ہیں۔ اس بے چارے کا تو کوئی قصور نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اسی طرح ہے، یہ پیدائشی طور پر ایسی مخلوق ہے اس کا اپنی خلقت میں کوئی عمل دخل نہیں۔

دوسرا لفظ ہے مخنث، یہ وہ مخلوق ہے جسے اللہ نے مرد بنایا لیکن وہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں وہ اس بات سے سخت پریشان اور بہت نالاں ہے کہ اسے اللہ نے مرد کیوں بنا دیا؟ عورت کیوں نہ بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے تو عورت نہ بنایا لیکن اب وہ خود عورت بننے کی

کوشش کرتا ہے، ڈاڑھی صاف کر کے کپڑا ٹخنے سے لٹکا کر عورتوں کی سی چال ڈھال اختیار کر کے بے چارہ پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح عورتوں میں شامل ہو جائے، مگر نہ اِدھر کا رہتا ہے نہ اُدھر کا ع

ہیں مخنث نے تو مردی نے تو زن

''ارے ہیجڑے! نہ تو مرد ہے نہ عورت۔''

اسے کہتے ہیں مخنث۔

ڈاڑھی کٹانے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ مغربی لوگ یعنی اسلام دشمن انگریز یا مخنث قسم کے لوگ جنہیں مردانہ صورت سے اللہ واسطے کا بیر ہے، جن کی مرضی کے خلاف اللہ تعالیٰ نے انہیں مرد بنا دیا لیکن وہ کسی صورت اللہ کی اس تقسیم پر راضی نہیں۔

ڈاڑھی کاٹ کر مٹھی سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے کوئی عالم بھی اسے جائز نہیں کہتا۔

ضروری تنبیہ:

شریعت کی اصطلاح میں خنثیٰ وہ ہے جس میں مردانہ اور زنانہ علامتیں یکساں طور پر پائی جائیں مثلاً ڈاڑھی بھی نکل آئے اور پستان بھی اُبھر آئیں یا اسی طرح اور متضاد علامتیں پائی جائیں۔ آج کل کے ہیجڑے خنثیٰ نہیں بلکہ مخنث ہیں جو پیدائشی طور پر مرد ہونے کے باوجود بتکلف عورت بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال. (بخاری)

عام مردوں کی طرح ان سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا فرض ہے ان کے بقیہ احکام بھی مردوں کی طرح ہیں۔

عقل کا تقاضا:

شرعی حکم سے قطع نظر عقل کی رُو سے بھی سوچیں تو ڈاڑھی مونڈنے یا کاٹنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا، ڈاڑھی ہر مرد کا مردانہ شعار اور اس کی زینت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو چوبیس گھنٹے یہ تسبیح پڑھتی رہتی ہے:

سبحان من زین الرجال باللحیٰ والنساء بالذوائب. (کنوز الحقائق عن المستدرک)

''پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی کے ذریعے اور عورتوں کو سر کے بالوں کے ذریعے زینت بخشی۔''

اللہ تعالیٰ نے تو ڈاڑھی کو مردوں کے لیے اور سر کے بالوں کو عورتوں کے لیے زینت بنایا مگر آج کے یہ مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس زینت پر راضی نہیں، یہ تسبیح پڑھنے والے فرشتے بھی ان کی اُلٹی چال دیکھ کر پریشان ہی ہوتے ہوں گے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہے ہیں جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو بالوں سے حُسن بخشا، مگر ہمیں تو دُنیا میں ڈاڑھی والے مرد اور بالوں والی عورتیں خال خال نظر آتی ہیں، یہ نالائق مخلوق اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ حُسن سے کیوں دُور بھاگتی ہے؟ ڈاڑھی کو اللہ تعالیٰ نے کیسی زینت بنایا؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

''کوئی شخص کسی کی ڈاڑھی مونڈ دے اور اس طریقے سے مونڈے کہ آیندہ بال نہ آئیں، مثلاً چہرے پر کوئی ایسی دوا لگا دی جس سے بال صاف ہو گئے اور آیندہ کے لیے بھی بال اُگنے کی صلاحیت ختم ہو گئی تو اس ڈاڑھی مونڈنے والے مجرم پر اتنی بڑی دیت ہے کہ جتنی کسی کے قتل پر آتی ہے۔''

پوری دیت یعنی سو اونٹ! اس نے مسلمان کی شکل بگاڑ کر اسے مثلہ کر کے گویا قتل کا

ارتکاب کیا، لہٰذا اس پر قاتل والی دیت ہے، یوں کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے، کان کاٹ دے ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو آدھی دیت ہے، لیکن ڈاڑھی جیسی نعمت سے محروم کرنے پر پوری دیت ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے کہ عام جانوروں میں ان کے مذکر ومؤنث کے مابین کتنا فرق ہے؟ مثال کے طور پر مرغ اور مرغی کا موازنہ کر لیجیے دونوں پر یکجا نظر ڈالیں تو دیکھتے ہی ہر شخص بے اختیار پکار اٹھے گا کہ مرغ بہت حسین ہے۔ سوچیے کہ اس کے حُسن کا راز کس چیز میں ہے؟ مرغ اور مرغی میں امتیاز کرنے والی چیز کون سی ہے؟ صرف وہ حسین کلغی جس کا تاج اللہ تعالیٰ نے مرغ کے سر پر سجادیا ہے، مرغ کا حُسن وجمال اور اس کا نکھار صرف چھوٹی سی کلغی سے ہے، یہ کلغی کاٹ دی جائے تو سارا حُسن جاتا رہے گا اور مرغ بہت بدصورت نظر آئے گا۔

ایک بات یاد آگئی دیکھیے اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو ہدایت کے اسباب بھی کیسے پیدا فرمادیتے ہیں، مجلس میں بہت سے لوگ آتے رہتے ہیں، باتیں سُن جاتے ہیں، بعض خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ پہلی ہی حاضری میں ہدایت دے دیتے ہیں۔ بعض لوگ آتے رہتے ہیں میری کڑوی کسیلی باتیں سنتے رہتے ہیں لیکن آنا نہیں چھوڑتے آخر اللہ تعالیٰ ان کی بھی دستگیری فرماتے ہیں وہ بھی بغاوت سے باز آجاتے ہیں، بات جو بھی کہتا ہوں دردِ دل سے کہتا ہوں منشأ اس کا محبت اور خیر خواہی ہے۔ بعض اوقات بات میں تیزی اور ترشی کا پہلو بھی آجاتا ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ آنے والے بُرا نہیں مناتے سب کچھ سُن لیتے ہیں۔ ابھی چند ماہ کی بات ہے، دو بھائی آئے اور بتایا:

''ہم آپ کی مجلس میں آنے سے بہت کتراتے تھے آخر آہستہ آہستہ آنا شروع ہوئے آپ ڈاڑھی کے بارے میں سخت باتیں کہتے تھے ہم ڈر ڈر کر سُنتے رہتے، آخر اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ہم نے ڈاڑھی رکھ لی، اب ہم

کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں کم ہے اس سے بھی زیادہ کہیں۔"

درد دِل سے جو بات کہی جائے ضرور اثر دکھاتی ہے، میرے دِل میں تو آپ لوگوں کا درد ہے کہ یا اللہ! میرے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچالے۔

اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اپنے حالات میں لکھا:

"میں کئی ماہ سے آپ کے وعظ میں آتا تھا، ڈاڑھی پر جب بھی بیان ہوتا سُن کر وقتی طور پر ذرا ندامت طاری ہوتی لیکن گھر جاکر اس کا اثر زائل ہو جاتا لیکن اس بار آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے دل کی کایا پلٹ دی اور ڈاڑھی رکھنا ہی پڑی۔ اس بار آپ نے ڈاڑھی کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ مرغ کا حسن اور اس کا امتیاز کلغی سے ہے، اگر اس کی کلغی کاٹ دی جائے تو وہ مرغیوں میں شامل ہو جائے گا، کوئی اسے مرغ تصور نہ کرے گا، مرغیاں بھی یہی سمجھیں گی کہ یہ ہماری بہن ہے، خیر! مرغیوں کا یہ سمجھنا تو اس قدر خطرناک نہیں لیکن کسی مرغ کو یہ شبہہ ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ موٹی سی مرغی پھر رہی ہے اس کا پیچھا شروع کر دیا تو اس کا کیا بنے گا؟ بس یہ مثال دل میں ایسی پیوست ہوگئی کہ ڈاڑھی رکھنی ہی پڑی، اب طے کرلیا ہے کہ آئندہ کبھی نہ کٹاؤں گا۔"

میں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کی ہدایت کا فیصلہ فرماتے ہیں ہدایت کے اسباب خود پیدا فرما دیتے ہیں۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کی شان، کسی کو ہدایت نہ ہو تو قرآن وحدیث سُن کر بھی نہ ہو اور ہدایت مِل جائے تو چھوٹی سی مثال سُن کر بھی مل جائے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ایک بات بیٹھ کر سوچیں کہ جس شخص کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے ہی نفرت ہو گیا ایسے دِل میں ایمان رہ سکتا ہے؟ اگر کوئی بہانہ ساز یہ کہے کہ نہیں نہیں ہمارے دِل میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری ہوئی ہے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے کوئی نفرت نہیں تو آپ

لوگ سوچیں اور بار بار سوچیں اللہ تعالیٰ سوچنے کی توفیق عطاء فرمائیں کہ ایک شخص کے دِل میں کسی کام کی محبت بھی ہے لیکن محبت کے باوجود وہ کام کرتا نہیں حالانکہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کسی قسم کی کوئی مجبوری بھی نہیں کوئی عذر بھی لاحق نہیں جو اس کام سے روک دے، اس کا یہ رویہ دیکھ کر کون باور کرے گا کہ اسے واقعۃً محبت ہے یہ جھوٹ نہیں بولتا؟ اگر ڈاڑھی نہ رکھنے والوں کے دلوں میں واقعۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے محبت ہے کسی قسم کی نفرت نہیں تو ہمیں بتائیں:

''وہ کون سی طاقت ہے جو ان کو ڈاڑھی رکھنے سے روک رہی ہے؟''

میں تو پچاس سال سے یہ سوال دُہرا رہا ہوں:

''بتاؤ کیا خطرہ ہے؟ کس چیز کا ڈر ہے؟ کیا کسی جلاد نے سر پر تلوار لٹکا رکھی ہے کہ خبردار! اگر ڈاڑھی رکھ لی تو گردن اُڑا دی جائے گی؟ یا کسی نے سینے پر بندوق تان رکھی ہے کہ خبردار! اگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر لی تو ابھی خاتمہ کر دوں گا، سوچ کر بتایئے جب دل میں محبت ہے صورتِ مبارکہ سے نفرت نہیں تو کون سی چیز ہے جو اس محبوب صورت کو اختیار کرنے سے روک رہی ہے؟''

یا یہ کہیں:

''ہم تو ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں مگر کوئی زبردستی آکر مونڈ جاتا ہے۔''

اگر ایسا ہے تو وہ ڈاڑھی پر ہی کیوں اُسترا چلاتا ہے ناک پر کیوں نہیں چلا دیتا؟ ذرا ان باتوں کو سوچیے۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر ہم نے ڈاڑھی رکھ لی تو بے دین لوگ ہمیں طعنے دیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ رحمٰن کے بندے بنیں گے تو شیطان کے بندے لازماً آپ کا مذاق اُڑائیں گے، آپ تو کس شمار میں ہیں انہوں نے تو اُولُو العزم رسولوں کو معاف نہ کیا ان کا بھی مذاق اُڑاتے رہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ. الآیۃ (۱۳-۳۲)
وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ (۱۵-۱۱)
عام مسلمانوں کا تو مذاق اُڑاتے ہی رہیں گے یہ تو قرآن مجید کی پیش گوئی ہے:
إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ (۸۳-۲۹)
اگر شیطان کے بندوں سے اتنے ہی خوف زدہ ہیں تو ڈاڑھی کیا اسلام کا نام لینا بھی چھوڑ دیجیے، وہ تو اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے، مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہیے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

کچھ لوگوں نے ڈاڑھی نہ رکھنے کا یہ عذر تراش رکھا ہے:

''آج کل بڑی بڑی ڈاڑھیوں والے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، بددیانتی کرتے ہیں، اس سے تو بہتر ہے کہ ہم ڈاڑھی ہی نہ رکھیں اس سے ڈاڑھی کی توہین ہوتی ہے۔''

شیطان بھی کتنا ہوشیار ہے عجیب عجیب پٹیاں پڑھاتا ہے آج کے مسلمان کو کہ ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنے سے تو بہتر ہے کہ ڈاڑھی ہی نہ رکھو لیکن یہاں بھی وہی بات سوچ لیجیے کہ اگر کوئی بدنہاد یہ طعنے دینے لگے:

''تم مسلمان ہو کر بھی ایسے ایسے غلط کام کرتے ہو چوری چکاری، جھوٹ، جعل سازی اور فریب دہی سے باز نہیں آتے۔''

تو بتایئے ایسے میں کوئی عقل مند مسلمان ان طعنوں کے خوف سے اسلام ہی سے دست بردار ہو جائے گا یا گناہوں کو چھوڑ دے گا؟ آخر دو کاموں میں سے ایک تو کرنا ہی

ہوگا۔ اگر اغیار کے طعنوں سے کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزاری ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان گناہوں کو ترک کرتا ہے جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں تو یہاں بھی طعنے سُن کر ڈاڑھی پر کیوں غصہ آجاتا ہے؟

لوگ کہتے ہیں ہم ڈاڑھی کی لاج رکھنے کے لیے اسے صاف کردیتے ہیں تاکہ کل کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ یہ ڈاڑھی رکھ کر دھوکا دیتا ہے، ڈاڑھی مُنہ پر ہے اور ڈنڈی مارتا ہے اس لیے حیاء وشرم کا اڈہ ہی اُڑادو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (بخاری)

ایک وحی ایسی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی پر اُتری جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک وحی ہے نیز اس کے ساتھ عوام کے دلوں میں بھی وہ بات ڈال دی گئی چنانچہ عوام میں مقولہ مشہور ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت.

اور یہ فارسی مقولہ بھی اسی کا ترجمہ ہے:

بے حیا باش وھر چہ خواھی کن۔

''بے حیا بن جاؤ پھر جو جی میں آئے کرتے پھرو۔''

حیا کا جامہ اُتر گیا بس اب ننگے ناچتے رہو، دولتیاں مارو، ٹکریں لگاؤ غرض جو چاہو کرتے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وحی کی بات ہے جو لوگوں کی زبان پر جاری کردی گئی ہے اب لوگوں نے یہ نیا بہانہ تراش لیا ہے:

''گناہوں کے سبب ڈاڑھی بدنام ہوتی ہے اس لیے اسے صاف ہی کردو۔''

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ڈاڑھی رکھ کر گناہ چھوڑ دیتے اور ڈاڑھی کی آبرو رکھ لیتے مگر

آج کے مسلمان کی گنگا ہی اُلٹی چلتی ہے اس نے سوچا:

''ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنا چھوڑ دو، رشوت چھوڑ دو، سُود چھوڑ دو، یہ چھوڑ دو، وہ چھوڑ دو اس سے تو بہتر ہے کہ اس ڈاڑھی کے جھنجھٹ ہی میں نہ پڑو۔ اسی کی وجہ سے روز روز کے یہ طعنے سُننے پڑتے ہیں کہ ارے! ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بول رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر فریب کر رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر یہ کر رہے ہو اور یہ کر رہے ہو اس لیے یہ حیاء کا اڈا ہی اُڑا دو، جب تک یہ حیاء کا اڈا برقرار رہے مزے چھُوٹے رہیں گے طرح طرح کی پابندیاں رہیں گی اور جکڑ بند میں رہو گے، اس لیے دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ یہ حیاء کا اڈا ہی اُڑا دو پھر جو جی میں آئے کرتے رہو۔''

اِن ڈرپوک لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آج تم نے مخلوق کے ڈر سے ڈاڑھی اُتار دی، کل اگر کوئی یہ کہہ دے کہ ارے! اچھے خاصے کپڑے پہنے ہوئے ہو لیکن پاگلوں والے کام کر رہے ہو، تو انہیں چاہیے کہ کپڑے بھی اسی وقت اُتار دیں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں:

''اغیار کے طعنوں سے بچنا ہے تو ڈاڑھی کے ساتھ اسلام کو بھی سلام کہہ دو کہ ان کی نگاہ میں سب سے بڑا شہتیر تو اسلام ہی ہے یہ ڈاڑھی وغیرہ تو فروعی احکام ہیں۔''

یہ تو یقین ہے کہ دُشمنانِ اسلام اسلام کو کتنا ہی بدنام کر لیں اس پر اعتراضات کی کیسی ہی بوچھاڑ کریں کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزار اور لاتعلق ہونے کو تیار نہیں بلکہ اغیار کے طعنے سُن کر یہی سوچے گا:

''مذہب اسلام تو پاکیزہ مذہب ہے لیکن ہم مسلمان اسلام کی بدنامی اور رُسوائی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔''

یہی بات ڈاڑھی کے بارے میں سوچ لیا کیجیے۔ ڈاڑھی رہنے دیجیے اور ان گناہوں سے باز آ جایئے جو آپ کی ڈاڑھی پر بٹا لگاتے ہیں۔ یہ جواب یاد رکھیے کہ یا تو

مخالفین کے طعن و تشنیع سے ہر اچھا کام چھوڑ دیجیے، اسلام کا نام لینا بھی ترک کر دیجیے یا یہ کہ طعنے سُن کر اپنا محاسبہ کیجیے اور گناہوں سے باز آجایئے، اس سے اسلام اور ڈاڑھی کی آبرو بھی باقی رہے گی اور آپ کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

ایک اور پہلو سے ڈاڑھی کٹانا تمام گناہوں کی بنسبت زیادہ خطرناک گناہ ہے وہ یہ کہ بقیہ تمام گناہ کسی محدود وقت میں ہوتے ہیں گناہ شروع کیا اور جب تک اس میں مشغول رہے گناہ لکھا جاتا رہا اور جونہی گناہ سے فارغ ہوئے نامۂ اعمال بھی لپیٹ دیا گیا مگر یہ ڈاڑھی کٹانے کا گناہ تو چوبیس گھنٹے ساتھ لگا ہوا ہے، دوسرا کوئی سا گناہ لے لیجیے تھوڑی دیر تک اس کا ارتکاب کیا اور قصہ ختم! لیکن ڈاڑھی منڈا جہاں کہیں ہے جس حال میں ہے یہ گناہ چوبیس گھنٹے اس کے سر پر سوار ہے بازار میں، گھر میں، مسجد میں، نماز میں بھی جبکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑا ہے، حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور مدینہ منورہ میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، غرض سوتے میں، بیداری میں ہمہ وقت یہ گناہ اس پر چپکا ہوا ہے، اسی حال میں موت آگئی تو بھی حالتِ گناہ میں، ایسی باغیوں کی سی موت سے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

دوسری طرف دیکھیے اہلِ محبت کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

ایرانی اور مرزا قتیل:

دِلی کے مشہور شاعر مرزا قتیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں بہت اعلیٰ درجے کی نعتیں کہا کرتے تھے، عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ان کا فارسی کلام کسی ایرانی نے سُنا تو اسے خیال گزرا کہ شاید کوئی بڑے عارف اور صاحبِ نسبت بزرگ ہیں۔ اس لیے ایران سے سفر کر کے دِلی ان کی زیارت کو پہنچا، ان کے گھر جا کر پتا کیا تو گھر والوں نے بتایا کہ مرزا صاحب حجام کی دُکان پر گئے ہیں۔ آج کل تو ڈاڑھی مونڈنے والوں نے پھاوڑے اپنے گھروں پر ہی رکھے ہوئے ہیں مگر اس زمانے میں پھاوڑوں کی یہ گرم

بازاری نہ تھی، ڈاڑھی منڈانے کے لیے حجام کی دُکان پر جانا پڑتا تھا۔ حجام کی دُکان پر گیا وہاں دیکھا کہ عاشق رسول شاعر صاحب ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں، یہ گریہ نظر دیکھ کر اس کے نادیدہ عاشق بے چارے ایرانی کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور پوچھا:

آغا! ریش می تراشی؟

"اے عاشق رسول! یہ کیا؟ ڈاڑھی منڈا رہا ہے؟"

اس نے بھی شاعرانہ انداز سے جواب دیا:

بلے ریش می تراشم و لے دِل کسے نمی خراشم۔

"ہاں ڈاڑھی ہی منڈا رہا ہوں کسی کا دِل تو نہیں دُکھا رہا۔"

وہی بات جو آج کل کے بے دین کہتے ہیں کہ بس دل پاک ہونا چاہیے۔ شاعر صاحب بھی یہی کہنے لگے محبت تو میرے دل میں بھری ہے ڈاڑھی منڈا لی تو کیا فرق پڑا؟ اس کی مثال میں یوں دیا کرتا ہوں کہ کسی نے زرعی زمین بیچنے کا اشتہار دیا کہ میری یہ زمین بہت ہی سرسبز شاداب اور زرخیز ہے۔ خریدار دیکھنے پہنچے تو حیران! کہ یہ تو کہتا تھا کہ پوری زمین سرسبز ہے مگر یہاں سبزہ تو کجا ایک پتی بھی نظر نہیں آ رہی، اس سے پوچھا:

"کہاں ہے وہ زرخیز زمین، یہاں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

وہ کہنے لگا:

"یہی زرخیز زمین ہے جس پر کھڑے ہو لیکن تمہیں نظر نہیں آئے گا، دراصل یہ اندر سے زرخیز ہے اس کی ظاہری صورت پر نہ جاؤ۔"

ان کی سمجھ میں تو کچھ نہ آیا لیکن نیک گمان کرتے ہوئے بولے شاید اس کا مطلب یہ ہے:

"اس زمین پر اگر محنت کی جائے، پانی دے کر ہل چلایا جائے، اچھا تخم ڈالا جائے تو زرخیز ہو جائے گی اچھی پیداوار دے گی۔"

بے چاروں نے یہ بھی کر کے دیکھ لیا مگر وہ بنجر زمین جوں کی توں پڑی ہے، جو تھوڑا بہت تخم ڈالا تھا وہ بھی جل گیا، وہ بے چارے پھر پوچھتے ہیں، مگر یہ ڈھٹائی کے ساتھ اب بھی وہی رٹ لگائے جا رہا ہے:

''زمین اندر سے زرخیز ہے اندر سے۔''

یہی حال ڈاڑھی منڈانے والے عاشقوں کا ہے کہ باہر سے عشق ومحبت کا کوئی اثر نظر آئے یا نہ آئے لیکن دل میں ہے۔ اللہ کے بندو! وہ محبت ہی کیا ہے جو دل میں چھپی رہے اور چہرے مہرے پر کہیں اس کا اثر تک نظر نہ آئے، جو محب کو اپنے محبوب کے اتباع پر بھی نہ اُبھار سکے، اس کے اعمال پر اثر انداز نہ ہو۔ یاد رکھیے یہ محبت نہیں فریب ہے، ایسا کھلا ہوا فریب جس کے دام میں کوئی عام شخص بھی نہیں آسکتا، اگر یقین نہ آئے تو کسی شخص کو یہ فریب دے کر دیکھ لیجیے کسی سے کہیے:

''میرے محبوب! میرے دِل رُبا! میں تیری محبت میں مرا جا رہا ہوں پگھلا جا رہا ہوں مگر دیکھ میرے سامنے مت آئیو، یوں تو تیرے پیچھے مرا جا رہا ہوں لیکن تیری صورت دیکھنا گوارا نہیں ؎

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہو گئے
اِتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے''

بتائیے! وہ اسے اپنے ساتھ محبت سمجھے گا یا بدترین مذاق؟ کیا وہ اس کا گریبان پکڑ کر پوچھے گا نہیں کہ مجھ سے محبت ہے تو میری صورت سے کیوں نفرت ہے؟ آخر یہ محبت کی کون سی قسم ہے پیار ودلار کی کون سی اداء ہے کہ محبوب کا چہرہ دیکھنا گوارا نہیں، محبوب پہ جفا کار اس کے دشمنوں کا وفا شعار، یہ دوستی نہیں دوستی کے لبادے میں دُشمنی ہے ایسے دوست نما دُشمن سے محبوب پوچھے گا ؎

ساتھ غیروں کے مری قبر پہ آتے کیوں ہو
تم جلاتے ہو مجھے تو جَلاتے کیوں ہو

مرزا قتیل کی بات چل رہی تھی اس نے کہا:

بلے ریش می تراشم و لے دِل کسے نمی خراشم

''ہاں ڈاڑھی ہی منڈا رہا ہوں کسی کا دِل تو نہیں دُکھا رہا۔''

آگے اس ایرانی کا جواب بھی سنیے! یا اللہ! تجھے تیری اس رحمت کا صدقہ تو اس ایرانی کا جواب ہم سب کے دِلوں کی گہرائی میں اُتار دے۔ وہ بولا:

نادان! دِل سَیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی۔

''ارے نادان! تو کہتا ہے میں کسی کا دِل نہیں دُکھا رہا تُو تو دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھا رہا ہے۔

اس ذاتِ والا صفات کا دل زخمی کر رہا ہے جن کی خاطر یہ دونوں جہان پیدا کیے گئے۔

یہ سنتے ہی مرزا قتیل بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرا باجانِ جان همراز کردی

ڈاڑھی کٹانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھتا ہے یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، امت کی بداعمالیوں سے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھتا ہوگا۔

ڈاڑھی منڈے حاجی:

بحمد اللہ تعالیٰ کوئی اہم اور کام کی بات میرے ذہن سے محو نہیں ہوتی، پچاس برس پہلے کا قصہ ہے حج پر گیا ہوا تھا، مکہ مکرمہ میں جہاں میرا قیام تھا وہاں سے مسجدِ حرام آتے جاتے راستے میں کچھ مصری لوگ بیٹھے ملتے تھے، وہ بھی حج پر آئے ہوئے تھے، جب بھی نماز کے لیے گزرتا وہ راستہ میں نظر آجاتے کرسیاں بچھا کر بیٹھے ہوتے تھے، ان میں ایک باریش تھا باقی سب بے ریش، اور یوں لگتا:

''جیسے کئی مرغیوں میں ایک مرغ کہیں سے آگیا ہو۔''

مجھے رہ رہ کر خیال آتا کہ اس ایک مصری کی بھی ڈاڑھی کیسے باقی رہ گئی؟

اس زمانے میں کسی مصری مرد کے چہرے پر ڈاڑھی اور کسی مصری عورت کے چہرہ پر پردہ یہ دونوں چیزیں عنقاء تھیں، اب تو بہت سے مصری حضرات نے بھی ڈاڑھی رکھ لی ہے۔

جب بار بار یہ خیال آیا تو سوچا کہ اس سے پوچھ ہی لینا چاہیے ورنہ شاید مرتے دم تک یہ بات دل میں کھٹکتی ہی رہے گی، انہیں ذرا مانوس کرنے کے لیے پہلے تو میں نے سلام کے بعد پوچھا:

من این انتم.

''آپ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔''

معلوم تو تھا ہی ان کی شکل وصورت سے ہی ظاہر ہو رہا تھا مگر پھر بھی پوچھ ہی لیا، وہ بولے:

من مصر.

''مصر کے رہنے والے ہیں۔''

بس یہ سنتے ہی بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

کیف بقیت لک لحیۃ وانت مصری.

''ارے! مصری ہو کر آپ کی ڈاڑھی کیسے رہ گئی؟''

وہ تو بولے نہیں، اس کے ساتھ والے ایک ''آلو'' نے اشارہ سے کہا۔

یہ ''آلو'' ہمارے ہاں کی خاص اصطلاح ہے یہ ڈاڑھی منڈے چھلے ہوئے آلو کی طرح لگتے ہیں، ان سے کوئی نفرت نہیں بس محبت میں ''آلو'' کہہ دیتا ہوں شاید اسی کا کوئی اثر لے لے۔

وہ ڈاڑھی والے مصری خود تو بولے نہیں ساتھ والے ایک ''آلو'' نے اشارہ سے کہا کہ تم بھی ڈاڑھی صاف کر دو۔

مجھے یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا اور اس نالائق کی ایسی درگت بنائی کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ میں نے گفتگو شروع کی تو ان لوگوں نے ایک کرسی مجھے بھی دے دی، میں بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا:

’’آپ لوگ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے آئے ہیں؟‘‘

وہ بولے:

’’ابھی نہیں گئے اب جائیں گے۔‘‘

میں نے کہا:

’’ہرگز نہ جائیں ہرگز نہ جائیں کہیں تم پر اللہ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے، دور بیٹھ کر تو سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے دِلوں میں نفرت لیے ہوئے تم لوگ اسی کا مذاق اُڑاتے رہے، اب بھی باغیانہ صورت لیے روضۂ اقدس پر جا رہے ہو گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ہمیں تمہاری کچھ پروا نہیں بگاڑ لو جو بگاڑنا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ صورت لے کر پہنچ گئے، ہے تو یہ بھی انتہائی بے حیائی اور جسارت! مگر اب بارگاہِ رسالت میں یہ گستاخی نہ کرنا، تمہاری مثال تو بالکل ایسی ہے کہ ایک باغی باغیوں کا لباس، باغیوں کی صورت لے کر اور بغاوت کا جھنڈا ہاتھ میں تھامے بادشاہ کے محل میں پہنچ جائے اور اسے للکار کر کہے میں ہوں تیرا باغی بگاڑ لے جو بگاڑ سکتا ہے، اس کا جو انجام ہوگا وہ سوچ لو۔ گستاخی خواہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو یا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، بہرحال ناقابلِ معافی جرم ہے، لیکن یاد رکھیے خود اپنی شان میں گستاخی کو وہ گوارا کر لیتے ہیں ایسے شخص کو ڈھیل دے دیتے ہیں مگر ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھایا جائے ان کی شان میں گستاخی کی جائے اس پر ان کی شانِ قہاری جوش میں

آجاتی ہے ایسے گستاخ کو وہ مہلت نہیں دیتے۔ مثل مشہور ہے کہ ہاتھی کو کوئی چھیڑے تو بچ سکتا ہے لیکن ہاتھی کے بچے کو چھیڑ دے تو بچنا ممکن نہیں۔"

میں نے انہیں ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل مت دُکھاؤ اور انہیں مرزا قتیل کا قصہ بھی سُنا دیا۔

یہ بے حیاء وہاں جا کر توبہ تو کیا کرتے اور زیادہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں ؎

وہ آثارِ عداوت جو نظر آتے تھے چہرہ پر
خدا کے گھر میں پھر پھر کر مزید اُن کو اُبھار آئے

اسی طرح بے حیاء عورتیں بھی جو برائے نام پردہ کرتی ہیں وہاں جا کر وہ بھی اُتار پھینکتی ہیں۔

جب انسان گناہوں کا خوگر ہوتا ہے تو اس کا وبال اور اس کی نحوست اس کی پوری زندگی پر پڑتی ہے حتیٰ کہ عقل ماؤف ہو جاتی ہے سوچنے کی صلاحیت تک نہیں رہتی۔

دیکھیے! کتنی کھلی بات ہے کہ جس ذات کی صورتِ مبارکہ سے دِل میں نفرت ہو اس کے ساتھ محبت کا دعویٰ کس حد تک صحیح ہے؟ ذرا سوچیے جسے صورت اختیار کرنا ہی گوارا نہیں وہ سیرت کیا اختیار کرے گا؟ اور جہاں نہ صورت ہو نہ سیرت وہاں عشق و محبت بلکہ دعوائے ایمان کا بھی کیا اعتبار؟ اگر کسی سے سچی محبت ہو تو محب اس کی ہر اداء پر مر مٹتا ہے۔

بیٹے سے مشابہت سببِ محبت:

ایک شخص کہیں سفر میں جا رہا تھا راستہ میں ایک مکان پڑتا تھا جب پاس سے گزرا تو مکان کے دروازہ سے ایک بڑھیا نے اسے آواز دی کہ بیٹے ذرا میری بات سُن لو، وہ اندر چلا گیا، بڑھیا نے بڑی آؤ بھگت کی، بہت عزت احترام سے پیش آئی، اچھے اچھے کھانے کھلائے آرام بہم پہنچایا اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی پھر کہنے لگیں:

"بیٹا جب بھی تمہارا اِدھر سے گزر ہو مجھ سے مل کر جایا کرو میرے گھر تھوڑی

دیر بیٹھ کر آرام کر لیا کرو۔''

اس نوجوان نے انتہائی تعجب سے پوچھا:

''میرا آپ سے کوئی تعارف نہیں، رشتہ وتعلق نہیں یونہی سرِ راہ چلتے ہوئے آپ نے مجھے پکڑ لیا اور اس قدر احسانات کر کے زیرِ بار کیا، اور آیندہ پھر آنے کی دعوت دے رہی ہیں آخر ماجرا کیا ہے؟''

بڑھیا بولیں:

''بیٹا بات یہ ہے کہ میرا فرزندِ دل بند کئی سال ہو گئے مجھ سے بچھڑا ہوا ہے، اس کی شکل دیکھنے کو ترس گئی ہوں، تیری شکل اس سے کچھ ملتی جلتی ہے اس لیے تجھے دیکھ کر مجھے سکون ملتا ہے، دل کی ڈھارس بندھتی ہے۔''

اس سے اندازہ لگائیں وہ بڑھیا اللہ کی ایک مخلوق ہے، بیٹا بھی اسی جیسی مخلوق ہے، ایک فانی مخلوق کو دوسری مخلوق سے بلکہ اس کی شکل وصورت سے اس قدر محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے کس قدر محبت ہوگی؟ اور محبوب کی صورت اختیار کرنے والوں سے بھی کتنا پیار ہوگا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ کی شبیہ بنانے کا حکم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ عطاء فرمایا کہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک لگائیں آگے اس میں روح میں ڈال دوں گا، اور وہ واقعۃً پرندہ بن جائے گا۔

ذرا سوچیے! کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں تھی کہ مٹی کا پرندہ بنائے بغیر ہی سچ مچ کا پرندہ پیدا فرما دیتے؟ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ بس یونہی ہوا میں پھونک مار دیا کریں پرندے بن بن کر اڑتے جائیں گے۔ یقیناً اس پر قدرت تھی اور ہے مگر اس سے بھی ایک سبق دینا مقصود تھا کہ صورت بنانا چونکہ آپ کے اختیار میں ہے پہلے وہ بنا لیجیے پھر اس میں روح میں پھونک دوں گا۔

آپ لوگ بھی پہلے ذرا مسلمان کی سی صورت بنالیں پھر اللہ سے یوں دعاء کریں:

''یااللہ! صورت مسلمان کی میں نے بنالی اب اس میں رُوح تو پھونک دے۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں''

جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر اپنی رسیاں اور چھڑیاں لے کر آئے انہیں پھینکنے کی دیر تھی کہ وہ سب کے سب سانپ بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا پھینکا جو بہت بڑا اژدھا بن گیا اور جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا، یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر ایمان لے آئے، ایمان بھی کتنا پختہ کہ فرعون نے جب دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوادوں گا، تمہیں سولی پر لٹکادوں گا تو وہ للکار کر کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاo (۲۰-۷۲)

ارے مردود! تو کس چیز سے ہمیں ڈرا رہا ہے؟ جو چاہے فیصلہ کردے تو ہمارا کر کیا لے گا؟ زیادہ سے زیادہ ہماری جان لے لے گا دنیوی زندگی ختم کردے گا اندازہ لگایئے دنیوی زندگی کی قدر ومنزلت ان کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ رہی تھی، دنیا کی زندگی ختم بھی ہوگئی تو کیا ہوگیا وطن پہنچ جائیں گے، بس اِدھر ایمان لائے اور ادھر انہیں اتنا اونچا مقام حاصل ہوگیا، وقت کے سب سے بڑے جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ.

ہمارا جو چاہے کرلے، جادوگروں کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطاء فرمایا، مگر ان کے مقابلہ میں فرعون جو سالہا سال موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا بلکہ انہیں اپنی گود میں

پالا راندۂ درگاہ ہی رہا۔ ہوتا تو سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے لیکن حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس کا ایک ظاہری سبب یہ تھا کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں آئے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مقابلہ کا ایک طریقہ تھا شاید اب بھی دنیا میں کہیں اس کا رواج ہو۔ بہرحال اس وقت یہی دستور تھا کہ مقابلہ کے دونوں فریق ایک لباس میں ہوں۔ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو پابند نہ کر سکتے تھے کہ ہمارے جیسا لباس پہنیں اس لیے انہوں نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن لیا، بس لباس میں مشابہت پر ہی اللہ کی رحمت کو جوش آ گیا اور ایک لمحہ میں ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اندازہ لگائیے کہ محبوب کی صورت اختیار کرنے کا کیا اثر ہوتا ہے؟

اب سنیے! جن کے دلوں پر اثر ہو جاتا ہے ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

نیوی کے فوجی افسر کا قصہ:

نیوی کا ایک سپاہی میرے بیان میں آ گیا، پہلی ہی بار آیا اور بے چارہ پھنسا، ڈاڑھی کے بارے میں بیان سُنا اور جا کر اپنے افسر کو درخواست دی کہ میں ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں، یہ ستم بھی دیکھیے کہ رحمٰن کے حکم پر عمل کرنے کے لیے شیطان سے پوچھنا پڑتا ہے، فوج کا قانون ہے کہ افسر سے اجازت لیے بغیر کوئی ڈاڑھی نہیں رکھ سکتا، پہلے تحریری درخواست دو۔ اس نے بھی درخواست دی لیکن افسر نے نامنظور کی، آخر باہمت نوجوان نے بلا اجازت ہی ڈاڑھی رکھ لی جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا، افسر سے سامنا ہونا ہی تھا دیکھتے ہی وہ بولا:

''یہ کیا کر دیا؟ تمہیں ڈاڑھی رکھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ابھی فوراً منڈا کر آؤ اور آ کر مجھے دکھاؤ ورنہ گولی سے اُڑا دوں گا۔''

فوج کے قوانین بڑے سخت ہوتے ہیں۔ اب اس سپاہی کا جواب سنیے، اللہ کرے کہ یہ بات دِلوں میں اُتر جائے، اپنے افسر کو رُوبرو جواب دیتا ہے:

''یہ گردن تو کٹ سکتی ہے ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔''

وہی جواب جو ایمان لانے والے جادوگروں نے فرعون کو دیا تھا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ.

وہ خودسر افسر اس جواب کی تاب کہاں لاتا، فوراً اسے فوجی جیل میں بند کر دیا۔ بند کر کے باہر پہرہ بٹھا دیا گیا لیکن قرآن مجید کا اعلان ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً (الآیۃ)(۶۵-۲)

''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتے ہیں۔''

اسبابِ ظاہرہ کے تحت فوجی جیل میں اس قیدی تک کسی کی بھی رسائی کا کوئی امکان نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے راہ پیدا فرما دی کہ ایک شخص کسی طرح اس سے ملنے میں کامیاب ہو گیا، اس کے حالات دریافت کیے اور مجھے آکر پورا قصہ سنا دیا میں نے فتویٰ لکھا:

''جس افسر نے اس سپاہی کو جیل میں رکھا ہے اس کا ایمان جاتا رہا وہ مرتد ہو گیا اب دوبارہ اسلام قبول کرے، اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ٹوٹ گیا دوبارہ نکاح کرے اور اس سپاہی کو فوراً رہا کر دے اور اس سے معافی بھی مانگے، اگر یہ افسر یہ کام نہیں کرتا تو حکومت پر فرض ہے کہ اسے موت کی سزا دے اور یہ سزائے موت بھی عام طریقے سے نہیں عبرت ناک طریقے سے دے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام ذرائع ابلاغ سے اس کا اعلان کرے کہ فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں وقت میں فلاں کھلے میدان میں ایک ایسے مرتد افسر کو سزائے موت دی جائے گی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت اختیار کرنے پر ایک مسلمان کو سزا دی اور اسلام کے ایک اہم شعار کی توہین کی، پھر وقتِ موعود پر اسے حاضر کر کے تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے، اگر حکومتِ پاکستان ایسا اقدام نہیں کرتی تو ایسی بے دین

حکومت کو مسلمانوں پر مُسلط رہنے کا کوئی حق نہیں، حکومت دنیا و آخرت میں اسلام دُشمنی کے انجامِ بد اور ذلت و رُسوائی کا انتظار کرے۔‘‘

فتویٰ تو لکھ دیا مگر آگے پہنچانے کا مسئلہ تھا بظاہر اس کا بھی کوئی حل نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دستگیری کی اور یہ لاینحل مسئلہ بھی حل ہو گیا، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھیج دیا وہ فتویٰ حاصل کر کے اس تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے وہ فتویٰ فوج کے بڑے افسروں کو دکھا دیا۔ اس نے لکھا:

’’میں جب بھی یہ فتویٰ کسی افسر کو دکھاتا وہ بھیگی بلی کی طرح بھاگ جاتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا رُعب ڈال دیا، آخر مقدمہ کا چکر ختم ہو گیا، جیل سے رہائی مل گئی اور ملازمت بھی بحال ہو گئی، سب معاملات اللہ تعالیٰ نے درست کر دیے، دیکھیے ایک فتویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام لیے۔ مسلمان سپاہی کے تمام مسائل حل ہو گئے اور ساتھ کے ساتھ بد دماغ افسر کا دماغ بھی ٹھیک ہو گیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ! یہاں ’’دار الافتاء والارشاد‘‘ میں کسی قسم کی رعایت سے کام نہیں لیا جاتا، اسی قسم کی دوٹوک اور کھری باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ہمارا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کام لے رہے ہیں سب ان کی دستگیری ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس فوجی کی سی ہمت اور اس جیسا جذبہ عطاء فرمائیں کہ کسی بڑے سے بڑے جابر سے بھی مرعوب نہ ہوں کوئی دین میں آڑے آئے تو یہ نعرۂ مستانہ بلند کریں:

’’گردن کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔‘‘

ڈاڑھی منڈانے کٹانے کی وبا تو آج کل عالم گیر ہے، کیا مسلمان کیا کافر سب یکساں اس کی لپیٹ میں ہیں، لیکن اس گناہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

ڈاڑھی مُنڈانے کی اِبتداء:

اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کے نتیجے میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ و برباد کیا

ان میں سے ایک کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے کہ وہ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے، دوسرے بعض گناہوں کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، ٹخنے ڈھانکتے تھے، گاتے بجاتے تھے اور بھی بہت سی بُرائیوں میں مبتلا تھے۔ (درِمنثور)

یہ ڈاڑھی کیوں منڈاتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں لڑکوں سے بدفعلی کا مرض عام تھا ان میں جو لوگ یہ کام کراتے تھے وہ ڈاڑھی مونڈ کر رکھتے تھے تاکہ اوباش مردوں کا میلان ان کی طرف باقی رہے، شاید ان میں جو رنڈیوں کی طرح مستقل اس کا پیشہ کرتے ہوں وہ ڈاڑھی منڈاتے ہوں اور جو کبھی کبھار کرتے ہوں وہ ڈاڑھی کٹاتے ہوں۔

لڑکوں سے بدفعلی کی اِبتداء:

اِس ملعون کام کی ابتداء دنیا میں کب سے ہوئی اور کیسے ہوئی؟ سنیئے کسی کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ شیطان حسین لڑکے کی صورت بنا کر کسی باغ میں گھس آیا اور چوری کرنے لگا، باغ کے مالک نے پکڑ لیا لیکن منت سماجت کی تو اس نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر آکر چوری کی اور پکڑے جانے پر منت سماجت کر کے چھوٹ گیا، اسی طرح تیسرے روز، پھر چوتھے روز، غرض بلا ناغہ آکر چوری شروع کردی، باغ کا مالک بھی تنگ آگیا کہ اس سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ آخر شیطان نے خود یہ تجویز رکھی:

> ’’اگر باغ بچانا چاہتے ہو اور یہ خواہش رکھتے ہو کہ یہاں آنا چھوڑ دوں تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ مجھ سے بدفعلی کرو۔‘‘

یہ انوکھی شرط سن کر مالکِ باغ تو ہکا بکا رہ گیا، شیطان بھی طرح طرح سے چکمہ دیتا رہا، آخر اسے آمادگی ظاہر کرنا پڑی، مرتا کیا نہ کرتا، پہلی بار تو ناک منہ بند کر کے اس گٹر میں گودا، یوں اس لعنت کی ابتداء ہوئی۔ شیطان بھی روزانہ حسین لڑکے کی صورت میں پہنچ جاتا اور ڈرا دھمکا کر اس سے مقصد نکالتا، رفتہ رفتہ اس کی نفرت بھی ختم ہوگئی، ناک منہ بند کرنا چھوڑ دیا، آگے چل کر نفرت کی جگہ رغبت نے لے لی۔ سو جو لوگ شیطان کی

یہ سنت اداء کرنا چاہتے ہیں انہیں ڈاڑھی منڈانا پڑتی ہے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے پر مزید وعیدیں اور تفصیل حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''ڈاڑھی منڈانا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا مذاق اُڑانا کفر ہے'' اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''ڈاڑھی کی شرعی حیثیت'' اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''ڈاڑھی کی شرعی اہمیت'' میں دیکھیے۔

بے پردگی کا سیلاب:

اب لیجیے دوسرا مسئلہ، پردے کے معاملہ میں بھی مسلمانوں میں وہی بے اعتنائی اور بے توجہی ہے ہر طرف بے حیائی اور کھلی بغاوت کا مظاہرہ ہے۔ ڈاڑھی کٹانے کے مفاسد تفصیل سے بتا چکا ہوں، جو وبال اس گناہ پر ہے وہی وبال بے پردگی پر بھی ہے کہ دونوں ایک نوعیت کے گناہ ہیں، دونوں میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان ہے۔ بلکہ بے پردگی میں ایک بڑی قباحت مزید یہ ہے کہ بقیہ تمام گناہ تو گنہگار انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں لیکن بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں بلکہ ان تمام لوگوں تک پھیلا ہوا ہے جو اس عورت کو بُری نیت سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے دیوث رشتہ داروں پر جو اسے ایسی بے حیائی سے نہیں روکتے گویا اکیلی جہنم میں جانے کی بجائے پوری ایک جماعت کو ساتھ لیے جا رہی ہے، اس پہلو سے یہ گناہ اپنی شناعت اور بُرائی میں دوسرے گناہوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اس مسئلہ میں بھی نفس و شیطان نے آج کے مسلمانوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، بظاہر اچھے اچھے سمجھدار لوگ بھی یہ کہہ دیتے ہیں:

''بھلا قریبی رشتہ داروں سے کیا پردہ ہے؟''

اور کوئی رسمی پردہ کے بارہ میں کہتا ہے:

''ہمارے گھر میں تو مکمل پردہ ہے۔''

میں نے ''بظاہر سمجھ دار'' کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ ہیں تو یہ بھی بھٹکے ہوئے، شریعت سے دور، لیکن شکل وصورت سے سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں ورنہ حقیقت میں سمجھ دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہ کرتے۔

یہ بظاہر سمجھ دار اور عقل مند لوگ جنہیں بھلے بُرے کی پوری طرح تمیز ہے، دوست دُشمن کی ٹھیک ٹھیک شناخت ہے ان کی عقلوں پر بھی ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ تعجب سے پوچھتے ہیں:

''کیا قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ ہوتا ہے؟''

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام رشتہ داروں کے نام ایک ایک کر کے گنوا دیے ہیں جن سے عورت کو پردہ نہیں باقی ہر مرد سے اسے پردہ ہے۔

دوسرے یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے اس سے پردہ بھی فرض ہے، یہ تو اتنی موٹی سی حقیقت ہے جسے سمجھنے کے لیے کسی گہرے علم وبصیرت کی بھی ضرورت نہیں، ہر شخص سوچ کر فیصلہ کر لے کہ جب اس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے تو اس سے پردہ کیوں نہیں؟ بات تو دو اور دو چار کی طرح صاف ہے مگر کیا کیا جائے کہ نافرمانی کی نحوست سے عقلیں مسخ ہوگئی ہیں شریعت کی موٹی سی بات سمجھنا بھی دشوار ہورہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمارہے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ اَغیار کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آگیا تو بس! مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے مسلمان پر فرض ہے کہ سرِ تسلیم خم کر دے۔

دوسری بات یہ کہ عقل وقیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کا زیادہ اہتمام کیا جائے اس لیے کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا کہ عورت گھر سے نکلی کسی اجنبی کی نگاہ پڑی اور وہ اس سے لپٹ گیا بلکہ بدکاری کا دروازہ کسی کے بار بار آنے جانے اور

ملنے ملانے سے کھلتا ہے، بے روک ٹوک کسی کے گھر آنا جانا شروع کیا، وہاں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر مجلس بازی کی، اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے رہے، کھاتے پیتے رہے، ایک دوسرے کے جلوے دیکھتے دکھاتے رہے۔ اس قسم کے میل جول سے بدکاریوں کے دروازے بلکہ پھاٹک کھلتے ہیں۔ اب خود سوچ لیجیے کہ اس قسم کا خطرناک میل جول ناواقف اجنبی لوگوں سے ہوتا ہے یا ان قریبی رشتہ داروں سے جن کے آنے جانے پر کوئی روک نہیں، جن کے لیے گھروں کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں، سو جہاں شدید خطرہ ہے وہاں پردہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے اور جہاں خطرے کا امکان کم ہے وہاں مکمل پردہ، ماتم کرنا چاہیے ایسی عقل پر۔

چہرہ کا پردہ:

اب ایک نئی بات لندن میں آکر سُنی، یہ مغربی ممالک چونکہ بہت ترقی یافتہ ہیں اس لیے ترقی کرتے کرتے اب ان کو ''ریورس گیئر'' لگ گیا ہے، یہ ترقی میں ہیں مگر ان کی ترقی اُلٹی ترقی ہے ترقی معکوس، یہاں نئی اور عجیب بات سُنی ہے:

''بے شک عورتوں کو پردہ ضروری ہے مگر عورت کا چہرہ پردے میں داخل نہیں۔''

سبحان اللہ! کیا کہنے اس انوکھی تحقیق کے، بلکہ نئے انکشاف کے، دل تو چاہتا ہے کہ شیطان کی ان دسیسہ کاریوں کا ایک ایک کر کے جواب دوں مگر بات ذرا مختصر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ساری باتیں آجائیں، یا اللہ! ان مختصر باتوں میں بھی وہی اثر رکھ دے جو مفصل طریقے سے سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ ایک چھوٹی سی مثال سے اس کو سمجھ لیجیے، ان بے دین لوگوں کے ہاں یہ عام رواج ہے کہ جب رشتہ کرنے لگتے ہیں تو لڑکے والوں کو لڑکی کی تصویر بھیجتے ہیں، تصویر پر جو سخت لعنتیں آئی ہیں وہ تو بعد میں بتاؤں گا ابھی ذرا مثال سمجھ لیں، مثلاً لڑکی ٹورنٹو میں ہے اور لڑکا ہے کراچی میں تو یہاں سے لڑکی کی تصویر بھیج دیں گے، سو ایسے موقع پر اگر لڑکی چہرہ کی بجائے باقی سارے جسم کی تصویر بھیج دے تو بتایئے:

''لڑکا یا اس کے والدین یہ رشتہ قبول کریں گے؟''

کبھی نہیں! وہ تو یہی کہیں گے:

''اصل دیکھنے کی چیز تو چہرہ ہے وہ تو ہم سے چھپالیا، اس تصویر کو ہم کیا کریں گے؟ خواہ ایسی سینکڑوں تصویریں ہوں ان کو رکھو اپنے پاس ہمیں تو چہرہ دیکھنا ہے۔''

اور اگر چہرے کی تصویر تو بھیج دی باقی جسم کا کچھ بھی نہیں بھیجا تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا کہیں گے ہاں! ٹھیک ہے۔ ایسے ہی اگر لڑکے کی تصویر مانگی جائے مثلاً لڑکا لاہور یا اسلام آباد میں ہے اور بیگم صاحبہ ٹورنٹو میں ہیں دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں، لڑکے نے سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کی تصویر بھیج دی مگر چہرہ چھپالیا تو لڑکی والے قطعاً قبول نہ کریں گے، رُوبرو دیکھنے میں بھی چہرہ ہی دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو دُنیا کی عقل تو ہے دنیا کے معاملے میں بڑے ہوشیار ہیں لیکن دین کے معاملہ میں یہ عقل کام نہیں دیتی اسے ''ریورس گیئر'' لگ جاتا ہے، شادی کے لیے چہرہ کا دیکھنا ضروری ہے لیکن جب آئے پردے کی بات تو اب چہرے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ فتنہ کا مرکز چہرہ ہے، اجنبی نگاہوں کے لیے ساری کشش اور جاذبیت اسی چہرے میں ہے، سو یہ کہنا:

''چہرے کا کوئی پردہ نہیں باقی سارے جسم کا پردہ ہے۔''

کتنی بڑی حماقت ہے، قرآن مجید میں جتنی آیات پردہ کے بارے میں آئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی جتنے ارشادات پردہ کے بارے میں ہیں یہ سب کے سب چہرے سے متعلق ہیں ان سب میں بار بار چہرہ چھپانے کی تاکید ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیویاں جو درحقیقت پوری اُمت کی مائیں ہیں، ان سے متعلق بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صاف صاف حکم ہے:

''جب تم ان سے کوئی چیز پوچھنے آؤ تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو، رُوبرو کھڑے ہو کر مت پوچھو۔''

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (۳۳-۵۳)

اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا:

''جب ضرورت کی بات کرو تو آواز میں نرمی مت پیدا کرو کرخت لہجہ میں بات کرو۔''

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ. (۳۳-۳۲)

ذرا سوچیں پوچھنے والے کون؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کا اتنا اونچا مقام کہ ان کے تقدس پر ملائکہ رشک کریں، اللہ کے ایسے مقبول اور برگزیدہ بندے۔ کن سے پوچھ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اور ان سے رشتہ کیا ہے؟ وہ پوری امت کی مائیں ہیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (۳۳-۶)

کیا پوچھ رہے ہیں؟ دین کی بات۔ ان سب باتوں کے باوجود حکم ہوتا ہے کہ نرمی سے بات مت کرو۔

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ کیا اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے یہ احتمال تھا کہ نزاکت سے چپا چپا کر بات کریں گی؟ قطعاً نہیں! اس بات کا تو دُور دُور تک کوئی احتمال نہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ نرمی سے بات نہ کرو، انسان کو روکا تو اس چیز سے جاتا ہے جس کا کوئی احتمال ہو، جس چیز کا احتمال ہی نہ ہو اس سے روکنے کا کیا فائدہ؟

جواب یہ ہے کہ عورت کی آواز میں خلقۃً پیدائشی طور پر جو نرمی پائی جاتی ہے وہ بھی اختیار نہ کریں، جب ضرورت سے بات کرنا پڑے تو بتکلف آواز میں سختی پیدا کریں۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں ایسی خواتین بھی ہیں جو اپنے حالات میں لکھتی ہیں:

''ہم نے وعظ میں یہ بات سنی تو اس کے بعد سے یہ معمول بنالیا ہے کہ کبھی

کسی غیرمحرم سے بات کرنا پڑے تو ایسے سخت لہجے میں بات کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں یہ عورت تو کوئی چڑیل ہے ڈائن ہے، ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ عورت لڑ ہی نہ پڑے۔''

غیر مَردوں سے چڑیل بن کر بات کریں، یہ جو حکم ہے کہ بات میں نرمی نہ اختیار کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کرتے ہوئے آواز میں بتکلف خشونت اور سختی کا لہجہ پیدا کریں۔

لطیفہ:

ایک لطیفہ یاد آ گیا ایک بار صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر ایک اچھے دین دار مولوی صاحب پلیٹ فارم پر کسی سواری کو لینے یا چھوڑنے آئے ہوئے تھے، ریل کے ڈبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ برقع پہنے بیٹھی ہے مگر نقاب اوپر کر کے لوگوں کو جلوے دکھا رہی ہے، مولوی صاحب اس کے پاس گئے، کہنے لگے:

''بی بی! آپ کو سردی لگتی ہے۔''

وہ بولی..................''نہیں۔''

لیکن مولوی صاحب اصرار سے کہنے لگے:

''نہیں نہیں بی بی سردی لگتی ہوگی۔''

مولوی صاحب بوڑھے تھے، عورت بولی......''بابا! کیا بات ہے؟''

مولوی صاحب نے کہا:

''بات یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصود پردہ ہوتا تو چہرہ پر نقاب ہوتا، لیکن آپ نے نقاب اُلٹا ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سردی لگ رہی ہے اسی لیے برقع پہن رکھا ہے، پردہ آپ کا مقصد نہیں۔''

یہاں مغربی ملکوں میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں کوٹ پہن کر جو باہر نکلتی ہیں تو

سردی کی وجہ سے ورنہ پردہ وردہ تو اس میں ہوتا نہیں۔

پردہ تو چہرہ کا ہے، چہرے کے پردہ کی کس قدر تاکید ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ خطاب فرمایا ہے کہ اپنی اپنی نظریں نیچی رکھیں مردوں کی نظر عورتوں پر اور عورتوں کی نظر مردوں پر نہ پڑے۔ اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ نظروں کی حفاظت کے بغیر بدکاری سے بچنا مشکل ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۝ (۲۴-۳۰)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. الآیۃ (۲۴-۳۱)

ایک بار مشہور نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اس وقت اُمہات المؤمنین میں سے حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن اندر موجود تھیں، صحابی نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیبیوں کو حکم فرمایا کہ ان سے پردہ کرلیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ صحابی نابینا نہیں؟ ان سے پردہ کے کیا معنی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افعمیا وان انتما.

''کیا تم بھی اندھی ہو؟''

الستما تبصرانہ؟ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

''کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو۔''

وہاں تو پردہ کا اتنا اہتمام ہو رہا ہے کہ کسی نابینا اور معذور مرد پر بھی عورت کی نظر نہ پڑے اور یہاں اتنی چھوٹ کہ کوٹ پہن لیا تو بس پردہ ہوگیا۔ شیطان بھی بہت بڑا شریر

ہے اس نے اپنے بندوں کو ایک یہ سبق بھی پڑھا رکھا ہے:

''چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد سے کوئی پردہ نہیں یہ تو بھائی ہیں، بھائی سے کیا پردہ؟ اور بھلا دیور سے بھی پردہ ہوسکتا ہے؟ وہ تو گلے کا زیور ہے۔''

''دیور'' ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''دوسرا شوہر''۔ ایک بھائی کی شادی ہوجائے تو سب بھائیوں کے مزے ہوجاتے ہیں اور بیگم صاحبہ بھی خوش کہ ایک تیر سے کئی شکار۔

''ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا۔''

کس کس بات کا رونا رویا جائے یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھا، خالو، شوہر کا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا، تقریباً وہ تمام قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے، ان کے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ تو ہمارے اپنے ہی ہیں ان سے کیا خطرہ؟

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو چلائے ہائے گل میں پکاروں ہائے دِل
بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اگر اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ذرہ عطاء فرمادیں تو دماغ میں عقل بھی آجاتی ہے، یاد رکھیے! دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دماغ میں عقل دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت دِل میں ہوگی تو دِماغ میں بھی عقل آئے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دِل

خالی ہے تو لازماً دماغ بھی عقل سے خالی ہوگا۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں اس کے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ لید بھری ہوئی ہے گوبر بھرا ہوا ہے، اسی لید اور گوبر کو عقل سمجھے بیٹھا ہے۔

ان بے دین لوگوں کی یہ منطق:

''چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی ہیں ان سے پردہ کی کیا حاجت؟''

یہ جادو کی ڈبیہ ہے، یہ سارے زادُوں تو بھائی ہیں ان سے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر انہی بھائیوں سے شادی بھی کرلیتی ہیں، اگر یہ بھائی تھا تو شادی کیسے جائز ہوگئی؟ یہ جادو کی ڈبیہ ہے ایک طرف دیکھو تو دونوں بھائی بہن ہیں، مگر پلٹ کر دوسری طرف دیکھو تو دونوں میاں بیوی ہیں۔ بیک کرشمہ دو کار! اللہ تعالیٰ کی محبت سے جو دِل خالی ہوتا ہے عقل تو اس میں ہوتی ہی نہیں اس کی مت ماردی جاتی ہے، ہاں اگر دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آجائے تو عقل بھی لوٹ آتی ہے اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں۔

ڈاڑھی رکھنے والے فوجی کا قصہ سنایا تھا اب پردہ کے معاملہ میں بھی ایک باہمت خاتون کا قصہ سُن لیجیے۔

انگریزی کی پروفیسر اور شرعی پردہ:

ایک کالج میں انگریزی کی اُستاد نے میرا وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھ کر مکمل پردہ کرلیا اور مجھے خط لکھا:

''میں نے وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا جس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے مکمل پردہ کرلیا، جب کالج گئی تو برقع اوڑھ کر گئی (وہ بُرقع یہاں لندن والوں جیسا

فیشنی بُرقع نہیں تھا بلکہ مسلمانوں والا بُرقع تھا جس میں چہرہ چھپ جاتا ہے) کالج میں داخل ہوئی تو سامنے سے اس شعبہ کی ''ہیڈ'' مل گئیں، وہ برقع دیکھ کر انگلش میں کہنے لگیں:

''آپ کا دِماغ خراب ہوگیا ہے۔''

میں نے جواب میں کہا:

''دِماغ تو پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہوگیا ہے۔''

واقعۃً اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا دِماغ خراب ہوجاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجاتی ہے تو سارا فتور نکل جاتا ہے اور دِماغ ٹھیک ہوجاتا ہے۔ یا اللہ! سب مسلمانوں کے دِماغ ٹھیک کردے۔

اس باہمت خاتون کی ہمت دیکھ کر کالج کے دوسرے کئی شعبوں کی اُستادوں نے بھی پردہ شروع کردیا، اپنی شاگرد لڑکیوں کو بھی چادریں اوڑھادیں، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کالج کی مسموم فضاء میں رہنے والی خاتون کو شرعی پردہ کی توفیق عطاء فرمائی پھر ''ہیڈ'' کی مخالفت اور طنز و تشنیع کے باوجود ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آتی بلکہ روبرو جواب دے کر اس کا منہ بند کرتی ہیں اور ہمت و استقامت دکھا کر دوسری بہت سی خواتین کے لیے بے مثال نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان کو دیکھ کر وہ بھی پردہ شروع کردیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ثابت قدمی سب مسلمانوں کو نصیب فرمادیں۔

پردہ کے بارے میں میری دو کتابیں ہیں، ایک مطبوع وعظ ہے ''شرعی پردہ'' اس سے اللہ تعالیٰ نے بہت کام لیا ہے بے شمار خاندانوں کو بے حیائی کے عذاب اور دنیا و آخرت کی رُسوائی سے بچالیا۔ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقۂ جاریہ بنائیں۔

دوسری تصنیف ہے ''پردۂ شرعی''۔

اس وقت تو میں نے بہت مختصر سا بیان کیا ہے تفصیل ان کتابوں میں دیکھیں۔

۳- مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا:

یہ مرض بھی بہت عام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جہنم کی وعید سنائی ہے:

ما اسفل من الكعبين من الازار في النار (بخاری)

یہ گناہ بھی عورتوں سے مشابہت اور نسوانیت کے شوق ورغبت سے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا مگر ان کی عقلوں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا یہ وبال پڑ گیا ہے کہ انہیں عورتیں بننے کا شوق ہے، ایسے مردوں پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. (بخاری)

۴- تصویر کی لعنت:

تصویر کی حرمت اور اس پر بہت سخت وعیدوں کے بارے میں حدیثیں اتنی زیادہ ہیں کہ صرف ایک کتاب صحیح بخاری میں اس پر مستقل دس باب ہیں جن میں سے اس وقت صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہوں:

عن وهب السوائي رضي الله تعالىٰ عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم لعن اٰكل الربوٰا وموكله والواشمة والمستوشمة والمصوّر. (رواہ الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، جسم گودنے والی پر، گدوانے والی پر اور تصویر ساز پر لعنت فرمائی۔''

قال عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اشد الناس عذاباً عندالله المصوّرون.

’’قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت ترین عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔‘‘

قال ابوھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا حبة ولیخلقوا ذرة الحدیث.

’’اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو عمل خالقیت میں میرا مقابلہ کرنے لگا، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک ذرہ تو پیدا کرکے دکھائیں۔‘‘

قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا: قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علیٰ سھوة لی فیہ تماثیل، فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھتکہ وقال اشد الناس عذاباً یوم القیٰمة الذین یضاھون بخلق اللہ.

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے طاق پر تصویر دار پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا روزِ قیامت سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفتِ خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی نقل اتارتے ہیں۔‘‘

عن ابی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکة بیتا فیہ کلب ولاتصاویر.

’’جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔‘‘

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا انھا اشترت نمرقة فیھا تصاویر فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالباب فلم یدخل فقلت اتوب الی اللہ مما اذنبت. قال ما ھذہ النمرقة؟ قلت لتجلس علیھا وتوسدھا، فقال ان اصحاب ھذہ الصّور

یعذّبون یوم القیٰمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم وانّ الملئکۃ لا تدخل بیتا فیہ الصّور.

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تصویر دار تکیہ خریدا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر رُک گئے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے عرض کیا: مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ میں اپنے گناہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس مقصد سے لیا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت ان تصویر سازوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی مخلوق تصاویر کو زندہ کر دکھاؤ، اور بلاشبہ فرشتے ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔''

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال سمعت محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من صوّر صورۃ فی الدنیا کلّف یوم القیٰمۃ ان ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ.

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دُنیا میں تصویر بنائی اسے روزِ قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے گا۔''

نہ روح پھوک سکے گا نہ ہی عذاب میں تخفیف ہوگی۔

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال وعدالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم جبریل فراث علیہ حتیّ اشتد علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلقیہ فشکا الیہ ما وجد فقال لہ انا لاندخل بیتا فیہ صورۃ ولا کلب.

''حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا مگر وقت پر نہ آئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے رنج و زحمت انتظار کا شکوی فرمایا، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا جس گھر میں کتا یا تصویر ہو ہم اس میں داخل نہیں ہوتے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں یہ دونوں چیزیں اس وقت گھر میں آ گئی تھیں، جبریل علیہ السلام نے بتایا تو آپ نے ان کو ہٹوا دیا۔

یہ وعیدیں ہر قسم کی تصویر سے متعلق ہیں خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا در و دیوار پر، سکے پر نقش کی جائے یا نوٹوں پر چھاپی جائے، بہر کیف یہ احادیث میں مذکورہ وعیدوں کا مصداق اور حرام ہے۔

جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے جاتے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں سے آئے گی؟

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بچپن کا قصہ ہے کہ کوئی خادم آپ کو اٹھائے لے جا رہا تھا، اس سے اندازہ کر لیجیے کتنی عمر ہوگی؟ بالکل کمسن بچے ہی تھے لیکن گھر کے پاکیزہ ماحول اور بڑوں کی تربیت کا اثر دیکھیے، سامنے ایک شخص آ گیا جو ہاتھ میں کتا لیے جا رہا تھا، معصوم بچے نے اسے ٹوکا کہ یہ کتا کیوں لیے پھرتے ہو؟ یہاں (مغربی ممالک میں) تو ہر طرف کتے ہی کتے نظر آتے ہیں، کتوں کا راج ہے، اس لیے رحمت کے کسی فرشتے کا کہیں گزر بھی نہ ہوتا ہوگا، جدھر نظر اُٹھاؤ یوں لگتا ہے کہ یہاں کتے ہی بستے ہیں۔

اس پر ایک قصہ یاد آیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے کوئی مرید خرگوش شکار کر کے لایا، حضرت کی خدمت میں پیش کیا، اتفاق سے پاس ایک شیعہ بھی بیٹھا تھا ایک کتا وہاں سے گزرا، خرگوش کے قریب آ کر ڈر کے مارے پیچھے کو ہٹ گیا، شیعہ مذہب میں چونکہ خرگوش حرام ہے اس لیے شیعہ نے چوٹ کی، بولا مولانا! آپ وہ چیز کھاتے ہیں جسے کتا بھی نہ کھائے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقد جواب دیا، مگر کمال یہ کہ جواب میں کوئی نئی بات کرنے کی بجائے اسی رافضی کا جملہ دُہرا دیا، فرمایا ہاں! درست کہتے ہو کہ اسے ہم ہی کھاتے ہیں کتے نہیں کھاتے (شیعہ نہیں کھاتے)

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا یہ کتا کیوں پالا ہے؟ وہ بولا اس میں کون سا گناہ ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے حدیث سنائی:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا۔“

رحمت کا لفظ نہیں کہا صرف فرشتہ کہا، بعض احادیث میں بھی ایسا ہی آیا ہے لیکن مراد رحمت کے فرشتے ہیں، وہ احمق بولا:

”اسی لیے تو یہ کتا پالا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ کبھی فرشتہ آئے گا نہ میں مروں گا۔“

اس شیطان کے بندے نے اپنے خیال میں بڑا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ فرشتہ کبھی آئے گا ہی نہیں تو مروں گا کیسے؟ لیکن معصوم بچے کا جواب بھی سنیے، بات یہ ہے کہ دل میں اللہ کی سچی محبت ہو تو کمسنی میں بھی عقل کامل ہوتی ہے اور گناہوں کی نحوست سے بڑوں کی عقل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے، شاہ صاحب نے فرمایا:

”اگر یہی بات ہے تو ایک دن اس کتے کو بھی تو مرنا ہے، بس جو فرشتہ اس کتے کی جان نکالے گا تیری جان بھی وہی نکالے گا گویا تو کتے کی موت مرے گا۔“

کشتی دیکھنے کا شوق:

ایک بار ایک شخص کے مکان میں جانے کا اتفاق ہوا، ویسے تو میرا معمول ہے کہ کسی بھی مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس کے چاروں طرف نظر دوڑا لیتا ہوں کہیں اس میں ایسی چیز تو نہیں رکھی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی لعنت کا سبب ہو اگر ایسی چیز ہو تو پہلے اس کو ہٹوا دیتا ہوں پھر بیٹھتا ہوں لیکن اس مکان میں جاتے ہوئے یہ خیال نہ رہا، مکان میں بیٹھتے ہی ایک جانب تصویریں لگی ہوئی نظر آ گئیں دوسری جانب بیت اللہ کا نقشہ لٹکا ہوا ہے، میں نے صاحبِ مکان سے کہا:

"آپ کشتی دیکھنے کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔"

وہ بولے:........."مجھے تو ایسا کوئی شوق نہیں۔"

میں نے کہا:

"نہیں، نہیں! آپ تو بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔"

جب میں نے کئی بار یہ بات دہرائی اور وہ بھی انکار ہی کرتے رہے تو میں نے کہا:

"دیکھیے ایک طرف تو آپ نے لعنت اور عذاب کے فرشتوں کو دعوت دے رکھی ہے، مگر دوسری جانب رحمت کے فرشتے بھی بلا رکھے ہیں، معلوم ہوتا ہے فرشتوں کو لڑا کر کشتی دیکھنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔"

انہوں نے تصویریں ہٹا دیں، یہ بات تو میں نے انہیں سمجھانے کے انداز میں کہہ دی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف فرما ہوں وہاں بھی جبریل علیہ السلام وعدہ کے باوجود نہیں آتے تو ایسی جگہ رحمت کے فرشتے کیوں کر آئیں گے؟ خواہ بیت اللہ کے ہزاروں نقشے ہی لٹکا لیں اس سے کچھ نہیں ہوتا، اُصول تو یہ ہے کہ جس جگہ جان دار کی صرف ایک تصویر ہو گی وہاں بھی رحمت کا کوئی فرشتہ نہیں آئے گا، یہ کشتی لڑانے والی بات یونہی مزاح میں کہہ دی، یہ حقیقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی جبریل علیہ السلام نہیں آتے صرف اس لیے کہ کتے کا ایک بچہ غیر شعوری طور پر مکان میں گھس آیا تو خود سوچیے جہاں پورا مکان ہی تصویروں سے اٹا ہوا ہو لعنت کی ایسی بھرمار ہو وہاں رحمت کے کسی فرشتہ کا گزر کیوں کر ہوگا؟

جہالت کا وبال:

بہت سے مسلمانوں کو یہ پتا ہی نہیں کہ یہ تصویر کتنی بڑی لعنت ہے، ایک فوٹوگرافر میرے پاس آئے اور کہنے لگے:

> ''مجھے تو علم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے میں تو اس کاروبار کو جائز سمجھتا تھا لیکن آج آپ کے بتانے پر پتا چلا کہ یہ حرام ہے مجھے کیا پڑی کہ اتنا بڑا گناہ اپنے سر لوں؟ مجھے تو مزدوری کرنا ہے، مزدوری کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے جب مقصد محنت ومشقت اور مزدوری ہی ہے تو حرام کی مزدوری کیوں کروں؟ بیوی بچوں کے پیٹ میں حرام کیوں ڈالوں؟ اس کی بجائے میں حلال کی مزدوری کیوں نہ کرلوں؟''

یہ قصہ میں نے اس لیے بتادیا کہ بے چارے عوام میں اب تک کئی لوگوں کو علم ہی نہیں کہ وہ کتنے بڑے گناہ کا شکار ہیں؟ اگر گناہوں سے متعلق ان کو مناسب انداز سے وعیدیں سنائی جائیں تو اس طریقے سے وہ راہِ راست پر آسکتے ہیں۔

تصویر کی حرمت کے دلائل پر میں نے ایک مستقل مفصل رسالہ لکھوایا ہے۔

ٹی وی کی لعنت:

یہ ٹی وی کی لعنت جو آج گھر گھر پھیل گئی ہے میں اسے ''ٹی بی'' کا نام دیتا ہوں یہ ٹی وی نہیں حقیقت میں ''ٹی بی'' ہے، جسم وجان کے لیے بھی ٹی بی، دین وایمان کے لیے بھی ٹی بی، دُنیا وآخرت دونوں تباہ۔

خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ. (۲۲-۱۱)

اس ''ٹی بی'' کے نقصان تو بے شمار ہیں، اس معاشرہ میں رونما ہونے والے لاتعداد واقعات اس کے شاہد ہیں۔ میں مختصراً دو قصے بتاتا ہوں جو میرے سامنے گزرے۔

لڑکی اندھی ہوگئی:

جب میں نے چشمہ بنوایا تو آنکھوں کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس معاینہ کروانے گیا۔ علماء کو اپنی صحت کا بالخصوص آنکھوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے، ایک عالم اور مفتی کی نظر تو بہت قیمتی چیز ہے، اس میں ذراسی غفلت بھی بہت نقصان دِہ ثابت ہوتی ہے۔

میں ڈاکٹر کے پاس گیا اسی دوران کچھ لوگ ایک چھوٹی سی لڑکی لے آئے ۸، ۹ سال کی عمر ہوگی، ڈاکٹر نے اس کا بھی معاینہ کیا اور بتایا:

''یہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر اندھی ہورہی ہے اگر اب بھی ٹی وی دیکھنا بند نہ کیا تو مکمل طور پر اندھی ہوجائے گی۔''

سائنس کا فیصلہ:

یہ تو میرے سامنے کی بات ہے اس سے پہلے ایک سائنس دان کا مضمون بھی میں نے خود پڑھا کہ ٹی وی اگر ایک کمرے میں چل رہا ہو تو اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی صحت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، اس کمرے کا تو کیا کہنا دوسرے کمرے تک بھی اس کا اثر جاتا ہے۔

دماغ کی رَگ پھٹ گئی:

ایک شخص نے بتایا کہ ان کے خاندان میں ایک لڑکی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی، اَمراضِ دماغ کے ماہر اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے معاینہ کر کے بتایا:

''لڑکی کی یہ رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے۔''

جس کے دماغ کی رگ ہی پھٹ گئی اس کے زندہ رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لڑکی کی جان لے کر ہی چھوڑی۔ خود سوچ لیجیے کہ ''ٹی بی'' ہے یا نہیں؟ دوسرے بہت سے گناہوں کی طرح ''ٹی بی'' سے متعلق بھی نفس وشیطان نے لوگوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، جیسے پردہ سے متعلق لوگوں کی باتیں بتا چکا ہوں:

''پردہ بہت ضروری ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، مگر ہے فقط دُور کے رشتہ داروں سے، قریبی لوگوں سے کوئی حجاب نہیں، کوئی شرم نہیں۔''

ٹی بی سے متعلق بھی بعض ''بظاہر سمجھ دار'' قسم کے لوگ بھی یہ بحث چھیڑ دیتے ہیں:

''اس میں نقصان تو واقعۃً ہے لیکن اگر دیکھنے والا احتیاط سے کام لے، گانے نہ سنے، عورتوں کی تصویریں نہ دیکھے، اور بھی کسی قسم کا فحش پروگرام نہ دیکھے اور زیادہ دیر بھی نہ دیکھے، اپنی صحت کا خیال رکھے تو ان شرطوں سے دیکھنے میں کوئی مضایقہ نہیں، بلکہ فائدے ہیں، بہت سی معلومات ملتی ہیں۔''

ان لوگوں سے متعلق ''بظاہر سمجھ دار'' کا لفظ میں نے استعمال کیا ہے بباطن یہ بے سمجھ اور کور عقل ہیں، اگر واقعۃً سمجھ دار اور عاقل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاتے، اس کے لیے ایسے چور دروازے نہ کھولتے، ان کی اس لاحاصل تقریر کا خلاصہ یہ کہ ''ٹی بی'' دیکھتے رہو مگر احتیاط سے، حالانکہ یہ سراسر غلط اور مہلک نظریہ ہے، خود مشاہدات اس کی تکذیب کر رہے ہیں، ہزاروں لاکھوں ''ٹی وی پرستاروں'' میں بھی کوئی اس کی پابندی نہیں کرتا، بلکہ خود یہ لوگ بھی جو احتیاط کا درس دیتے ہیں ایسی احتیاط نہیں کرتے، اور کر بھی نہیں سکتے۔ آخر کریں گے بھی کیوں کر؟ مثلاً انہوں نے درس دے دے کر لوگوں کو قائل کر لیا کہ روزانہ ایک گھنٹہ سے زیادہ ''ٹی وی'' دیکھنا سخت نقصان دہ ہے لوگوں نے بھی ان سے اتفاق کر لیا اور احتیاط کا وعدہ کر لیا، مگر اس کے بعد ہی ایک ٹی وی ڈرامہ شروع ہو گیا جو مسلسل تین گھنٹے چلتا ہے تو بتائیے:

''ان سے احتیاط کا وعدہ کرنے والوں میں کون سا احمق ہے جو درمیان سے

ڈرامہ چھوڑ کر اُٹھ جائے۔“

یہ لوگ خود بھی اُٹھنا گوارا نہ کریں گے، سو یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے:

”جس شخص کو بھی اس ٹی وی کی لت پڑ گئی وہ جان لے کر ہی چھوڑے گی۔“

تجربہ بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ اس قسم کی حدود وقیود کی کوئی شخص بھی رعایت نہیں رکھتا، آپ نے کسی چیز کی اجازت دی مگر دس شرطوں کے ساتھ، تو عوام صرف اجازت کا لفظ یاد کرلیں گے بلکہ پلے باندھ لیں گے اور شرطیں سب کی سب اُڑا دیں گے، کوئی ایک شخص بھی کسی ایک شرط کی بھی رعایت نہ کرے گا، اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا ہے تو اس کی بغاوت سے باز آجایئے توبہ کرلیجیے اس قسم کی واہیات تقریر سے گمراہی ہی پھیلے گی نافرمانیوں میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

ایک مریدنی کا قصہ:

عوام کی حالت تو یہ ہے کہ ایک خاتون بیس سال سے مجھ سے بیعت تھیں، مگر جوں ہی کسی مولوی کی یہ بے ہودہ تقریر سنی شوہر کے سر ہوگئی کہ مجھے بھی ٹی وی خرید دو، اس نے بہت سمجھایا اس کے نقصان بتائے مگر نہیں مانیں، اسے یہ تقریر ایسی دل کو لگی کہ ٹی وی لے کر ہی چھوڑا۔ میں نے اس کی بیعت ختم کردی۔ مگر پروا نہیں پیر ناراض ہو، شوہر روکے بلکہ اللہ بھی روٹھ جائے، سب کو چلتا کرو، شروع میں تو مولوی کی تقریر کا حوالہ کہ ان شرطوں سے ٹی وی دیکھنا جائز ہے مگر جب ٹی وی آگیا تو سب شرطیں رخصت! کوئی مولوی ایسی بات کرے تو اس پر قطعاً کان نہ دھریے، کوئی عالم باعمل مستند مولوی تو ایسی بات کبھی نہ کرے گا، کسی مولوی نما بہروپیے سے بھی دھوکا نہ کھایئے، جو لوگ اس قسم کی باتیں کرکے عوام کا دین خراب کرتے ہیں وہ سوچ لیں کتنا بڑا وبال اپنے سر لے رہے ہیں، لوگوں کا جس قدر دین خراب ہوگا، نمازیں برباد ہوں گی، وقت ضائع ہوگا، تصویر،

گانا بجانا اور ٹی وی کے دوسرے گناہوں میں ابتلاء ہوگا، جتنے لوگوں کی صحت کا دیوالہ نکلے گا، اندھے ہوں گے، دماغ کی رگیں پھٹیں گی، پھر ان مریضوں سے یہ متعدی مرض جہاں جہاں تک نسل در نسل منتقل ہوگا، یہ گناہوں کے سارے انبار اس شخص کے سر بھی ڈال دیئے جائیں گے، جو ٹی وی سے متعلق اس قسم کی تقریر کر کے لوگوں کو اس گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں پھر سُن لیجیے کہ عوام اس قسم کی شرطوں کو خاطر میں نہیں لاتے آپ کسی چیز کی مشروط اجازت دیں، تاکید کے ساتھ دس شرطیں بیان کر دیں، دس چھوڑ کر سو شرطیں لگا دیں مگر کوئی شخص بھی ان شرطوں کی رعایت نہ کرے گا، بس اتنا یاد رکھیں گے کہ فلاں مولوی صاحب نے اس کام کی اجازت دے دی ہے، اس ''ٹی بی'' کی بیماری سے خود بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اس معاملہ میں ذرہ بھر لچک یا نرمی روا نہ رکھیں۔

تنبیہ:

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتے ہیں، ٹی وی دیکھنے سے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے تو وہ اس نجاست کو بیچ دیتے ہیں یا کسی کو ہدیہ دے دیتے ہیں، خوب سمجھ لیں کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں، اس مجسمۂ نجاست سے ملنے والی رقم بھی حرام ہے، دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے اس شیطان کا علاج صرف یہی ہے کہ اسے تباہ کر دیا جائے، بہتر یہ ہے کہ اعلان کر کے بہت بڑے مجمع میں اس ''بڑے شیطان'' کو سنگسار کیا جائے پتھر مار مار کر تہس نہس کر دیا جائے، اللہ کے بہت سے بندے یہ جہاد کر کے دوسروں کو بھی سبق دے رہے ہیں، توڑنے کے بعد اس کی میت کو جلاتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب مسلمانوں کو عبرت کی آنکھ عطاء فرمائیں۔

ٹی وی کے دنیوی و اُخروی مفاسد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے میرا رسالہ ''ٹی وی کا زہر'' دیکھیں۔

گانا بجانا:

گانے بجانے اور سننے کے بارے میں حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

الغناء رقیۃ الزنا (الکشف الالٰہی)

''گانا زنا کا منتر ہے۔''

یہ ایک گناہ نہیں بلکہ کئی گناہوں کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی حرمت بیان فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر بہت سخت وعیدیں سنائی ہیں جن کی تفصیل میرے رسالہ ''گانے بجانے کی حرمت'' میں ہے۔

سُود کی لعنت:

یہ بھی بہت بڑی بغاوت ہے، سودی لین دین بینک کے ذریعہ ہو یا انشورنس کمپنی کے ذریعہ، سود کھانے کھلانے کی جتنی صورتیں ہیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، سب کی سب قطعی حرام ہیں۔ جو لوگ اس گناہ میں براہِ راست ملوث ہیں یا کسی بھی درجہ میں اس میں دخیل ہیں ان سب کے لیے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور اعلانِ جنگ بھی معمولی انداز سے نہیں بلکہ ایسا ناصحانہ و مشفقانہ انداز اختیار فرمایا کہ اگر کسی دل میں ذرا بھی ایمانی رمق اور اسلامی غیرت ہو تو وہ اس حرام خوری سے باز آجائے۔ چنانچہ فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
(۲-۲۷۸،۲۷۹)

اس مقام میں پانچ مختلف انداز اختیار فرمائے۔

① محبت کا انجکشن، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

یعنی اگر ایمان دار ہو، محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو آگے مذکور حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

② تنبیہ، اِتَّقُوا اللّٰہَ.

یعنی اگر دعوائے ایمان میں کچھ نقص ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو تو ان شاء اللہ حکم پر عمل آسان ہو جائے گا۔

③ حکم، وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا.

سُود خوری سے توبہ کرلو۔

④ محبت کا انجکشن، اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ.

حکم کو آسان کرنے کے لیے ایک بار پھر یہ بات سوچ لو کہ تم نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔

⑤ دھمکی، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ.

اگر کسی طرح بھی تمہاری کھوپڑی میں بات نہیں اُترتی تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن لو۔

یوں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ پر اعلان جنگ نہیں فرمایا، جنگ تو حربی کافر سے ہوتی ہے، مسلمان سے نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے سُود خور مسلمانوں سے بھی وہی اعلان فرمایا جو حربی کافروں کے لیے ہے کہ اس گناہ سے باز آجاؤ، سُود کھانا چھوڑ دو، ہمارے بندے بن جاؤ، ورنہ آخرت کا وبال تو ہے ہی دنیا میں بھی تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا صاف صاف اعلان جنگ ہے، باز نہیں آتے تو تمہاری گردنیں اڑا دی جائیں گی، اللہ کی زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جائے گا۔

یہ تو تھا قرآن کا اعلان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سُود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔'' (احمد، طبرانی، کبیر و اوسط)

ایک دِرہم ساڑھے تین گرام چاندی کا ہوتا ہے اور فرمایا:

''سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں چھوٹی سے چھوٹی خرابی ایسی ہے جیسے کوئی

اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔'' (حاکم علیٰ شرط الصحیحین)

آج کل صرف اتنا ہی نہیں کہ اس گناہ کی ہر طرف گرم بازاری ہے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس لعنت کو باعثِ عزت وافتخار سمجھا جاتا ہے، بڑے فخر سے کہتے ہیں:

''ہمارا ابا، ہمارا بیٹا بینک منیجر ہے۔''

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کئی لوگ گندگی کھانے میں مقابلہ شروع کردیں، جو سب سے زیادہ کھا جائے وہ فخر سے گردن اٹھا کر اعلان کرے:

''میں اتنے کلو پاخانہ کھا گیا ہوں، اس مقابلہ میں سب کو مات دے گیا ہوں۔''

مثال تو بھونڈی سی ہے مگر ہے سود خوروں کے بالکل حسب حال، پاخانہ بھی نجس ہے مگر اس کی نجاست سود سے کم درجہ کی ہے اور دیکھیے زنا کیسا بدترین اور گھناؤنا گناہ ہے مگر سود اس سے بھی چھتیس گنا بڑا گناہ ہے، اور ماں سے زنا کا تو کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا، سود خوروں کو یہ سب کچھ گوارا ہے لیکن یہ ایک گناہ چھوڑنا کسی صورت گوارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کو ہدایت دیں۔

حرام خوری پر وعیدیں:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ٥ (۲-۲۷۵)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (حیران ومدہوش) یہ (سزا) اس لیے ہوگی کہ ان لوگوں نے

کہا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پاس اُس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ (حکم آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ جہنم میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ بہ. (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پیدا ہوا وہ جنت میں نہ جائے گا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا جہنم کی آگ کا مستحق ہے۔''

عن ابی بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جسم حرام سے غذاء دیا گیا تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال من اشتریٰ ثوبا بعشرۃ دراھم وفیہ درھم حرام لم یقبل اللّٰہ لہ صلوۃ مادام علیہ ثم ادخل اصبعیہ فی اذنیہ وقال صمتا ان لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمعتہ یقولہ. (رواہ احمد)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے دس درہموں کے عوض کپڑا خریدا حالانکہ ان میں ایک درہم حرام تھا تو جب تک یہ کپڑا اس

پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ فرمائیں گے، پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے نہ سُنا ہوتو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔"

ابو الطفیل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه رفعه من کسب مالاً من حرام فاعتق منه ووصل منه رحمه کان ذلک اصرا. للکبیر بضعف (جمع الفوائد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حرام سے کچھ مال کمایا پھر اس سے غلام آزاد کیا اور اس سے صلہ رحمی کی تو یہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔"

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اتیت لیلة اسری بی علیٰ قوم بطونهم کالبیوت فیها الحیات تریٰ من خارج بطونهم فقلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء اکلة الربا وفی روایة من امتک. (رواہ احمد وابن ماجہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ایک ایسے گروہ پر گزرا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے تھے، میں نے کہا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔"

عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکل الربا وموکله وکاتبه وشاھدیه وقال ھم سواء. (رواہ البخاری ومسلم ولفظ لمسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، کھلانے

والے پر، سود کا معاملہ لکھنے والے پر اور سود کے معاملہ کے دونوں گواہوں پر،
اور فرمایا کہ گناہ میں وہ سب برابر ہیں۔"

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: الربا ثلاثة وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ (المستدرک ص ۳۷ ج ۲)

قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین.

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں
ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔"

عن عبداللہ بن حنظلة غسیل الملئکة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھم ربوٰا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستة وثلثین زنیة. (رواہ احمد والدار قطنی)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جسے کوئی شخص جانتے
ہوئے کھاتا ہے چھتیس زنا سے بھی بدتر ہے۔"

سود سے متعلق مزید تفصیل میرے رسالہ "سود خور سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کا اعلانِ جنگ" میں ہے۔

غیبت کا عذاب:

غیبت کرنے اور سننے کا مشغلہ بھی ان گناہوں میں سرفہرست ہے جنہیں آج کے
مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے آج بدقسمتی سے یہ گناہ ہماری مجلسوں کا
جزء لاینفک بن چکا ہے، غیبت کے بغیر گویا محفلیں بے رونق اور پھیکی ہیں اس لیے جہاں
بھی دو شخص مل بیٹھیں گے کسی تیسرے کی غیبت شروع کر دیں گے، اور مزے لے لے کر

کریں گے، اس طرف خیال تک نہیں جاتا کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کررہے ہیں، ایک تو علانیہ گناہ دوسرے اس کے گناہ ہونے کا احساس تک نہیں، گناہوں کی فہرست سے ہی اسے نکال ڈالا، گناہوں پر گناہ کا اِرتکاب ستم بالائے ستم! اللہ تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے کہ غیبت کرنے والا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھارہا ہے۔ ایک تو کسی عام انسان کا گوشت کھانا کتنا بدترین جرم ہے پھر اپنے سگے بھائی کا گوشت اور وہ بھی مردہ بھائی، ذرا تصور تو کیجیے کسی کا بھائی مرگیا، ماتم بپا ہے گھر بھر میں کہرام مچا ہوا ہے، مگر یہ درندہ چھری لے کر مردہ بھائی کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھارہا ہے اور مسلسل کھائے جارہا ہے ڈکار تک نہیں لیتا۔ یہ ہے اس گناہ کی حقیقت!

غیبت زنا سے بھی بدتر ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الغیبة اشد من الزنا (دیلمی)

''غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔''

اگرچہ اس روایت کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تخریج حدیث دیلمی میں اس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسنداً ذکر فرمایا ہے اور یہ روایت اُصولِ شریعت اور عقل کے بھی موافق ہے۔

عقلی لحاظ سے بھی غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی کئی وجوہ ہیں:

① غیبت حبِ جاہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور زنا حبِ باہ کی وجہ سے اور حبِ جاہ حبِ باہ سے کئی گنا زیادہ مہلک ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اور کبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ کبریائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ. (۴۶-۳۷)

''اور بڑائی تو صرف اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین میں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنۃ احد فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر

(رواہ مسلم)

''جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر کبر ہو۔''

غیبت کرنے والے کی نظر دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے اسے اپنے عیوب کی رف توجہ نہیں رہتی، اس لیے ان کی اصلاح کی فکر ہی نہیں رہتی جس کی اپنے عیوب پر نظر ہتی ہے اوران کی اصلاح کی فکر رہتی ہے وہ تو ہر وقت اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے اور ڈوبا ہتا ہے کہ معلوم نہیں کل قیامت میں میرا کیا بنے گا، میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے دل میں دو ے کا خیال تو آ ہی نہیں سکتا ۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

دوسروں کی عیب جوئی کے ایک مریض نے ایک بار حکومت کے عہدہ داروں کے بارے میں یہ مصراع پڑھا ؏

ہر شاخ پہ اُلّو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا

ہر شخص سیاسی مبصر بنا بیٹھا ہے، دوسروں کے عیوب پر نظر رہتی ہے، اپنے عیوب کی طرف کوئی توجہ نہیں، میں نے ان سے کہا:

''اپنے بارے میں بھی یہ سوچ لیا کریں کہ میں بھی ایک شاخ کا اُلّو ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کرلیا کریں یا اللہ! میرے حالات تو ہیں اُلّو جیسے

لیکن تیری رحمت بہت وسیع ہے میرے ان حالات کو اپنے بندوں کے
حالات جیسے بنادے۔“

ایک دن ہم فتح باغ سے تفریح کے بعد واپس آرہے تھے سامنے سے ایک گدھا گاڑی آتی دکھائی دی جس میں دو گدھے لگے ہوئے تھے وہ دونوں دور ہی سے زور زور سے چیخنے لگے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

”یہ گدھے تو ہمیں یہ بتارہے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہی ہو، اس لیے کہ گدھا عموماً اس وقت رینکتا ہے جب اسے کوئی دوسرا گدھا نظر آتا ہے، لہٰذا ذرا اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کر کے انسان بننے کی کوشش کریں۔“

④ غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی دوسری وجہ یہ کہ زنا خفیہ گناہ ہے اور غیبت سب کے سامنے علانیہ کی جاتی ہے، اور جو گناہ علانیہ کیا جائے وہ پوشیدہ گناہ سے زیادہ برا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ اُمَّتِىْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ (صحیح بخاری)

”میری پوری امت لائق عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔“

③ زنا سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے، بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہوئی تو کم سے کم اقراری مجرم تو ہے، خود کو گنہگار تو سمجھتا ہے، شاید اسی عجز وانکسار اور جرم کے اقرار سے اس کی مغفرت ہو جائے لیکن غیبت سے توبہ کی امید بہت کم ہے اس لیے کہ غیبت کرنے والا خود کو گنہگار سمجھتا ہی نہیں، بلکہ بہت نیک اور پاک دامن سمجھتا ہے۔

زنا اور بدکاری کو ہر شخص برا سمجھتا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے لیے اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا تو غیبت جو زنا سے بھی بدتر ہے اسے کیوں برا نہیں سمجھا جاتا اور اس سے بچنے کا کیوں اہتمام نہیں کیا جاتا؟

مال کاڈاکوزیادہ بُراہے یاعزت کاڈاکو:

شرعاوعقلاً چار چیزوں کی حفاظت ضروری ہے۔

① ایمان:

سب سے پہلے ایمان کی حفاظت کادرجہ ہے،اس کے لیےخواہ جان،عزت اور مال سب کچھ قربان کرناپڑے تو بھی ایمان کی حفاظت فرض ہے۔

② جان:

دوسرے نمبر پر جان کی حفاظت ہے۔یہ عزت اور مال کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے۔

③ عزت:

رے نمبر پر عزت کی حفاظت ہے۔عزت کی حفاظت مال کی حفاظت سے مقدم ہے۔

④ مال:

چوتھے نمبر پہ جا کر کہیں مال کی حفاظت کا حکم ہے۔

اب سوچیں کہ جوشخص کسی کے مال کونقصان پہنچاتا ہے اسے بہت بُرا بھلا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا ظالم ہے، ڈاکو ہے، لیکن جوشخص کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اس کی عزت کو قصان پہنچاتا ہے، مالی نقصان پہنچانے والا تو اس کے مال کا ڈاکو ہے،اور غیبت کرنے ااس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اس کی عزت کا ڈاکو ہے،سوغور کریں کہ مال کا ڈاکو زیادہ ہے یا عزت کا ڈاکو؟

غیبت کی حقیقت، اس پر سخت عذاب کی وعیدیں، غیبت سے بچنے کے نسخے، ںا سے معاف کروانے کے طریقے، یہ سب تفصیل میرے مطبوع وعظ ''غیبت پر میں ہے۔

آخرت کا مفلس:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا:

''مفلس کون ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا:

''جس کے پاس روپیہ پیسا نہ ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں، میں بتاتا ہوں کہ مفلس کون ہے، قیامت کے روز کچھ لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعمال نامے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اشراق چاشت، صدقہ وخیرات، غرضیکہ تمام عبادات سے بھرے ہوئے ہوں گے لیکن حساب وکتاب کا وقت شروع ہوگا تو ایک طرف سے ایک شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ یا اللہ! اس نے میری حق تلفی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے عوض میں اس ظالم کی عبادات سے مظلوم کے نامہ اعمال میں داخل فرمادیں گے، اسی طرح ایک اور شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا، یا اللہ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح اس دوسرے مظلوم کے نامۂ اعمال میں بھی اس ظالم کے اعمالِ صالحہ سے کچھ داخل فرمادیں گے، اسی طرح بہت سے لوگ اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے حقوق کو اس ظالم کے اعمال اور عبادات سے پورا فرمائیں گے، یہاں تک کہ اس کی تمام عبادات ختم ہوجائیں گی لیکن حقوق کے دعوے ختم نہیں ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو اس کے نامۂ اعمال میں داخل فرمائیں گے جس کی وجہ سے وہ شخص جہنم میں داخل کیا جائے گا، یہ ہے مفلس۔'' (رواہ مسلم)

ہمت بلند کرنے کا نسخہ:

اب گناہوں کے اس معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی ہمت بلند کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لیے چند اشعار سُن لیجیے، ہمارے ادارہ کا نام ہے ''دارالافتاء والارشاد'' اسے ''دارالجنون'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہنچ کر الحمدللہ! لوگوں کے دل و دماغ کی کایا پلٹ جاتی ہے جو یہاں داخلہ لے لیتا ہے وہ اپنوں سے، پرایوں سے بے گانہ ہو جاتا ہے، دنیا کی نظروں میں پاگل ہو جاتا ہے، دنیا کے سارے عقلاء اور دانشور اسے پاگل کہہ کر پکارتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں کہ پاگل کہیں کے تجھے دنیا میں رہنا نہیں؟ کیا شادی نہیں کرنی؟ آخر دنیا میں کیسے گزارا کرے گا؟ بلکہ زندہ کیسے رہے گا؟ اگر دنیا میں رہنا ہے تو برادری سے، رشتہ داروں سے، اپنے بھائی بندوں سے مل جل کر رہو، سب سے جوڑ پیدا کرو، ورنہ اس معاشرہ میں تمہارا زندہ رہنا ہی محال ہے۔

افسوس! آج کل کے بے دین مسلمان کا عقیدہ یہ بن گیا ہے:

''رحمٰن کی طاقت سے شیطان کی طاقت زیادہ ہے، اس لیے ڈرتا ہے کہ اگر رحمٰن کے بندے بن گئے تو بے یار و مددگار ٹھہریں گے کوئی مدد نہ کرے گا اور دنیا میں جینا محال ہو جائے گا اس لیے شیطان کے بندے بن کر رہو شیطان تمہاری خوب مدد کرے گا، خدانخواستہ رحمٰن کے بندے بن گئے تو دنیا میں جینا دوبھر ہو جائے گا بھلا رحمٰن میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہیں زندہ رکھ سکے۔''

گو زبان سے یہ کفریہ کلمات کوئی مسلمان نہیں کہتا مگر عمل سے تو یہی کچھ ثابت ہو رہا ہے، اگر بینک کی ملازمت چھوڑ دی تو زندہ کیسے رہو گے؟ ڈاڑھی رکھ لی، پردہ کر لیا تو اس معاشرہ میں زندہ کیسے رہو گے؟ برادری سے خاندان سے کیسے نبھاؤ گے؟ یہ تو عام لوگوں کی ذہنیت ہے لیکن جو لوگ ہمارے ''دارالجنون'' میں پہنچ جاتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جنون ہو جاتا ہے۔

یہ محض میرے اللہ کا کرم ہے ان کی دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقۂ جاریہ بنائیں۔

''دارالجنون'' سے تعلق رکھنے والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟ لوگ جب انہیں پاگل کہتے ہیں، طعنے دیتے ہیں تو ان کا جواب ہوتا ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

یا نعرۂ مستانہ بلند کر کے کہتے ہیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِّ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

یہ اشعار تو بتاتا ہی رہتا ہوں، اب ایک نیا شعر سن لیجیے۔

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

دُنیا کی عقل اور اللہ کی محبت کا جنون دونوں میں زوردار مقابلہ ہوتا ہے، جنون عقل وخرد کو جھنجھوڑتا ہے کہ اری دنیا کی لونڈی پیسے کی پرستار! تو جو سمجھتی ہے کہ شیطان کی قوت رحمٰن کی قوت سے بڑھ کر ہے اس لیے دنیا میں زندہ رہنے کے لیے شیطان کا بندہ بننا ضروری ہے، دل کو ان دنیوی علائق اور بکھیڑوں میں ڈالنے سے پہلے ذرا سوچ سمجھ لے۔ ع

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

اس دِل دیوانہ کو پابندیوں میں جکڑنے سے پہلے ذرا سوچ لے، جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دیوانہ بنالیا اسے کوئی پابند نہیں کرسکتا۔ ع

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

یااللہ! ہم سب کو اپنی محبت کا جنون عطاء فرما۔ یہ شعر یاد کر لیجیے اور اس کا وِرد کیجیے ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کا سوال کیجیے، محبت کی ذرا سی رتی بھی مل گئی تو کام بن گیا، میں کہتا ہوں:

''یااللہ! اِتّی سی محبت عطاء فرما دے۔''

اتنی اور اِتّی میں فرق ہے اتنی تو تھوڑی بہت مقدار کو کہتے ہیں مگر اِتّی تو ذرا سی چیز ہوتی ہے جو تول میں نہیں آتی، بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِتّی سی محبت بھی مل جائے تو بیڑا پار ہے، یہ ذرا سی محبت بھی ایسی دولت بے بہا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ۔

عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی

کہ اس میں ڈوب جانا ہی ہے اے دل پار ہو جانا

بحرِ محبت کا کوئی کنارہ نہیں، کوئی انتہاء نہیں، ہاں! ابتداء ضرور ہے، محبت کی ابتداء کیا ہے؟:

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے، چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔''

نافرمانی کے ساتھ دعوائے محبت اللہ کے یہاں قبول نہیں جیسے بیان کے شروع میں آیت پڑھ کر بتا چکا ہوں، اللہ کا اعلان ہے کہ جو محبت محبوب کی نافرمانی نہیں چھڑواتی ہماری بارگاہ میں وہ محبت قابل قبول نہیں، ایسی کھوکھلی محبت کسی کو جہنم سے نجات نہیں دلواسکتی، ہاں اگر نافرمانی کے باوجود ایمان ہے تو اتنا ضرور ہوگا کہ جہنم میں غوطے کھلا کھلا کر کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ نکال دیں گے، لیکن یہ غوطے بھی کتنے سال کتنی مدتیں کھلائے جاتے رہیں گے؟ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، وہ محبت جو انسان کو جہنم میں

جانے سے بچالے اس کی کم از کم حد یہ ہے کہ محبوب کی نافرمانی چھڑوادے، مگر آج کا مسلمان تو کہتا ہے:

''میں مرجاؤں گا گناہ نہ چھوڑوں گا۔''

عبرت کے دو قصے:

سندھ کی بلّی اور مکہ کا بلّا، دونوں کا قصہ اکثر سناتا رہتا ہوں آپ بھی سُن لیں، عبرت کے لیے ان قصوں کو یاد رکھیں، بار بار دہراتے رہیں، دوسروں کو بھی بتایا کریں۔

سندھ کی بلّی:

میری ابتداء جوانی کا قصہ ہے تقریباً ۲۴، ۲۵ سال عمر ہوگی، کام کی باتیں بحمداللہ تعالیٰ مجھے یاد رہ جاتی ہیں۔ ایک لٹیا میں ہم بچے کے لیے دودھ رکھا کرتے تھے، چونکہ اس میں دودھ کی خوشبو آجایا کرتی تھی اس لیے اس کو خوب اچھی طرح دھو کر رکھا کرتے تھے لیکن اوپر سے ڈھانپتے نہیں تھے تاکہ ہر قسم کو بونکل جائے پھر صبح دوبارہ دھو کر استعمال کرتے تھے، رات کو یہ خالی لٹیا پڑی رہتی تھی، ایک بار رات کو بلّی آئی وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ اس کے اندر کچھ نہیں، بلّی کی نظر بھی خاصی تیز ہوتی ہے، اندھیرے میں بھی اس کو اچھی طرح نظر آتا ہے، اس کی آنکھیں غور سے دیکھیں تو بتی کی طرح چمکتی ہیں، سو وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ لٹیا میں کچھ نہیں لیکن ذرا سی بو محسوس ہوئی بس اسی کی ہوس میں مست ہوگئی، جیسے آج کا مسلمان مال کی محبت میں مست ہے، بلّی اس میں منہ ڈالنے لگی تو وہ گھس نہیں رہا تھا، اس لیے کہ لٹیا کا منہ تنگ تھا۔ آخر زور سے منہ گھسیڑ ہی دیا، مگر اب نکل ہی نہیں رہا، اچھل کود رہی ہے کھٹ کھٹ کی آواز سُن کر ہم بھی پریشان ہوئے، دیکھا تو بلّی رقص کر رہی ہے۔ اس کو پکڑا اور کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا ہم نے سوچا اب اس کو اچھی خاصی سزا مل چکی ہے دوبارہ یہاں نہ آئے گی لیکن دوسری رات پھر پہنچ گئی اور اسی طرح سر گھسیڑ کر پھنسالیا، اب ہم نے سوچا اسے بقدر ضرورت سزا ملنی چاہیے یوں

باز نہ آئے گی۔

جو شخص بنوٹ جانتا ہو وہ مارنے کا بھی تجربہ رکھتا ہے، پوری طرح ناپ تول کر مارتا ہے نہ کم نہ زیادہ۔

میں نے بھی تول کر پورے اندازہ سے اسے چند تھپڑ رسید کیے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ آیندہ کسی کو نہ ستائے، لیکن تیسری رات وہ پھر آ گئی اور وہی تماشا شروع کیا، ہم لوگ حیران کہ اسے قدرت کی طرف سے بار بار سزا مل رہی ہے ہم بھی گوشمالی کر دیتے ہیں مگر پھر بھی باز نہیں آتی، آخر ہم نے ہی ہار مان لی اور لٹیا کی جگہ تبدیل کر دی وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ چھپا کر رکھنا شروع کیا تو کہیں یہ مصیبت ٹلی۔

جن لوگوں کو گناہ کی چاٹ لگ گئی ان کی ایک رگ چھوڑ کر دماغ کی ساری رگیں پھٹ جائیں، بھیجا نکل جائے لیکن ٹی وی دیکھنا نہیں چھوڑیں گے، بینائی چلی جائے اندھے ہو جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ اندھا کر کے پھر بینائی دے دیں جب بھی ٹی وی کی چاٹ نہیں جائے گی، ایک بار کیا ہزار بار بینائی مل جائے ہر بار ٹی وی پر اسے قربان کرتے رہیں گے، اللہ اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے۔

مکہ کا بلا:

اب مکے کے بلے کا قصہ بھی سُن لیجیے یہ تو ابھی آٹھ دس سال کی بات ہے میں مسجدِ حرام سے اپنے میزبان کے گھر آ رہا تھا وہ مجھے گاڑی پر لاتے تھے راستے میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک بلا لوٹے میں سر پھنسائے اسی بلی کی طرح اچھل کود رہا ہے لوگ اسے دم سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں وہ نکل ہی نہیں رہا، عجیب تماشا بنا ہوا ہے، میزبان صاحب نے گاڑی روک لی کہنے لگے:

"اس قسم کے واقعہ پر عرب حضرات عجیب اور نئے الفاظ بولتے ہیں، ان کی لغت سیکھنے کے لیے یہ کلمات میں ڈائری میں لکھ لیتا ہوں اسی لیے گاڑی

روک لی ہے۔“

میں نے کہا:

”ٹھیک ہے آپ وہ الفاظ سیکھ لیں میں بھی اس واقعہ سے ایک نیا سبق سیکھ رہا ہوں۔“

سندھ کی بلی اور مکہ کے بلے سے مسلمان کی ہوس کا اندازہ کر لیجیے اس کی ہوس بلے اور بلی سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، اسے کچھ بھی ہو جائے، مر جائے، دنیا کے لوٹے میں اس کا سر پھنس جائے، گلا کٹ جائے، دِماغ کی رگیں پھٹ جائیں، خواہ کچھ بھی ہو جائے یہ ٹی وی دیکھنے سے باز نہیں آئے گا۔

گناہ چھڑانے کا آسان نسخہ:

اب نہی عن المنکر سے متعلق ایک اہم بات سمجھ لیجیے، یہاں دو چیزیں ہیں ایک ہے گناہوں سے روکنا، دوسری ہے لوگوں کو گناہوں سے متعلق بتانا، یعنی گناہ کا گناہ ہونا بتایا جائے، دونوں میں بہت فرق ہے۔ روکنے کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے کہا جائے یہ کام مت کرو مثلاً کسی کو ٹی وی دیکھتے ہوئے پایا تو اس گناہ سے روک دے کہ یہ سخت نقصان کی چیز ہے تمہارے دماغ کی رگیں تک اس سے پھٹ سکتی ہیں، بینائی بھی جا سکتی ہے، یا خطاب خاص کی بجائے عمومی انداز میں لوگوں کو منع کرتا رہے یہ روکنے کا کام کچھ مشکل ہے، کسی کو اس کی قدرت ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی، یہ فریضہ ادا کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ جس جگہ روکنے کی قدرت نہیں یا مخاطب سے بات ماننے کی توقع نہیں وہاں روکنا ضروری نہیں، روکنے کے مختلف درجات ہیں موقع ومحل دیکھ کر اس کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہاں ہاتھ سے روکنا سودمند ہوگا یا زبان سے روکنا، یا یہ کہ زبان سے روکنا بھی خلاف مصلحت ہے، غرض ہر شخص اس کا اہل نہیں۔

دوسرا کام ہے صرف بتانا، کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں

روکنے کی بجائے صرف اتنا بتا دیتے ہیں کہ یہ کام جو آپ کر رہے ہیں گناہ ہے، سخت گناہ، اس گناہ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ یہ وعیدیں ہیں، نیز اس میں یہ یہ دنیوی مفاسد اور طبی نقصان بھی ہیں۔

یہ دو چیزیں ہوگئیں، اب بتایئے! آپ صرف زبان سے بتانے پر قدرت رکھتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کا مسئلہ تو دوسری نوعیت کا ہے، مگر زبان سے بتانے سے گناہ کو گناہ کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس میں بھی اگر آپ کوتاہی کرتے ہیں تو یہ کوئی عذر نہیں بلکہ جرم ہے، پہلی امتوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب بھی یہی تھا کہ ان کے نیک افراد منکرات پر خاموش رہتے تھے، کسی کو کچھ نہ بتاتے، نتیجہ یہ کہ معاصی میں مبتلا ان بدکردار لوگوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر نیک کردار لوگوں کو بھی معاصی میں شریک کرلیا، دونوں فریق ہم پیالہ و ہم نوالہ بن گئے، نیک و بد میں کوئی تمیز نہ رہی، آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سب کو گھیر لیا۔ ان کے عبادت گزار اور صالح لوگوں کی مداہنت اور مجرمانہ سکوت نے بُرے لوگوں کو اس قدر جری اور بے باک بنا دیا کہ ان کے سر ہوگئے کہ گناہوں میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور یہ صوفیانہ باتیں چھوڑ دو، ورنہ شہر بدر کردیں گے، یہاں تمہیں جینے کا حق نہیں۔

اس امت پر ابھی تک یہ وقت نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ یہ وقت نہ لائیں۔

منکرات دیکھ دیکھ کر تماشا بینوں کی طرح خاموش کھڑے رہنا بھی ایک بدترین منکر ہے، اگر ہاتھ یا زبان سے روک سکتے ہیں تو روک دیں، ورنہ صرف بتا دینے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں، مناسب انداز سے بتا دیجیے کہ یہ کام حرام ہے، اس سے مخاطب کو کوئی گرانی بھی نہ ہوگی، اور آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے، اگر آپ کے بتانے پر وہ گناہ سے باز آ گیا تو بہتر! ورنہ کم از کم اسے جائز یا ناجائز اور حلال و حرام کا علم تو ہوگیا، اب اگر غلطی کرے گا بھی تو غلطی سمجھ کر۔ یہ بھی بڑی بات ہے کہ مسلمان کو گناہ کا احساس ہو جائے، گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرے، اس احساس سے اسے کسی وقت ندامت ہوگی اور

توبہ وانابت کا دروازہ کھلے گا، اگر بالفرض توبہ نہ بھی کی تو کم از کم دل میں احساس تو رہے گا، ندامت تو ہوگی ہی کہ گناہ کر رہا ہوں، خود کو گناہ گار تو سمجھے گا، اب یہ باغی مجرم نہیں ہوگا، اقراری مجرم ہوگا شاید اسی اقرارِ جرم پر ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہو جائے، سو کم از کم مسلمان کے علم میں یہ بات لانا ضروری ہے کہ یہ گناہ ہے۔

بہت موثر تدبیر:

بہشتی زیور میں کبیرہ گناہوں کی فہرست موجود ہے اسے کاغذ پر نقل کر لیجیے پھر فوٹو کاپیاں کروا کر لوگوں میں تقسیم کیجیے اور عام مجالس میں یہ فہرست پڑھ کر سنائیے لوگوں کو ذہن نشین کروانے کے لیے نمبر وار پڑھ کر سنائیے کہ کبیرہ گناہوں میں نمبر ایک یہ ہے نمبر دو یہ ہے اور نمبر تین یہ...... اس کا فائدہ ضرور ظاہر ہوگا، اور نہیں تو لوگوں کے علم میں تو یہ باتیں آجائیں گی، ورنہ آج تو حالت یہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے کبیرہ سے متعلق بھی لوگوں کو بتایا جائے تو وہ بڑی معصومیت سے کہتے ہیں:

''اچھا! ہمیں تو اب تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ بھی کوئی کبیرہ گناہ ہے، ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں یا یہ کہ معمولی سا گناہ ہے۔''

موقع کی مناسبت سے یہاں بھی چند واقعات سُن لیجیے:

① کسی تبلیغی بھائی نے مجھے خط لکھا:

''میں نے کئی ملکوں میں وقت لگایا اور سمجھے بیٹھا تھا کہ گناہوں سے میری زندگی پاک ہوگئی، ایک گناہ بھی باقی نہیں رہا، مگر اب آپ کے متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ دیور سے بھی پردہ ہے، یہ سن کر میں سخت پریشان ہوں اتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہا اور گناہ کو گناہ تک نہ سمجھا۔''

سوچیے وہ اتنی مدت غلط فہمی میں کیوں مبتلا رہا؟ اسی لیے نا کہ اسے مسئلہ کا علم نہ تھا۔

② دور کیا جائیے ہمارے دارالافتاء کے قریب ہی رہنے والے ایک شخص نے لکھا:

"میں تیس سال سے تبلیغ میں لگا ہوا ہوں اندرون و بیرون ملک کئی طویل تبلیغی سفر کر چکا ہوں لیکن دارالافتاء کبھی آنے کا اتفاق نہیں ہوا، آخر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی ایک بار اندر آ ہی گیا، بیان سنا تو پہلی بار احساس ہوا کہ پردہ کس قدر مؤکد اور مہتم بالشان حکم ہے، اور میں تبلیغ میں عمر صرف کر دینے کے باوجود اب تک کتنے بڑے کبیرہ گناہ میں مبتلا رہا اور خود کو پارسا سمجھتا رہا۔"

③ یہاں مغربی ممالک میں چونکہ نوجوان طبقے میں ڈاڑھی منڈانے کی لعنت عام ہے اس لیے اس موضوع پر متعدد بیان ہوئے ہیں جن میں ڈاڑھی کی عظمت اس کی شرعی حیثیت اور ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے پر وعیدیں کھول کھول کر بیان کی گئیں جس کے نتیجے میں متعدد نوجوانوں نے ڈاڑھی رکھ لی اور اس کبیرہ گناہ سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے، کئی نوجوانوں نے چہرے پر ڈاڑھی سجانے کے بعد آ کر اپنی صورتیں دکھائیں اور برملا کہا:

"ہمیں اب تک معلوم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے جو بغاوت کے ذیل میں آتا ہے، ورنہ ہم کب کے اس سے تائب ہو گئے ہوتے۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا بس سنت ہے۔"

دیکھیے! ایک طرف تو جہالت کا کرشمہ کہ اتنے بڑے سنگین اور مہلک گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھتے تھے اور مدتوں اس میں مبتلا رہے۔

دوسری طرف نہی عن المنکر کی برکت کہ اتنے لوگ ایسے قدیم گناہ سے ایک دم تائب ہو گئے، اگر کوئی سمجھانے والا نہ ملتا تو یونہی زندگی بھر اس کبیرہ گناہ اور علانیہ بغاوت میں مبتلا رہتے۔

④ کراچی ہی کے کسی علاقہ سے ایک بار فون آیا:

"یہاں ایک امام مسجد ہیں جو ڈاڑھی منڈے کو فاسق کہتے ہیں آپ انہیں سمجھائیں کہ ایسی گستاخی سے باز آ جائیں، یہ ہمیں کس دلیل سے فاسق

کہتے ہیں جب کہ ہم حج اور عمرے کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، ان کی اقتداء میں نمازیں اداء کرتے ہیں، ہمارا پورا خاندان ہی دین میں بہت آگے ہے۔''

مجھے اس کی بے ہودہ تقریر سُن کر صدمہ تو ہوا مگر دوسرے پہلو سے خوشی بھی ہوئی کہ یہ سر پھرا امام کہاں سے آگیا جو کسی کی رورعایت کیے بغیر ایسی کھری کھری سنا رہا ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ امام صاحب کون ہیں؟ تو وہ بولا:

''یہ امام صاحب آپ کے ہاں آتے جاتے ہیں۔''

میں نے کہا:...... ''بس! بس! مسئلہ حل ہو گیا۔''

دیکھیے! ان مولوی صاحب نے کسی کو گالی تو نہیں دی، کوئی بے دلیل اور غلط بات بھی نہیں کہی، ایک صاف اور سچی بات کہہ دی:

''اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صورت سے نفرت کرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ''فاسق'' ہے۔''

مگر چونکہ ایسی بات کہنے سننے کا عام دستور نہیں، ائمہ حضرات کا پورا زورِ بیاں عموماً فضائل ومناقب یا اس قسم کے مسائل پر صَرف ہو رہا ہے جن کا عوام کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے وہ حاجی صاحب ایسی بات سننے کی بھی تاب نہ لا سکے، فضائل سننے کے ہی عادی تھے اس لیے ایسی کڑوی بات سن کر تلملا اُٹھے۔

اگر اس قسم کی باتیں کہتے سنتے رہیں تو اولاً تو بہت سے لوگ سُن کر توبہ کر لیں اور گناہوں سے باز آ جائیں، اگر توبہ نہ کریں تو کم سے کم علم تو ہو جائے گا کہ غلط راستہ پر جا رہے ہیں، یہ تو نہیں ہوگا کہ جا رہے ہوں جہنم کے راستہ پر اور سمجھتے رہیں کہ جنت مل گئی۔ ایسے لوگوں پر تو ہدایت کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کہنے سننے کے نتیجے میں کم از کم اس خطرناک گمراہی سے تو بچ جائیں گے، میں بجز دعاء ومشورہ کے اور کیا کر سکتا ہوں؟ مشورہ بھی جو دے چکا کہ بہشتی زیور سے کبیرہ گناہوں کی فہرست تیار کریں اور مجالس

میں پڑھ پڑھ کر سناتے رہیں، اور بہشتی زیور ہی کے حوالے سے پڑھیں، اپنی طرف سے کوئی ایک لفظ بھی نہ ملائیں، یہ بھی نہ کہیں کہ یہ کام گناہ ہے، بس پڑھ پڑھ کر سنا دیجیے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائیں، اپنی ہر نافرمانی سے بچائیں، دل میں اپنی اتنی محبت پیدا فرمادیں کہ چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

منکرات سے نہ روکنے پر وعیدیں:

افسوس آج علماء اور مشائخ تک نہی عن المنکر کے اہم فریضہ کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہر گناہ وباء عام کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب تمام بند توڑ چکا ہے، ٹی وی کی لعنت نے گھر گھر سینما ہال کھول دیے، برائیوں کے معاملہ میں لوگوں کی بے حسی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے کبائر کو وہ گناہوں کی فہرست سے ہی خارج کر چکے ہیں، بعض علماء کی مداہنت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضرات نہ صرف یہ کہ یہ سب کچھ خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں بلکہ ان گناہوں میں خود شریک ہو ہو کر لوگوں کے حوصلے بڑھا رہے ہیں، اور اپنے اس رویہ سے عوام کی نظر میں ان کبائر کا جواز ثابت کر رہے ہیں، ان کا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کس قدر سنگین اور بھاری جرم ہے اس کا اندازہ ان آیات اور احادیث سے کیجیے:

① وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۳-۱۰۴)

”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے۔“

② كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (۳-۱۱۰)

''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔''

③ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (۳-۱۱۴)

''اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔''

④ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ (۵-۶۳)

''کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے، وہ بہت ہی برے عمل کر رہے ہیں۔''

اُمتوں کی تباہی کا سبب یہی چیز بنتی ہے کہ مشائخ وعلماء لوگوں کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔

⑤ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۵-۷۸،۷۹)

''ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم

کی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔ آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے، کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔"

اس آیت کی تفسیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ آگے نمبر ۲۱ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

⑥ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (۷-۱۵۷)

"جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔"

⑦ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَىٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ (۷-۱۶۴، ۱۶۵)

"اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے رُوبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ بھول گئے اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں بسبب ان کی

نافرمانی کے۔''

پہلی آیت میں تین قسم کے لوگوں کا بیان ہے:

① اللہ کے نافرمان لوگ۔

② صالحین جو خود تو نافرمانیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے۔

③ خود بھی نافرمانیوں سے بچنے والے اور دوسروں کو بھی روکنے والے۔

دوسری آیت میں پہلی اور تیسری قسم کے انجام کا بیان تو ہے کہ نافرمانوں کو تباہ کر دیا اور برائیوں سے روکنے والوں کو عذاب سے بچالیا، مگر دوسری قسم یعنی جو لوگ خود برائیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے، ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا کہ عذاب سے بچ گئے یا تباہ کر دیے گئے۔

قرآن و حدیث کی دوسری نصوص کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے:

ان لوگوں کے بارے میں دو احتمال ہیں:

① گناہوں سے روکنے کی استطاعت کے باوجود نہ روکتے تھے۔

اس صورت میں یہ بھی ظالم اور مجرم ٹھہرے اس لیے ان کو بھی تباہ کر دیا گیا۔

② جبراً روکنے کی استطاعت نہ تھی اور زبانی نصیحت کے قبول کی امید نہ تھی۔

اس صورت میں تبلیغ کرنا فرض نہیں، افضل ضرور ہے مگر سکوت بھی جائز ہے، اس لیے ان لوگوں کو بچالیا گیا۔

اس صورت میں بھی گناہوں سے بچنے کی تبلیغ کرنے والوں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے آیت میں صرف ان کی نجات کا ذکر کیا گیا، دوسری قسم کا ذکر چھوڑ دیا۔

پہلی آیت کے ظاہر سے دوسرے احتمال کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ لوگ امید قبول نہ ہونے کی وجہ سے نصیحت نہ کرتے تھے، چونکہ اس صورت میں تبلیغ فرض نہیں اس لیے ان کو بھی عذاب سے بچالیا گیا، مگر افضل طریقہ چھوڑ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو چھوڑ دیا۔

⑧ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o (۸-۲۵)

''اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔''

⑨ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o (۹-۷۱)

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔''

⑩ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o (۹-۱۱۲)

''وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے۔''

⑪ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ o وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ o (۱۱-۱۱۶،۱۱۷)

''سو کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچالیا ان میں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جس میں عیش سے رہے تھے، اور تھے گنہگار، اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔''

یہ پچھلوں کا حال سنا کر اُمتِ محمدیہ کو اُبھارا گیا ہے کہ ان میں ''اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں، گزشتہ قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر لوگ جن میں کوئی اثر خیر باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا، چند گنتی کے لوگوں نے ''امر بالمعروف'' کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہوگئی۔

⑫ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (۲۲-۴۱)

''یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔''

⑬ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (۳۱-۱۷)

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں:

''بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

بیٹے کو یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ برائیوں سے روکنے پر لوگ دشمن ہو جائیں گے، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں گے ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، ساتھ ہی صبر وتحمل کا نسخہ بھی بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں پہنچنے والی مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے ہمت کو بلند کریں۔

⑭ **وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝** (۱۰۳-۱ تا ۳)

''قسم ہے زمانہ کی (یعنی زمانے کی تاریخ اور دنیا میں نیک وبد کے انجام کے واقعات شاہد ہیں) کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو اعتقادِ حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔''

حاصل یہ کہ دنیا وآخرت کے خسارہ وعذاب سے صرف وہی انسان بچ سکتا ہے جو چار کام کرے:

① اپنے عقائد درست کرے۔
② اپنے اعمال درست کرے، ہر قسم کی نافرمانی سے بچے۔
③ دوسروں کو عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرے۔
④ دوسروں کو ترکِ منکرات کی تبلیغ کرے اور اس پر جو مصائب پہنچیں ان پر صبر کرنے کی وصیت کرے۔

⑮ **من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ**

فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان (رواہ مسلم)

''تم میں جو شخص گناہ کی بات دیکھے اس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے روکے، اور یہ ایمان کا سب سے اَدنیٰ درجہ ہے۔''

دل سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں درد اٹھے کہ اگر قدرت ہوتی تو میں اس برائی کو مٹا کر چھوڑتا، اس درد کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہو، جیسا کہ نمبر ۲۳ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

⑯ **والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجیب لکم.** (رواہ الترمذی)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دیں گے پھر تم اس سے دعاء کرو گے تو دعاء قبول نہ ہوگی۔''

⑰ **ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یأخذوا علیٰ یدیہ اوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقاب وقال عمرو عن ھشیم وانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول مامن قوم یعمل فیھم بالمعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشک ان یعمھم اللّٰہ منہ بعقاب.** (رواہ ابوداؤد)

''جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے ظلم سے باز نہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔''

⑱ **مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ فلا یغیرون الا اصابھم اللّٰہ بعذاب من**

قبل ان یموتوا. (رواہ ابوداؤد)

''کسی قوم میں ایک شخص گناہوں کا ارتکاب کرے اور قوم قدرت کے باوجود اسے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے پہلے اس قوم کو عذاب میں مبتلا کردیتے ہیں۔''

⑲ **قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن قوم یعمل فیھم بالمعاصی ھم اعزمنھم وامنع لایغیرون الاعمھم اللّٰہ بعقاب.**

(رواہ ابن ماجہ)

''اللہ تعالیٰ عام لوگوں پر خاص خاص مجرمین کی بدعملی کے سبب اس وقت تک عذاب مسلط نہیں کرتے جب تک کہ وہ برائی کو اپنے درمیان ہوتے ہوئے دیکھ کر قدرت کے باوجود روک ٹوک نہ کریں، جب یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ (بلاامتیاز نیک وبد) عوام وخواص کو عذاب میں مبتلا کردیتے ہیں۔''

⑳ **عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: دخل علیّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فعرفت فی وجھہ ان قد حضرہ شیٔ فتوضأ وما کلم احدا لم خرج فلصقت الحجرۃ اسمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمداللّٰہ واثنی علیہ ثم قال: یا ایھا الناس ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ یقول لک مروا بالمعروف وانھوا عن المنکر قبل ان تدعونی فلا اجیبکم وتسالونی فلا اعطیکم وتستصرونی فلا انصرکم.** (رواہ ابن حبان فی صحیحہ وابن ماجہ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، چہرۂ انور دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فرما کر مسجد تشریف لے گئے اور کسی سے کلام نہ فرمایا، میں نے حجرہ کے قریب آکر سُنا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرما رہے تھے، لوگو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو پہلے اس سے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری پکار کا جواب نہ دوں، مجھ سے مانگو تو میں تمہیں عطاء نہ کروں اور مجھ سے مدد چاہو تو میں تمہاری مدد نہ کروں۔"

(۲۱) عن امرأة من الانصار قالت دخلت على أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها فدخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم كانه غضبان فاستترت منه بكم درعى فتكلم بكلام لم افهمه فقلت يا أم المؤمنين كانى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل وهو غضبان فقالت نعم او ما سمعت ما قال قلت وما قال قالت قال ان الشر اذافشا فى الارض فلم يتناه عنه ارسل الله عزوجل باسه على اهل الارض قالت قلت يا رسول الله وفيهم الصالحون قالت قال نعم وفيهم الصالحون يصيبهم ما اصاب الناس ثم يقبضهم الله عزوجل الىٰ مغفرته ورضوانه او الىٰ رضوانه ومغفرته. (رواہ احمد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور چہرۂ انور پر غصہ کے آثار تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا برائیاں جب زمین میں عام پھیل جائیں اور ان پر روک ٹوک نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ زمین پر اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا:

'کیا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے ان کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو عام لوگوں کو پہنچے گا پھر (مرنے کے بعد) انہیں اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور

خوشنودی کی طرف کھینچ لیں گے۔"

تنبیہ:

آخرت میں بخش دیے جانے والوں سے وہ مداہن لوگ مراد نہیں جو استطاعت کے باوجود برائیوں سے نہ روکتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے مراد ہیں جو حتی المقدور برائیوں سے روکنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے مگر پھر بھی لوگ باز نہ آتے تھے۔

(۴۲) عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماء ھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علیٰ لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتیٰ تاطروھم اطرا. (رواہ الترمذی وابوداؤد) وفی روایۃ قال کلا واللّٰہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتاخذن علی یدی الظالم ولتأطرنہ علی الحق اطرا ولتقصرنہ علی الحق قصرا اولیضربن اللّٰہ بقلوب بعضکم علیٰ بعض ثم لیلعنکم کما لعنھم. (مشکوٰۃ)

"جب بنی اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہوئے تو اُن کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے پھر علماء نے خود بھی ان کی ہم نشینی اختیار کر لی اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو گئے، آخر اللہ تعالیٰ نے بھی (ان کے ساتھ

یکساں سلوک اختیار کرتے ہوئے) ان میں بعض کے دل بعض کے ساتھ
ملا دیے، ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زبانی
لعنت بھیجی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے، آپ صلی
اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ یہ فرما کر اٹھ بیٹھے پھر ارشاد فرمایا قسم ہے
اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم بھی اس وقت تک
نجات نہیں پا سکتے جب تک ان ظالموں کو گناہوں سے منع نہ کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں نہیں جیسا تم
نے گمان کیا ہے (کہ مداہنت کرتے ہوئے نجات پا جائیں) اللہ کی قسم! نیکی کا حکم
کرتے رہو برائی سے منع کرتے رہو، ظالم کا ہاتھ پکڑے رہو اس کو حق کی طرف مائل کرو
اور حق پر روکے رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دل بعض کے ساتھ ملا دیں گے اور
تم پر بھی ایسی ہی لعنت کریں گے جیسی بنی اسرائیل پر کی۔''

﴿۴۳﴾ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ عزوجل الیٰ جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا وکذا باھلھا قال فقال یارب ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال اقلبھا علیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعۃ قط. (رواہ البیہقی)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو اس کے
باشندوں سمیت الٹ دیں۔

انہوں نے عرض کیا اے رب! ان لوگوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے
ایک لحظہ بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص پر اور دوسرے لوگوں
پر شہر کو اُلٹ دو اس لیے کہ میری وجہ سے ایک لمحہ بھی اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا۔''

کھلے بندوں لوگ میری نافرمانی کرتے رہے مگر اس کے چہرے پر تیوری تک نہ

آئی، مداہن بن کر صرف اپنی عبادت میں مگن رہا۔

(۴۳) عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مثل القائم علیٰ حدود اللّٰہ عزوجل والواقع فیھا کمثل قوم استھموا علی سفینۃ فاصاب بعضھم اعلاھا وبعضھم اسفلھا فکان الذی فی اسفلھا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقھم فقالوا لوا انا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نوذمن فوقنا فان یترکوھم وما ارادوا ھلکوا جمیعا وان اخذوا علیٰ ایدیھم نجوا جمیعا. (رواہ البخاری)

”حدود اللہ پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ میں پڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر سوار ہوئے بعض اس کی نچلی منزل پر اور بعض اوپر کی منزل پر بیٹھ گئے، نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر والوں پر گزرتے رہے جس سے انہیں ایذاء پہنچتی، اس لیے نچلی منزل والوں نے کلہاڑا لے کر کشتی میں سوراخ کرنا شروع کیا، اوپر والوں نے آکر اس کا سبب دریافت کیا تو بولے کہ ہماری وجہ سے تمہیں ایذا پہنچ رہی ہے اور ہمیں پانی کے بغیر چارہ نہیں، اب اگر اوپر والے انہیں نہ روکیں تو سب غرق ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو سب بچ جائیں گے۔“

یہ بطورِ نمونہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں، انہیں دیکھ کر علماء اور دینی مقتدیٰ اندازہ کر لیں کہ ان حالات میں ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اور کس حد تک وہ اس سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں؟

ایک غلط خیال کی اصلاح:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فساق و فجار کو اچھی مجالس اور نیک صحبت میں لانا بھی منکرات سے روکنے کا ایک طریقہ ہے، اچھی صحبت کے اثر سے کچھ کہے بغیر ہی گناہ

چھوٹنے لگتے ہیں۔

اس طریقہ میں اتنی بات تو صحیح ومسلّم ہے کہ اچھی صحبت کا اچھا اثر ہوتا ہے مگر صرف اسی پر اکتفاء کرنا اور گناہوں کی تفصیل اور ان پر عذاب ووعیدیں نہ بتانا مداہنت ہے، اس میں کئی فسادات ہیں:

① اگر منکرات سے روکنے کی اس تدبیر کو کافی سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ! اس حکمتِ عملیہ کا اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد چودہ سو سال تک پوری امت میں سے کسی کو بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ! قرآن، حدیث اور فقہ کے ذخائر میں امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا ذکر اور اس میں مداہنت پر وعیدیں سب بے کار ہیں اور حکمتِ عملیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ جہاد، تعزیرات اور حدود وقصاص کے تمام احکام بالکل بے معنی اور سراسر ظلم ہیں۔

② حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صحبت ونصیحت سے زیادہ موثر کوئی چیز نہیں ہوسکتی اس کے باوجود بھی سب لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی نہ ہوئی، اکثر نے قبول نہ کیا، اس لیے تعزیرات، حدود وقصاص اور جہاد کے احکام نازل کیے گئے۔

③ اچھی صحبت میں آنے کے باوجود کئی گناہوں کے گناہ ہونے کا جب علم ہی نہ ہوگا تو ان سے توبہ کیونکر کرے گا؟ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ تبلیغی جماعت میں عمریں صرف کردینے والے کئی حضرات کو علم نہ تھا کہ شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا اور ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا گناہ ہے، وہ اتنے بڑے کبیرہ گناہوں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت کو ہلکا تو کیا صغیرہ گناہ بھی نہ سمجھتے تھے۔

④ اگر کوئی اچھی صحبت کے اثر سے ایسے گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کو صرف بہتر حالت سمجھتا ہے اس لیے وہ اس سے پہلے جوان کبائر اور علانیہ بغاوتوں کا ارتکاب کرتا رہا ان سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا حتیٰ کہ اسی حالت میں یعنی کبیرہ گناہوں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی بغاوتوں سے توبہ کیے بغیر موت آجاتی ہے۔

⑤ اگر اچھی صحبت میں پہنچتے ہی محبت، نرمی اور دل سوزی سے ترکِ منکرات کی تبلیغ بھی خطابِ عام کی صورت میں جاری رکھی جائے تو شاید سننے والا پہلے روز یا چند دنوں کے بعد توبہ کرلے ورنہ کم از کم اس کے دل میں ندامت تو پیدا ہو ہی جائے گی اور خود کو اقراری مجرم سمجھنے لگے گا، یہ ندامتِ قلب بھی بہت بڑی دولت ہے۔ ترکِ منکرات کی تبلیغ نہ کرنے کی صورت میں اگر کسی کو محض اثرِ صحبت سے کچھ مدت کے بعد توبہ کی توفیق ہو بھی گئی تو توبہ سے قبل جتنا وقت گناہوں میں گزرے گا اس کا عذاب اور وبال ان مداہن لوگوں پر بھی ہوگا جو اس کی تبلیغ نہیں کرتے اور اگر توفیقِ توبہ سے قبل ہی موت آگئی تو ایک مسلمان کو جہنم میں پہنچانے کی ذمہ داری ان مداہن لوگوں پر ہوگی جنہوں نے اسے ترکِ منکرات کی تبلیغ نہ کی۔

بچوں کی صحیح تربیت کا اہتمام:

جو دین دار مسلمان خود منکرات و معاصی سے بچے ہوئے ہیں، گھروں کے ماحول کو بچائے ہوئے ہیں، اگر وہ دین داری کو نسلوں تک باقی رکھنا چاہتے ہیں تو ان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا پورا اہتمام کریں، ٹی وی، وی سی آر اور معاشرے کے دوسرے گناہوں سے ان معصوم ذہنوں کو یوں بچائیں جیسے دہکتی آگ سے، بچے کی سب سے پہلی اور سب سے بنیادی تربیت گاہ گھر کی چاردیواری ہے، جو لوگ گھروں کو شیطانی اثرات سے پاک کیے بغیر بچوں کو پاک دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی دینی نشوونما چاہتے ہیں، وہ نادان خود فریبی کا شکار ہیں، خود دین دار بنے بغیر، گھروں کا ماحول درست کیے بغیر بچوں کو دین دار بنانا مشکل ہے، گھر کا ماحول درست ہو تو بچوں کی ذہنیت کیسی بنتی ہے؟ ان کی اٹھان کیسی ہوتی ہے؟ اس کا اندازہ چند واقعات سے لگایئے:

① پہلا قصہ حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا سنا چکا ہوں کہ بالکل معصوم بچے

ہیں لیکن کسی بڑے کے ہاتھ میں کتا دیکھ کر اسے نصیحت کرتے ہیں کہ یہ گناہ کا کام چھوڑ دے، وہ اس گناہ کی تاویل کرتا ہے تو اسے مُسکتِ جواب دیتے ہیں۔

② دوسرا قصہ میری بچی کا ہے، ایک بار اسے تقریباً دو سال کی عمر میں بخار ہو گیا تو میں ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا، بچی بڑے غور سے اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے اس کا شوق دیکھا تو مرغ اسی کو پکڑا دیا، میں نے سوچا معصوم بچی ہے، بیمار ہے اور گھر سے بھی باہر ہے اگر اسے کہوں کہ مت لو تو شاید رونے لگے، لیکن جیسے ہی مطلب سے نکلے بچی کہتی ہے:

''ابا جی! اس کی گردن توڑ دوں۔''

میں نے کہا:............... ''ہاں! ہاں! توڑ دو۔''

اس نے فوراً گردن توڑ کر پھینک دیا، اب معلوم ہوا کہ پہلے بھی گھور گھور کر اسی لیے دیکھ رہی تھی کہ یہ میری دسترس سے تو دور ہے اس کی گردن کیسے توڑ دوں؟

③ تیسرا قصہ مکہ مکرمہ کا ہے، میں اپنے میزبان کے گھر بیٹھا تلاوت کر رہا تھا پاس ہی ان کا معصوم سا بچہ بیٹھا رسالے اُلٹ پلٹ رہا تھا، اچانک چیخ پڑا: ....

''صُورَۃ''

چیخ اس زور سے لگائی جیسے کہیں سے شیر آ گیا ہو یا سانپ نکل آیا ہو۔

پھر جلدی سے گیا قلم لا کر تصویر مٹا دی حالانکہ بڑی خوبصورت رنگین تصویر تھی اور بچہ بھی اس قدر کمسن معصوم کہ اسے اپنی عمر کا بھی پتا نہیں تھا، میں نے اس سے پوچھا:......... **کم سنک؟**

''آپ کی عمر کتنی ہے؟''

بولا:.......... **اربع**۔ ''چار''

میں نے کہا:.......... **اربع سنین او اربعۃ اشھر ام اربعۃ ایام؟**

وہ بولا:.............. **لا ادری**۔

''مجھے معلوم نہیں۔''

نیک والدین کی تربیت کا اثر دیکھیے کہ تصویر دیکھتے ہی اتنا ننھا سا بچہ بھی بے چین ہو جاتا ہے اور اسے مٹائے بغیر چین نہیں لیتا۔

اس بچے کے والد کی قربانی دیکھیے کہ یہ امریکا میں ایک بڑے منصب پر فائز بہت بڑی تنخواہ پا رہے تھے، ان کی معصوم بچی کو وہاں کسی عورت نے گڑیا دے دی، اس کو دیکھ کر فکر مند ہو گئے کہ یہاں ہمارے بچوں کی صحیح تربیت ناممکن ہے، بچے اس ماحول میں بگڑ جائیں گے، اپنا اور بچوں کا دین بنانے کے لیے انہوں نے اپنی دنیا قربان کی، بڑا منصب اور بڑی تنخواہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آ گئے، یہاں منصب بھی نسبۃً چھوٹا اور تنخواہ بھی کم، لیکن بحمد اللہ دین کامل ہے۔

بچوں کے دل ودماغ تو خالی تختی کی طرح ہیں صاف تختی پر جو چیز لکھ دی جائے وہ نقش ہو جائے گی، قرآن مجید کی آیات لکھ دیں یا گالیاں لکھ دیں۔ بچوں کے بننے یا بگڑنے کا سبب ان کے والدین ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ. (متفق علیہ)

''ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

بچے تو پیدائشی طور پر مسلمان ہوتے ہیں ان کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار والدین ہیں، اگر بچوں کی صحیح دینی تربیت کریں تو یہ بچے ان کے لیے ذخیرۂ آخرت ہیں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور وسیلۂ نجات ہیں، اور اگر دین سے انہیں بیگانہ رکھیں خواہ ان کی دنیا پوری طرح بنا سنوار دیں تو یاد رکھیے یہی اولاد قیامت کے روز والدین کا گریبان پکڑے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے خلاف استغاثہ دائر کرے گی۔

ہر فساد کا علاج جہاد:

حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے فتنہ وفساد کا علاج صرف جہاد ہے، قرآن وحدیث کے علاوہ زمانہ کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ جب تک جہاد کے ذریعہ کفر وشرک اور فسق وفجور کی کمر نہیں توڑ دی جاتی اس وقت تک دنیا میں امن نہیں قائم ہوسکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے قتال کا حکم فرمایا ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (۸-۳۹)

''اوران سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنادیا۔

من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسهٗ مات علیٰ شعبة من نفاق.
(رواہ مسلم)

''جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں کبھی سوچا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔''

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں نفاق کی موت سے بچنے کی فکر اور اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد میں نکل کر اللہ کے لیے جان لینے اور جان دینے کے جذبات پیدا فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.